سلطان الواعظین

مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب

کی رُوح پرور اور سبق آموز

سچی حکایات

فرید بک سٹال

۳۸ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (پ۱۳ ع۶)

(بے شک ان کے قصّوں میں عبرت ہے سمجھ داروں کے لئے)

مستند اور سبق آموز

سچّی حکایات

(پہلا حصّہ)

مؤلّفہ

سلطان الواعظین مولانا ابوالنّور محمّد بشیر صاحب

اس کتاب میں قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی کتب سے دلچسپ، مفید اور سبق آموز سچّی حکایات جمع کر دیگئی ہیں اور ہر حکایت کے بعد اس سے جو سبق حاصل ہوتا ہے لکھ دیا گیا ہے اور ہر حکایت کو اصل کتاب سے دیکھ کر درج کیا گیا ہے اور ہر کتاب کا نام صفحہ اور جلد سب کچھ لکھ دیا گیا ہے

فرید بُک سٹال ۳۸، اردو بازار لاہور

نام کتاب	سچی حکایات (حصہ اول)
مصنف	سلطان الواعظین مولانا محمد بشیر (کوٹلی لوہاراں)
کتابت	شاہ محمد چشتی واحبابہ
پروف ریڈنگ	شاہ محمد چشتی، محمود پورہ، قصور
سالِ اشاعت	۱۴۰۰ھ / ۱۹۸۰ء
مطبع	جنرل پرنٹرز ۱۰/۲۲ ریٹیگن روڈ، لاہور
قیمت	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلّی علٰی رسولہ الکریم

پہلی نظر

اس زمانے میں افسانے، ڈرامے، قصّے اور کہانیاں بڑے شوق سے پڑھی جاتی ہیں اور یہ شوق بالعموم ہر چھوٹے بڑے مرد اور عورت میں پایا جاتا ہے، آج کل ہر وہ تحریر جس میں افسانوی طرز اور کہانی رنگ موجود ہو پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہے، قوم کا یہی رجحانِ طبع اس امر کا باعث ہے کہ ملک کے اکثر رسائل و جرائد اپنے اپنے "کہانی نمبر" اور "افسانہ نمبر" شائع کرتے ہیں اور افسانہ پسند افراد انھیں ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں۔

یہ افسانے، ڈرامے اور آجکل کی حکایات و کہانیاں زیادہ تر دروغ و کذب اور غیر واقعی بنا پر مبنی ہوتی ہیں، ان کی کوئی حقیقت اور اصل نہیں ہوتی اور ایسے افسانہ لکھنے والے ان وضعی حکایات کو "طبعزاد" اور اپنی تخلیق قرار دے کر اپنے وضع و کذب کو اپنا ایک شاہکار ثابت کرتے ہیں اور افسانہ پسند طبیعتیں انہیں اس کارنامے پر دادِ تحسین دیتی ہیں اور اسے ترقی پسند ادب کے نام سے موسوم کرنے لگتی ہیں۔

قصّے اور حکایات ضروری نہیں کہ جھوٹ ہی ہوں اس عالم میں قصو اور سچّی حکایات کا وجود بھی ہے خود قرآنِ پاک اور احادیث شریفہ میں بھی حکایات و قصص موجود ہیں اور وہ حکایات و قصص ایسے ہیں جن میں سو فیصدی صداقت ہے اور جو اپنی صداقت کے باعث مخلوق کے لئے موجب رشد و ہدایت اور وجہ درس و عبرت ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی سچّی کتاب قرآن مجید میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ایمان افروز قصّے اور امم سابقہ کی سبق آموز حکایات بیان فرمائی ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشاداتِ عالیہ میں پہلی امتوں کے عبرت آموز واقعات اور سبق آموز حکایات سنائی ہیں اور اسی طرح بزرگانِ دین کے ارشادات اور انکی تالیفات میں بھی اس قسم کی سچّی حکایات کا وجود پایا جاتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ سب پرانی باتیں ہیں اور اس نئے دور میں ان پرانی باتوں کی طرف توجہ نہیں کی جاتی ہے کاش! مسلمان آج کل کے لایعنی افسانوں اور وضعی اور جھوٹی حکایات کی بجائے اپنے حقیقی افسانوں اور سچی حکایات کو پڑھتے پڑھاتے تو دلچسپی کے علاوہ انہیں دینی اور دنیوی فوائد بھی حاصل ہوتے۔ مدّت سے میرے دل میں یہ خیال تھا کہ قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی لٹریچر سے حقیقی قصّوں اور سچی حکایات کو جمع کروں اور انہیں سادہ اور عام فہم طرز میں قلمبند کر کے مسلمانوں کے لئے ایک ایسی کتاب لکھوں جس کا مطالعہ ان کے لئے دلچسپی بھی پیدا کرے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے لئے سبق و عبرت پیش کر کے ان کے دین و دنیا کی اصلاح بھی کرے چنانچہ اسی اپنے ارادہ

کے تحت میں نے سچی حکایات کو جمع کرنا شروع کر دیا اور قرآن و حدیث کے علاوہ اور بہت سی اسلامی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد اس سبق آموز سلسلہ کی ابتدا کر دی میرے ذہن میں یہ سلسلہ بڑا طویل ہے اور ارادہ ہے کہ اس مبارک سلسلہ کو دور تک لے جاؤں، میں نے اس تالیف کے لئے جو باب تجویز کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

پہلا باب	توحید باری-
دوسرا باب	سید الانبیاء حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم-
تیسرا باب	انبیائے کرام علیہم السلام-
چوتھا باب	خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین-
پانچواں باب	صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین-
چھٹا باب	اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین-
ساتواں باب	ائمۂ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین-
آٹھواں باب	اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین
نواں باب	سلاطین اسلام-
دسواں باب	مختلف حکایات-

چونکہ یہ سلسلہ بہت طویل ہے اس لئے اس کتاب کو تین حصوں پر تقسیم کر دیا ہے اسکا یہ پہلا حصہ جو آپ کے ہاتھ میں ہے پہلے چار ابواب پر مشتمل ہے اس میں پہلا، دوسرا، تیسرا اور چوتھا باب ہے اور باقی دوسرے ابواب انشاء اللہ دوسرے حصوں میں آئیں گے اس کتاب کے پہلے باب میں ایسی حکایات

قصّے اور حکایات ضروری نہیں کہ جھوٹ ہی ہوں اس عالم میں قصو اور سچی حکایات کا وجود بھی ہے خود قرآنِ پاک اور احادیثِ شریفہ میں بھی حکایات و قصص موجود ہیں اور وہ حکایات و قصص ایسے ہیں جن میں سو فیصدی صداقت ہے اور یہ اپنی صداقت کے باعث مخلوق کے لئے موجب رشد و ہدایت اور وجہ درسِ عبرت ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنی سچی کتاب قرآن مجید میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ایمان افروز قصّے اور امم سابقہ کی سبق آموز حکایات بیان فرمائی ہیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشاداتِ عالیہ میں پہلی امتوں کے عبرت آموز واقعات اور سبق آموز حکایات سنائی ہیں اور اسی طرح بزرگانِ دین کے ارشادات اور انکی تالیفات میں بھی اس قسم کی سچی حکایات کا وجود پایا جاتا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ یہ سب پرانی باتیں ہیں اور اس نئے دور میں ان پرانی باتوں کی طرف توجہ نہیں کی جاتی اے کاش! مسلمان آج کل کے لایعنی افسانوں اور وضعی اور جھوٹی حکایات کی بجائے اپنے حقیقی افسانوں اور سچی حکایات کو پڑھنے پڑھلتے تو دلچسپی کے علاوہ انہیں دینی اور دنیوی فوائد بھی حاصل ہوتے۔ مدّت سے میرے دل میں یہ خیال تھا کہ قرآن و حدیث اور دیگر اسلامی لٹریچر سے حقیقی قصّوں اور سچی حکایات کو جمع کروں اور انہیں سادہ اور عام فہم طرز میں قلمبند کر کے مسلمانوں کے لئے ایک ایسی کتاب لکھوں جس کا مطالعہ ان کے لئے دلچسپی بھی پیدا کرے اور ساتھ ہی ساتھ ان کے لئے سبق و عبرت پیش کر کے ان کے دین و دنیا کی اصلاح بھی کرے چنانچہ اسی اپنے ارادہ

کے تحت میں نے سچی حکایات کو جمع کرنا شروع کر دیا اور قرآن و حدیث کے علاوہ اور بہت سی اسلامی کتب کا مطالعہ کرنے کے بعد اس سنہری سلسلہ کی ابتدا کر دی۔ میرے ذہن میں یہ سلسلہ بڑا طویل ہے اور ارادہ ہے کہ اس مبارک سلسلہ کو دور تک لے جاؤں، میں نے اس تالیف کے لئے جو باب تجویز کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

پہلا باب — توحید باری۔

دوسرا باب — سید الانبیاء حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تیسرا باب — انبیائے کرام علیہم السلام۔

چوتھا باب — خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

پانچواں باب — صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

چھٹا باب — اہل بیت عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ساتواں باب — ائمۂ کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آٹھواں باب — اولیائے کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

نواں باب — سلاطین اسلام۔

دسواں باب — مختلف حکایات۔

چونکہ یہ سلسلہ بہت طویل ہے اس لئے اس کتاب کو تین حصوں پر تقسیم کر دیا ہے اس کا یہ پہلا حصہ جو آپ کے ہاتھ میں ہے پہلے چار ابواب پر مشتمل ہے۔ اس میں پہلا، دوسرا، تیسرا اور چوتھا باب ہے اور باقی دوسرے ابواب انشاء اللہ دوسرے حصوں میں آئیں گے اس کتاب کے پہلے باب میں ایسی حکایات

کا انتخاب ہے جن کا تعلق "توحید باری" سے ہے اور دوسرے باب میں ان روایات وحکایات کا ذکر ہے جن کا تعلق حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے ہے، ان سچی حکایات وروایات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب ومدارج، آپکے اختیارات وکمالات اور آپکے علوم کا پتہ چلتا ہے اور یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک ومختار ہیں اور دانائے غیوب ہیں اور ہرگز ہرگز ہماری مثل نہیں ہیں، تیسرے باب میں انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق حکایات درج ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاءِ کرام کی بہت بڑی شانیں ہیں اور اللہ تعالے نے انہیں بڑے بڑے اختیارات عطا فرمائے ہیں، چوتھے باب میں خلفا راشدین یعنی حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت مولا علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق حکایات درج ہیں جن سے ان چاریارانِ نبی کے مراتب ومدارج ظاہر ہوتے ہیں اور پتہ چلتا ہے کہ یہ چاروں ہی اللہ کے محبوب کے محبوب ہیں اور انکی محبت عین ایمان ہے، اور انکی عداوت سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ اس حصّہ میں یہ چاروں باب ہیں اور باقی کے چھ ابواب دوسرے اور تیسرے حصّے میں ہیں۔

ضرورت ہے کہ آج وہ مسلمان جو قصّوں کے شوقین ہیں وہ جھوٹی حکایات کو چھوڑ کر ان سچّی حکایات کو پڑھیں تاکہ ان کیلئے دینی ترقی کا سبب ہے اور وہ مسلمان عورتیں جو اپنے بچّوں کو جھوٹی کہانیاں سنایا کرتی ہیں ان سچی حکایات کو پڑھیں، یاد کریں اور اپنے بچّوں کو یہ سچی حکایات سنائیں تاکہ بچوں کے دل میں بھی دین کی رغبت پیدا ہو۔

ابوالنور محمّد بشیر

فہرست حکایات

حکایت نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
	پہلا باب	
	وجودِ باری اور توحید	
۱	حضرتِ امامِ اعظم کا ایک دہریہ سے مناظرہ	19
۲	حضرتِ امام جعفر صادق اور ایک دہریہ ملّاح	۲۱
۳	ایک عقلمند بڑھیا	۲۳
	دوسرا باب	
	سید الانبیاء حضور احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم	
۴	جبریلِ امین اور ایک نورانی تارہ	۲۷
۵	یمن کا بادشاہ	۲۸
۶	حضرتِ صدیقِ اکبر کا خواب	۳۲
۷	ابلیس کا پوتا	۳۴
۸	مقدس قاتل	۳۶
۹	ایک جنتر منتر سے علاج کرنیوالا	۳۹
۱۰	رکانہ پہلوان	۴۰
۱۱	خالد کی ٹوپی	۴۲

۱۲	بال کا کمال	۴۴
۱۳	بکری زندہ ہو گئی	"
۱۴	سانپ کا انڈہ	۴۵
۱۵	حضرتِ جابر کا مکان اور ایک ہزار مہمان	۴۶
۱۶	کوزے میں دریا	۴۸
۱۷	ایک صحرائی قافلہ	۴۹
۱۸	بادلوں پر حکومت	۵۱
۱۹	چاند پر حکومت	۵۲
۲۰	سورج پر حکومت	۵۳
۲۱	زمین پر حکومت	۵۴
۲۲	درختوں پر حکومت	۵۶
۲۳	دیوانہ اونٹ	۵۷
۲۴	بیت اللہ کی کنجی	۵۸
۲۵	گم شدہ اونٹنی	۵۹
۲۶	قیدی چچا	۶۰
۲۷	کبوتر کے بچے	۶۱
۲۸	جنت کی اونٹنی	۶۲
۲۹	جنگل کی ہرنی	۶۴
۳۰	ایک کافر کا مکان	۶۵
۳۱	شیر خوار بچے کا اعلان	۶۷
۳۲	رات کا چور	۶۸
۳۳	بھیڑیئے کی گواہی	۷۰

۳۴	خوش عقیدہ یعقوب	۷۱
۳۵	حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ملک الموت	۷۲
۳۶	شاہی استقبال	۷۴
۳۷	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غسل مبارک	۷۵
۳۸	قبرِ انور سے آواز	۷۶
۳۹	قبرِ انور سے اذان کی آواز	۷۷
۴۰	آسمان کا گریہ	//
۴۱	بلال کا خواب	۷۸
۴۲	امِ فاطمہ	۷۹
۴۳	ایک ہاشمی عورت	۸۰
۴۴	رسول اللہ کا پیغام ایک مجوسی کے نام	۸۱
۴۵	خواب کا دودھ	۸۳
۴۶	خواب کی روٹی	۸۴
۴۷	شاہِ روم کا قیدی	۸۵
۴۸	قاتل کی رہائی	۸۷
۴۹	جزیرے کا قیدی	۸۹
۵۰	پھنسا ہوا جہاز	۹۰
۵۱	ایک سیدزادی اور مجوسی	۹۱
۵۲	عبداللہ بن مبارک اور ایک سیدزادہ	۹۳
۵۳	ابوالحسن خرقانی اور حدیث کا درس	۹۵
۵۴	ایک ولی اور ایک محدث	۹۶
۵۵	ایک مشاعرہ	۹۸

تیسرا باب

انبیاءِ کرام علیہم السلام

۵۵	حضرتِ آدم علیہ السلام اور شیطان	۱۰۱
۵۶	شیطان کی تھوک	۱۰۲
۵۷	حضرتِ آدم علیہ السلام اور جنگلی ہرن	۱۰۳
۵۸	نوح علیہ السلام کی کشتی	۱۰۴
۵۹	طوفانِ نوح اور ایک بڑھیا	۱۰۶
۶۰	حضرتِ عزیر علیہ السلام اور خدا کی قدرت کے کرشمے	۱۰۷
۶۱	حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اور چار پرندے	۱۱۰
۶۲	تیشۂ خلیل	۱۱۲
۶۳	خلیل و نمرود کا مناظرہ	۱۱۵
۶۴	آتش کدۂ نمرود	۱۱۶
۶۵	خلیل و جبریل	۱۱۷
۶۶	جبریل کی مشقت	۱۱۸
۶۷	بیٹے کی قربانی	۱۱۹
۶۸	فرعون کا خواب	۱۲۱
۶۹	فرعون کی بیٹی	۱۲۴
۷۰	موسےٰ علیہ السلام کا مُکّہ	۱۲۵
۷۱	موسےٰ علیہ السلام کا طمانچہ	۱۲۶
۷۲	مدین کا کنواں	۱۲۷

۷۳	درخت سے آواز	۱۳۰
۷۴	خوفناک سانپ	۱۳۱
۷۵	اژدہا کا حملہ	۱۳۲
۷۶	جادوگروں کی شکست	۱۳۳
۷۷	پانی کا عذاب	۱۳۵
۷۸	ٹڈی دَل	۱۳۶
۷۹	جوئیں اور مینڈک	۱۳۷
۸۰	خون ہی خون	۱۳۹
۸۱	فرعون کی ہلاکت	۱۴۰
۸۲	نمک حرام غلام	۱۴۲
۸۳	حضرتِ موسےٰ علیہ السلام اور ایک بڑھیا	۱۴۳
۸۴	بنی اسرائیل کی گمراہی	۱۴۴
۸۵	سامری سنار	۱۴۵
۸۶	قاتل کا سراغ	۱۴۷
۸۷	حضرتِ موسےٰ اور حضرتِ خضر علیہما السلام	۱۵۰
۸۸	جانوروں کی بولیاں	۱۵۴
۸۹	طوفانِ باد	۱۵۶
۹۰	پتھر کی اونٹنی	۱۵۷
۹۱	ٹھنڈا چشمہ	۱۵۸
۹۲	ایک عظیم الشان حکومت	۱۶۰
۹۳	سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ	۱۶۹
۹۴	ماں کی مامتا	۱۷۰

۹۵	سلیمان علیہ السلام اور ملک الموت	۱۷۱
۹۶	سوتیلی بیٹی	۱۷۲
۹۷	تیرہ سو سال کی عمر کا بادشاہ	۱۷۴
۹۸	بے ثباتی دنیا	۱۷۶
۹۹	یوسف علیہ السلام اور آئینہ	۱۷۸
۱۰۰	برادرانِ یوسف	۱۷۹
۱۰۱	روشن قمیص	۱۸۲
۱۰۲	جعل سازی	۱۸۳
۱۰۳	خوش نصیب کا قافلہ	۱۸۴
۱۰۴	شمع اور اس کے پروانے	۱۸۶
۱۰۵	مصر کی رئیس زادی	۱۸۸
۱۰۶	عزیزِ مصر	۱۸۹
۱۰۷	زلیخا	۱۹۰
۱۰۸	تاثیرِ حسن	۱۹۴
۱۰۹	ساقی و باورچی	۱۹۶
۱۱۰	بادشاہ کا خواب	۱۹۸
۱۱۱	تاجپوشی	۲۰۰
۱۱۲	یوسف و زلیخا	۲۰۲
۱۱۳	قحط سالی	۲۰۶
۱۱۴	پیالے کی گمشدگی	۲۱۰
۱۱۵	افشائے راز	۲۱۳
۱۱۶	قمیصِ یوسف	۲۱۴

۱۱۷	بچھڑوں کا ملاپ	۲۱۶
۱۱۸	بے موسم کا پھل	۲۱۷
۱۱۹	خدا کی نشانی	۲۲۰
۱۲۰	شاگرد یا استاد	۲۲۴
۱۲۱	دستِ مسیحا	۲۲۵
۱۲۲	اندھا اور لنگڑا چور	۲۲۶
۱۲۳	دنیا پرست کا انجام	۲۲۸
۱۲۴	ناکام قاتل	۲۳۰

چوتھا باب

خلفاءِ راشدین

۱۲۵	صدیقِ اکبر کا خواب	۲۳۵
۱۲۶	یارِ غار	۲۳۸
۱۲۷	آسمان کے تارے	۲۴۳
۱۲۸	پانچ چیزیں	۲۴۵
۱۲۹	پلصراط کی راہداری	۲۴۶
۱۳۰	انگوٹھی کا نقش	۲۴۷
۱۳۱	خدا کی تصدیق	۲۴۸
۱۳۲	بلال کی آزادی	۲۴۹
۱۳۳	غزوۂ تبوک	۲۵۰
۱۳۴	دلیر و بہادر	۲۵۲

۱۳۵	خطبۂ خلافت	۲۵۳
۱۳۶	پُراسرار خادم	۲۵۴
۱۳۷	فراقِ محبوب	۲۵۶
۱۳۸	دیدارِ محبوب	"
۱۳۹	وصیت	۲۵۷
۱۴۰	ابو عبیدہ کا خواب	۲۵۸
۱۴۱	جنازہ	۲۵۹
۱۴۲	عمر بن الخطاب	۲۶۰
۱۴۳	اعلانِ حق	۲۶۴
۱۴۴	قفلِ جہنم	۲۶۵
۱۴۵	دبدبۂ فاروق	۲۶۶
۱۴۶	غیرتِ فاروق	۲۶۷
۱۴۷	عدلِ فاروق	۲۶۸
۱۴۸	غیبی آواز	۲۶۹
۱۴۹	نظرِ ایمان	۲۷۱
۱۵۰	فیصلہ	۲۷۳
۱۵۱	پانی پر حکومت	۲۷۴
۱۵۲	فقیر صفت بادشاہ	۲۷۷
۱۵۳	مقدس نقاب پوش	۲۷۸
۱۵۴	فاروقِ اعظم اور بدّو	۲۸۴
۱۵۵	فاروقِ اعظم اور ایک بڑھیا	۲۸۶
۱۵۶	نفیس حلوا	۲۸۸

۱۵۷	اسکندریہ کی فتح	۲۸۹
۱۵۸	رعیت اور قیامت	۲۹۰
۱۵۹	روم کا ایلچی	۲۹۱
۱۶۰	فاروقِ اعظمؓ اور ایک چور	۲۹۲
۱۶۱	فاروقِ اعظمؓ کی شہادت	۲۹۳
۱۶۲	عثمانِ ذوالنورین	۲۹۸
۱۶۳	حیاءِ عثمانؓ	۲۹۹
۱۶۴	عثمانِ غنیؓ سخاوت کا دھنی	۳۰۰
۱۶۵	جنت کا چشمہ	۳۰۱
۱۶۶	مبارک ہاتھ	۳۰۲
۱۶۷	بے نظیر ضیافت	۳۰۵
۱۶۸	مُہر کی گمشدگی	۳۰۶
۱۶۹	ایک فتنے باز یہودی	۳۰۷
۱۷۰	حاکم کی تبدیلی	۳۱۰
۱۷۱	جعلی خط	۳۱۱
۱۷۲	حضرتِ عثمانؓ کی شہادت	۳۱۳
۱۷۳	علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ	۳۲۰
۱۷۴	ابوتراب	۳۲۱
۱۷۵	حیدرِ کرار	۳۲۲
۱۷۶	زرہ کی چوری	۳۲۵
۱۷۷	عجیب فیصلہ	۳۲۶
۱۷۸	آٹھ روٹیاں	۳۳۰

۱۷۹	جنگلی درندہ	۳۳۲
۱۸۰	جبریل کی تلاش	۳۳۳
۱۸۱	لڑکے کی ماں	۳۳۴
۱۸۲	مشکل سوالات	۳۳۵
۱۸۳	یہودی کی داڑھی	۳۳۶
۱۸۴	حضرت علی اور اخلاص	۳۳۷
۱۸۵	علی المرتضیٰ کی شہادت	۳۳۹
۱۸۶	نبی کے چار یار	۳۴۱
۱۸۷	پنجتن پاک	۳۴۳
۱۸۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان	"
۱۸۹	جزیرے کا جن	۳۴۶
۱۹۰	صدیق و فاروق کا دشمن	۳۴۷
۱۹۱	ایک بے دین کمہار	۳۴۹
۱۹۲	خطرناک درندہ	۳۵۰

وجودِ باری

اور

توحید

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ

پہلا باب

وجودِ باری اور توحید

حکایت نمبر ۱

حضرتِ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک دہریہ سے مناظرہ

ہمارے امام حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک دہریہ، خدا کی ہستی کے منکر سے مناظرہ مقرر ہوا اور موضوعِ مناظرہ یہی مسئلہ تھا کہ عالم کا کوئی خالق ہے یا نہیں؟ اس اہم مسئلہ پر مناظرہ اور پھر اتنے بڑے امام سے، چنانچہ میدانِ مناظرہ میں دوست دشمن سبھی جمع ہو گئے مگر حضرتِ امامِ اعظم وقتِ مقررہ سے بہت دیر کے بعد مجلس میں تشریف لائے، دہریہ نے پوچھا

کہ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کا جواب یہ دوں
کہ میں ایک جنگل کی طرف نکل گیا تھا وہاں ایک عجیب واقعہ نظر آیا جس کو دیکھ کر
میں حیرت میں آکر وہیں کھڑا ہو گیا اور وہ واقعہ یہ تھا کہ دریا کے کنارے
ایک درخت تھا، دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت خود بخود کٹ کر زمین پر گر
پڑا پھر خود بخود اس کے تختے تیار ہوئے پھر ان تختوں کی خود بخود ایک
کشتی تیار ہوئی اور خود بخود ہی دریا میں چلی گئی اور پھر خود بخود ہی وہ دریا
کے اس طرف کے مسافروں کو اس طرف اور اس طرف کے مسافروں
کو اس طرف لانے اور لے جانے لگی، پھر ہر ایک سواری سے خود ہی
کرایہ بھی وصول کرتی تھی،

تو بتاؤ تم میری اس بات پر یقین کر لوگے؟

دہریہ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہا، آپ جیسا بزرگ اور
امام ایسا جھوٹ بولے تو تعجب ہے بھلا یہ کام کہیں خود بخود ہو سکتے
ہیں؟ جب تک کوئی کرنے والا نہ ہو کسی طرح نہیں ہو سکتے۔

حضرت امامِ اعظم نے فرمایا کہ یہ تو کچھ بھی کام نہیں ہیں تمہارے
نزدیک تو اس سے بھی زیادہ بڑے بڑے عالیشان کام خود بخود بغیر کسی
کرنے والے کے تیار ہوتے ہیں، یہ زمین، یہ آسمان، یہ چاند، یہ سورج
یہ ستارے، یہ باغات، یہ صدہا قسم کے رنگین پھول اور شیریں پھل
یہ پہاڑ، یہ چوپائے، یہ انسان اور یہ ساری خدائی بغیر بنانے والے
کے تیار ہو گئی ہے، اگر ایک کشتی کا بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود

بن جانا جھوٹ ہے تو سارے جہان کا بغیر بنانے والے کے بن جانا اس سے بھی زیادہ جھوٹ ہے۔

دہریہ آپ کی تقریر سن کر دم بخود حیرت میں آگیا اور فوراً اپنے عقیدہ سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر کبیر صـ۲۲۱ ج ۱)

سبق: اس کائنات کا یقیناً ایک خالق ہے جس کا نام اللہ ہے اور وجودِ باری کا انکار عقل کے بھی خلاف ہے۔

حکایت نمبر ۲

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اور ایک دہریہ ملّاح

خدا کی ہستی کے ایک منکر کی جو ملاح تھا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے گفتگو ہوئی، وہ ملاح کہتا تھا کہ خدا کوئی نہیں (معاذ اللہ!) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تم جہاز ران ہو، یہ تو بتاؤ کبھی سمندری طوفان سے بھی تمہیں سابقہ پڑا؟ وہ بولا ہاں! مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ سمندر کے سخت طوفان میں میرا جہاز پھنس گیا تھا، حضرت امام نے فرمایا پھر کیا ہوا؟ وہ بولا، میرا جہاز غرق ہو گیا اور سب لوگ جو اس پر سوار تھے ڈوب کر ہلاک ہو گئے، آپ نے پوچھا اور تم کیسے بچ گئے؟ وہ بولا میرے ہاتھ جہاز کا ایک تختہ آگیا، میں اس کے سہارے تیرتا ہوا ساحل کے کچھ قریب پہنچ گیا

مگر ابھی ساحل دور ہی تھا کہ وہ تختہ بھی ہاتھ سے چھوٹ گیا، پھر میں نے خود ہی کوشش شروع کر دی اور ہاتھ پیر مار کر کسی نہ کسی طرح کنارے آ لگا، حضرت امامِ جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے، لو اب سنو! جب تم اپنے جہاز پر سوار تھے تو تمہیں اپنے جہاز پر اعتماد و بھروسہ تھا کہ یہ جہاز پار لگا دے گا اور جب وہ ڈوب گیا تو پھر تمہارا اعتماد و بھروسہ اس تختے پر رہا جو اتفاقاً تمہارے ہاتھ لگ گیا تھا مگر جب وہ بھی تمہارے ہاتھ سے چھوٹ گیا تو اب سوچ کر بتاؤ کہ اس بے سہارا وقت اور بے چارگی کے عالم میں بھی کیا تمہیں یہ امید تھی کہ اب بھی کوئی بچانا چاہے تو میں بچ سکتا ہوں؟ وہ بولا ہاں! یہ امید تو تھی، حضرت نے فرمایا مگر وہ امید تھی کس سے کہ کون بچا سکتا ہے؟ اب وہ دہریہ خاموش ہو گیا اور آپ نے فرمایا خوب یاد رکھو اس بے چارگی کے عالم میں تمہیں جس ذات پر امید تھی وہی خدا ہے اور اسی نے تمہیں بچا لیا تھا، ملّاح یہ سن کر ہوش میں آ گیا اور اسلام لے آیا۔ (تفسیر کبیر صد ۲۲۱، ج ۱)

سبق: خدا ہے اور یقیناً ہے اور مصیبت کے وقت غیر اختیاری طور پر بھی خدا کی طرف خیال جاتا ہے گویا خدا کی ہستی کا اقرار فطری چیز ہے۔

حکایت نمبر۲۱

ایک عقلمند بڑھیا

ایک عالم نے ایک بڑھیا کو چرخہ کاتتے دیکھ کر فرمایا کہ بڑھیا! ساری عمر چرخہ ہی کاتا یا کچھ اپنے خدا کی بھی پہچان کی؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ بیٹا سب کچھ اسی چرخہ میں دیکھ لیا، فرمایا! بڑی بی! یہ تو بتاؤ کہ خدا موجود ہے یا نہیں؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں ہر گھڑی اور رات دن ہر وقت خدا موجود ہے، عالم نے فرمایا مگر اس کی دلیل؟ بڑھیا بولی، دلیل یہ میرا چرخہ، عالم نے پوچھا یہ کیسے؟ وہ بولی وہ ایسے کہ جب تک میں اس چرخہ کو چلاتی رہتی ہوں یہ برابر چلتا رہتا ہے اور جب میں اسے چھوڑ دیتی ہوں تب یہ ٹھہر جاتا ہے تو جب اس چھوٹے سے چرخہ کو ہر وقت چلانے والے کی ضرورت ہے تو زمین و آسمان، چاند، سورج کے اتنے بڑے چرخوں کو کس طرح چلانے والے کی ضرورت نہ ہوگی؛ پس جس طرح میرے کاٹھ کے چرخہ کو ایک چلانے والا چاہیئے اسی اسی طرح زمین و آسمان کے چرخہ کو ایک چلانے والا چاہیئے جب تک وہ چلاتا رہے گا یہ سب چرخے چلتے رہیں گے اور جب وہ چھوڑ دے گا تو یہ ٹھہر جائیں گے مگر ہم نے کبھی زمین و آسمان، چاند سورج کو ٹھہرے نہیں دیکھا تو جان لیا کہ ان کا چلانے والا ہر گھڑی موجود ہے۔

مولوی صاحب نے سوال کیا، اچھا یہ بتاؤ کہ آسمان و زمین کا چرخہ چلانے والا ایک ہے یا دو؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ایک ہے اور اس دعوے کی دلیل بھی یہی میرا چرخہ ہے کیوں کہ جب اس چرخہ کو میں اپنی مرضی سے ایک طرف کو چلاتی ہوں یہ چرخہ میری مرضی سے ایک ہی طرف کو چلتا ہے اگر کوئی دوسری چلانے والی بھی ہوتی پھر یا تو وہ میری مددگار ہو کر میری مرضی کے مطابق چرخہ چلاتی تب تو چرخہ کی رفتار تیز ہو جاتی اور اس چرخہ کی رفتار میں فرق آکر نتیجہ حاصل نہ ہوتا اور اگر وہ میری مرضی کے خلاف اور میرے چلانے کی مخالف جہت پر چلاتی تو یہ چرخہ چلنے سے ٹھہر جاتا یا ٹوٹ جاتا مگر ایسا نہیں ہوتا اس وجہ سے کہ کوئی دوسری چلانے والی نہیں ہے اسی طرح آسمان و زمین کا چلانے والا اگر کوئی دوسرا ہوتا تو ضرور آسمانی چرخہ کی رفتار تیز ہو کر دن رات کے نظام میں فرق آجاتا یا چلنے سے ٹھہر جاتا یا ٹوٹ جاتا جب ایسا نہیں ہے تو ضرور آسمان و زمین کے چرخہ کو چلانے والا ایک ہی ہے۔

(سیرت الصالحین ص: ۳۰)

سبق: دنیا کی ہر چیز اپنے خالق کے وجود اور اس کی یکتائی پر شاہد ہے مگر عقلِ سلیم درکار ہے۔

سید الانبیاء

حضور احمدِ مجتبیٰ

محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

دوسرا باب

سید الانبیاء حضور احمدِ مجتبےٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حکایت نمبر ۴

جبریلِ امین اور ایک نورانی تارہ

ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلِ امین علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ اے جبریل تمہاری عمر کتنی ہے؟ تو جبریل نے عرض کیا حضور مجھے کچھ خبر نہیں ہاں اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ چمکتے دیکھا ہے، حضور علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا وَعِزَّةِ رَبِّي أَنَا ذٰلِكَ الْكَوْكَبُ میرے رب کی عزت کی قسم! میں ہی وہ نورانی تارہ ہوں۔ (روح البیان صہ ۹۷۴ ج ۱)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی ہر چیز سے پہلے پیدا فرمائے گئے ہیں اور آپ کا نورِ پاک اس وقت بھی تھا جب کہ نہ کوئی فرشتہ

تھا نہ کوئی بشر نہ زمین تھی نہ آسمان اور نہ کوئی اور شئے صلی اللہ علیہ وسلم۔

حکایت نمبر ۵

یمن کا بادشاہ

کتاب المستطرف اور حجۃ اللہ علی العالمین اور تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار سال پیشتر یمن کا بادشاہ تبع اول حمیری تھا' ایک مرتبہ وہ اپنی سلطنت کے دورہ کو نکلا، بارہ ہزار عالم اور حکیم اور ایک لاکھ بتیس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لئے اور اس شان سے نکلا کہ جہاں بھی پہنچا اس کی شان و شوکت شاہی دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف سے نظارہ کو جمع ہو جاتی تھی' یہ بادشاہ جب دورہ کرتا ہوا مکہ معظمہ پہنچا تو اہل مکہ سے کوئی اسے دیکھنے نہ آیا، بادشاہ حیران ہوا اور اپنے وزیر اعظم سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس شہر میں ایک گھر ہے جسے بیت اللہ کہتے ہیں، اس کی اور اس کے خادموں کی جو یہاں کے باشندے ہیں تمام لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں اور جتنا آپ کا لشکر ہے اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں اور یہاں کے باشندوں کی خدمت کر کے چلے جاتے ہیں، پھر آپ کا لشکر ان کے خیال میں کیوں آئے، یہ سن کر بادشاہ کو غصہ آیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں اس گھر کو کھدوا دوں گا اور یہاں کے باشندوں کو قتل کروا دوں گا' یہ کہنا تھا کہ

بادشاہ کے ناک، منہ اور آنکھوں سے خون بہنا شروع ہوگیا اور ایسا بدبودار مادہ بہنے لگا کہ اس کے پاس بیٹھنے کی بھی کسی کو طاقت نہ رہی، اس مرض کا علاج کیا گیا مگر افاقہ نہ ہوا، شام کے وقت بادشاہ کے ہمراہی علماء میں سے ایک عالم ربانی تشریف لائے اور نبض دیکھ کر فرمایا، مرض آسمانی ہے، اور علاج زمین کا ہو رہا ہے، اے بادشاہ! آپ نے اگر کوئی بری نیت کی ہے تو فوراً اس سے توبہ کیجئے، بادشاہ نے دل ہی دل میں بیت اللہ شریف اور خدام کعبہ کے متعلق اپنے ارادہ سے توبہ کی، توبہ کرتے ہی اس کا وہ خون اور مادہ بہنا بند ہوگیا اور پھر صحت کی خوشی میں اس نے بیت اللہ شریف کو ریشمیں غلاف چڑھایا اور شہر کے ہر باشندے کو سات سات اشرفی اور سات سات ریشمی جوڑے نذر کئے۔

پھر یہاں سے چل کر جب مدینہ منورہ پہنچا تو ہمراہی علمائے نے جو کتب سماویہ کے عالم تھے وہاں کی مٹی کو سونگھا اور کنکریوں کو دیکھا اور نبی آخر الزماں کی ہجرت گاہ کی جو علامتیں انہوں نے پڑھی تھیں، ان کے مطابق اس سرزمین کو پایا تو باہم عہد کر لیا کہ ہم یہاں ہی مر جائیں گے مگر اس سرزمین کو نہ چھوڑیں گے، اگر ہماری قسمت نے یاوری کی تو کبھی نہ کبھی جب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائیں گے ہمیں بھی زیارت کا شرف حاصل ہو جائے گا، ورنہ ہماری قبروں پر تو ضرور ہی کبھی نہ کبھی ان کی جوتیوں کی مقدس خاک اڑ کر پڑ جائے گی جو ہماری نجات کے لئے کافی ہے۔

یہ سن کر بادشاہ نے ان عالموں کے واسطے چار سو مکان بنوائے اور

اس بڑے عالمِ ربانی کے مکان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ایک دو منزلہ عمدہ مکان تیار کرایا اور وصیت کردی کہ جب آپ تشریف لائیں تو یہ مکان آپ کی آرام گاہ ہوگی اور ان چار سو علماء کی کافی مالی امداد بھی کی اور کہا، تم ہمیشہ یہیں رہو اور پھر اس بڑے عالمِ ربانی کو ایک خط لکھ دیا اور کہا کہ میرا یہ خط اس نبی آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دینا اور اگر زندگی بھر تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع نہ ملے تو اپنی اولاد کو وصیّت کر دینا کہ نسلاً بعد نسل میرا یہ خط محفوظ رکھیں حتٰی کہ سرکارِ ابد قرار صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ یہ کہہ کر بادشاہ وہاں سے چل دیا۔

وہ خط نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہزار سال بعد پیش ہوا کیسے ہوا اور خط میں کیا لکھا تھا؟ سُنئے اور عظمتِ مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا اعتراف فرمائیے، خط کا مضمون یہ تھا:۔

(ترجمہ) "کمترین مخلوق تبع اول حمیری کی طرف سے شفیع المذنبین سید المرسلین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اما بعد: اے اللہ کے حبیب! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور جو کتاب آپ پر نازل ہوگی اس پر بھی ایمان لاتا ہوں اور میں آپ کے دین پر ہوں، پس اگر مجھے آپ کی زیارت کا موقع مل گیا تو بہت اچھا و غنیمت اور اگر میں آپ کی زیارت نہ کرسکا تو میری شفاعت فرمانا اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کرنا، میں آپ کی پہلی امت میں سے

ہوں اور آپ کے ساتھ آپ کی آمد سے پہلے ہی بیعت کرتا ہوں،
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور آپ اس کے سچے
رسول ہیں۔"

شاہ یمن کا یہ خط نسلاً بعد نسل ان چار سو علماء کے اندر حرز جان کی حیثیت سے محفوظ چلا آیا یہاں تک کہ ایک ہزار سال کا عرصہ گزر گیا، ان علماء کی اولاد اس کثرت سے بڑھی کہ مدینہ کی آبادی میں کئی گنا اضافہ ہوگیا اور یہ خط دست بدست مع وصیت کے اس بڑے عالم ربانی کی اولاد میں سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور آپ نے وہ خط اپنے غلام خاص ابولیلی کی تحویل میں رکھا اور جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ منورہ پہنچے اور مدینہ منورہ کی الوداعی گھاٹی ثنیات کی گھاٹیوں سے آپ کی اونٹنی نمودار ہوئی اور مدینہ کے خوش نصیب لوگ محبوب خدا کا استقبال کرنے کو جوق در جوق آرہے تھے اور کوئی اپنے مکانوں کو سجا رہا تھا تو کوئی گلیوں اور سڑکوں کو صاف کر رہا تھا کوئی دعوت کا انتظام کر رہا تھا اور سب یہی اصرار کر رہے تھے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف فرما ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کی نکیل چھوڑ دو جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہوگی چنانچہ جو دو منزلہ مکان شاہ یمن تبع نے حضور کی خاطر بنوایا تھا وہ اس وقت حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی تحویل میں تھا اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی جا کر ٹھہر گئی۔ لوگوں نے ابولیلی کو بھیجا کہ جاؤ حضور کو شاہ یمن تبع کا

خط دے آؤ جب ابولیلیٰ حاضر ہوا تو حضور نے اسے دیکھتے ہی فرمایا تو ابولیلیٰ ہے؟ یہ سن کر ابولیلیٰ حیران ہو گیا حضور نے پھر فرمایا، میں محمد رسول اللہ ہوں شاہ یمن کا جو میرا خط تمہارے پاس ہے لاؤ وہ مجھے دو چنانچہ ابولیلیٰ نے وہ خط دیا اور حضور نے پڑھ کر فرمایا، صالح بھائی تبع کو آفریں و شاباش ہے (میزان الادیان ص۱۷۱)

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ہر زمانے میں چرچا رہا اور خوش قسمت افراد نے ہر دور میں حضور سے فیض پایا اور صلی اللہ علیہ وسلم اگلی پچھلی تمام باتیں جانتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی خوشی میں مکانات اور بازاروں کو سجانا اور مزین کرنا صحابہ کرام کی سنت ہے پھر آج اگر حضور کی آمد کی خوشی میں بازاروں کو سجایا جائے گھروں کو مزین کیا جائے اور جلوس نکالا جائے تو اسے بدعت کہنے والا خود کیوں بدعتی نہ ہوگا۔

حکایت نمبر ۶

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قبل از اسلام ایک بہت بڑے تاجر تھے، آپ تجارت کے سلسلہ میں ملک شام میں تشریف فرما تھے کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ چاند اور سورج آسمان سے اتر کر ان کی گود میں آپڑے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے چاند اور سورج کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور انہیں اپنی چادر کے اندر کر لیا صبح اٹھے تو

ایک عیسائی راہب کے پاس پہنچے اور اس سے اس خواب کی تعبیر پوچھی، راہب نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میں ابوبکر ہوں اور مکہ کا رہنے والا ہوں راہب نے پوچھا کون سے قبیلہ سے ہیں آپ؟ فرمایا، بنو ہاشم سے، اور ذریعۂ معاش کیا ہے؟ فرمایا تجارت! راہب نے کہا تو پھر غور سے سن لو نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں وہ بھی اسی قبیلہ بنی ہاشم سے ہیں اور وہ آخری نبی ہیں اور اگر وہ نہ ہوتے تو خدا تعالیٰ زمین و آسمان کو پیدا نہ فرماتا اور کسی نبی کو بھی پیدا نہ فرماتا، وہ اولین و آخرین کے سردار ہیں اور اے ابوبکر! تم اس کے دین میں شامل ہو گے اور اس کے وزیر اور اس کے بعد اس کے خلیفہ بنو گے، یہ ہے تمہارے خواب کی تعبیر اور یہ بھی سن لو میں نے اس نبی پاک کی تعریف و نعت تورات و انجیل میں پڑھی ہے اور میں اس پر ایمان لا چکا ہوں اور مسلمان ہوں لیکن عیسائیوں کے خوف سے اپنے ایمان کا اظہار نہیں کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے خواب کی یہ تعبیر سنی تو عشقِ رسول کا جذبہ بیدار ہوا اور آپ فوراً مکہ معظمہ میں واپس آئے اور حضور کی تلاش کر کے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور دیدارِ پرانوار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔ حضور نے فرمایا، ابوبکر! تم آگئے، لو اب جلدی کرو اور دینِ حق میں داخل ہو جاؤ۔ صدیق اکبر نے عرض کیا بہت اچھا حضور! مگر کوئی معجزہ تو دکھلایئے۔ حضور نے فرمایا، وہ خواب جو شام میں دیکھ کر آئے ہو اور اس کی تعبیر جو اس راہب سے سن کر آئے ہو میرا ہی تو معجزہ ہے۔ صدیق اکبر نے یہ سن کر عرض کیا: صَدَقْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! اَنَا اَشْھَدُ

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ "سچ فرمایا اے اللہ کے رسول آپ نے اور
میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں (جامع المعجزات ص۴)

سبق: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم
کے وزیر اور خلیفہ برحق ہیں اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات
چھپی نہیں رہتی آپ دانائے غیوب ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام مخلوق ہمارے
حضور کے ہی صدقہ میں پیدا کی گئی ہے اگر حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو!
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

حکایت نمبر ۷

ابلیس کا پوتا

بیہقی میں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
ایک روز ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تہامہ کی ایک پہاڑی پر بیٹھے
تھے کہ اچانک ایک بوڑھا ہاتھ میں عصا لئے ہوئے حضور رسول الثقلین سید الانبیاء
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا اور سلام عرض کیا حضور نے جواب دیا
اور فرمایا، اس کی آواز جنّوں کی سی ہے پھر آپ نے اس سے دریافت کیا
تو کون ہے؟ اس نے عرض کیا حضور میں جنّ ہوں میرا نام ہامہ ہے بیٹا ہیم
کا اور ہیم بیٹا لاقیس کا اور لاقیس بیٹا ابلیس کا ہے حضور نے فرمایا تو گویا تیرے

اور ابلیس کے درمیان صرف دو پشتیں ہیں، پھر فرمایا اچھا یہ بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا یارسول اللہ! جتنی عمر دنیا کی ہے اتنی ہی میری ہے کچھ تھوڑی سی کم ہے حضور جن دنوں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا اس وقت میں کئی برس کا بچہ ہی تھا مگر بات سمجھتا تھا، پہاڑوں میں دوڑتا پھرتا تھا اور لوگوں کا کھانا و غلہ چوری کر لیا کرتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں وسوسے بھی ڈال لیتا تھا کہ وہ اپنے خویش و اقربا سے بدسلوکی کریں۔

حضور نے فرمایا: تب تو تم بہت بُرے ہو، اس نے عرض کی حضور مجھے ملامت نہ فرمائیے اس لئے کہ اب میں حضور کی خدمت میں توبہ کرنے حاضر ہوا ہوں، یارسول اللہ! میں نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور ایک سال تک ان کے ساتھ ان کی مسجد میں رہا ہوں اس سے پہلے میں ان کی بارگاہ میں بھی توبہ کر چکا ہوں، حضرت ہود، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی صحبتوں میں بھی رہ چکا ہوں اور ان سے توراۃ سیکھی ہے اور ان کا سلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا تھا، اور اے نبیوں کے سردار! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرے تو میرا سلام ان کو پہنچانا، سو حضور! اب میں اس امانت سے سبکدوش ہونے کو حاضر ہوا ہوں اور یہ بھی آرزو ہے کہ آپ اپنی زبان حق ترجمان سے مجھے کچھ کلام اللہ تعلیم فرمائیے، حضور علیہ السلام نے اسے سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون، اخلاص اور معوذتین اور اذا الشمس تعلیم فرمائیں اور یہ بھی فرمایا کہ اے ہامہ! جس وقت

تمہیں کوئی احتیاج ہو پھر میرے پاس آجانا اور ہم سے ملاقات نہ چھوڑنا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے تو وصال فرمایا لیکن ہامہ کی بابت پھر کچھ نہ فرمایا، خدا جانے ہامہ اب بھی زندہ ہے یا مر گیا ہے

(خلاصۃ التفاسیر ص ۱۷۰)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رسول الثقلین اور رسول الکل ہیں اور آپ کی بارگاہِ عالیہ جن وانس کی مرجع ہے۔

حکایت نمبر ۸

مقدّس قاتل

مکہ معظمہ میں ایک کافر ولید نامی رہتا تھا، اس کا ایک سونے کا بُت تھا جسے وہ پوجا کرتا تھا، ایک دن اس بت میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ بولنے لگا، اس بت نے کہا "لوگو! محمد اللہ کا رسول نہیں ہے، اس کی ہرگز تصدیق نہ کرنا" (معاذ اللہ) ولید بڑا خوش ہوا اور باہر نکل کر اپنے دوستوں سے کہا، مبارک باد! آج میرا معبود بولا ہے اور صاف صاف اس نے کہا ہے کہ محمد اللہ کا رسول نہیں ہے، یہ سن کر لوگ اس کے گھر آئے تو دیکھا کہ واقعی اس کا بت یہ جملے دہرا رہا ہے، وہ لوگ بھی بہت خوش ہوئے اور دوسرے دن ایک عام اعلان کے ذریعے ولید کے گھر میں ایک بہت بڑا اجتماع ہو گیا تاکہ اس دن بھی وہ لوگ بت کے منہ سے

وہی جملہ سنیں، جب بڑا اجتماع ہو گیا تو ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دعوت دی تاکہ حضور خود بھی تشریف لا کر بت کے منہ سے وہی بکواس سن جائیں چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے، جب حضور تشریف لائے نوبت بول اٹھا:-

"اے مکہ والو! خوب جان لو کہ محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں
ان کا ہر ارشاد سچا ہے اور ان کا دین برحق ہے تم اور تمہارے
بت جھوٹے، گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہیں اگر تم اس سچے
رسول پر ایمان نہ لاؤ گے تو جہنم میں جاؤ گے پس عقلمندی سے
کام لو اور اس سچے رسول کی غلامی اختیار کر لو۔"

بت کا یہ وعظ سن کر ولید بڑا گھبرایا اور اپنے معبود کو پکڑ کر زمین پر دے مارا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ طور پر واپس ہوئے تو راستے میں ایک گھوڑے کا سوار جو سبز پوش تھا حضور سے ملا اس کے ہاتھ میں تلوار تھی جس سے خون بہہ رہا تھا، حضور نے فرمایا تم کون ہو؟ وہ بولا حضور! میں جنّ ہوں اور آپ کا غلام اور مسلمان ہوں جبل طور پر رہتا ہوں، میرا نام مہین بن العبہر ہے، میں کچھ دنوں کے لئے کہیں باہر گیا ہوا تھا آج گھر واپس آیا تو میرے گھر والے رو رہے تھے میں نے وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ ایک کافر جن جس کا نام مسفر تھا وہ مکہ میں آکر ولید کے بت میں گھس کر حضور کے خلاف بکواس کر گیا ہے اور آج پھر گیا ہے تاکہ پھر بت میں

گھس کر آپ کے متعلق بکواس کرے یا رسول اللہ! مجھے سخت غصہ آیا۔ میں تلوار لے کر اس کے پیچھے دوڑا اور راستے ہی میں قتل کر دیا اور پھر میں خود ولید کے بت کے اندر گھس گیا اور آج جس قدر تقریر کی ہے میں نے ہی کی ہے یا رسول اللہ!

حضور نے یہ قصہ سنا تو آپ نے بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اس اپنے غلام جن کے لئے دعا فرمائی۔ (جامع المعجزات ص۷)

سبق: ہمارے حضور جنّوں کے بھی رسول ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک کے خلاف سننے سنانے کے لئے کوئی جلسہ کرنا یہ ولید جیسے کافر کی سنت ہے۔

حکایت نمبر ۹

ایک جنتر منتر سے علاج کرنے والا

قبیلہ ازدشنوءۃ میں ایک شخص تھا جس کا نام ضماد تھا، وہ اپنے جنتر منتر سے لوگوں کے جن بھوت وغیرہ کے سائے اتارا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ مکہ معظمہ میں آیا تو بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ محمد کو جن کا سایہ ہے یا جنون ہے (معاذ اللہ) ضماد نے کہا میں ایسے بیماروں کا علاج اپنے جنتر منتر سے کر لیتا ہوں مجھے دکھاؤ، وہ کہاں ہے؟ وہ اسے حضور کے پاس لے آئے ضماد جب حضور کے پاس بیٹھا تو حضور نے فرمایا، ضماد اپنا

جنتر منتر پھر سنانا پہلے میرا کلام سنو چنانچہ آپ نے اپنی زبانِ حق سے یہ خطبہ پڑھنا شروع کیا:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

ضماد نے یہ خطبہ مبارکہ سنا تو مبہوت رہ گیا اور عرض کرنے لگا حضور! ایک بار پھر پڑھیئے حضور نے پھر یہی خطبہ پڑھا، اب ضماد (وہ ضماد جو سایہ اتار آیا تھا اس کا اپنا سایہ کفر اتر نے لگا ہے دیکھئے) نہ رہ سکا اور بولا:۔

"خدا کی قسم! میں نے کئی کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کی باتیں سنیں لیکن جو آپ سے میں نے سنا ہے یہ تو معناً ایک بحرِ ذخار ہے اپنا ہاتھ بڑھایئے، میں آپ کی بیعت کرتا ہوں، یہ کہہ کر مسلمان ہو گیا اور جو لوگ اسے علاج کرنے کے لئے لائے تھے حیران و پشیمان واپس پھرے" (مسلم ص ۳۲ ج ۱)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان میں وہ تاثیر پاک تھی کہ بڑے بڑے سنگ دل موم ہو جاتے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور کو جو لوگ ساحر و مجنون کہتے تھے دراصل وہ خود ہی مجنون تھے اسی طرح آج بھی جو شخص حضور کے علم و اختیار اور آپ کے نورِ جمال کا انکار کرتا ہے وہ دراصل

خود ہی جاہل، سیاہ دل اور سیاہ رو ہے۔

حکایت نمبر ۱۰

رکانہ پہلوان

بنی ہاشم میں ایک مشرک شخص رکانہ نامی بڑا زبردست اور دلیر پہلوان تھا اس کا ریکارڈ تھا کہ اسے کسی نے نہ گرایا تھا۔ وہ ایک جنگل میں جسے اضم کہتے تھے رہا کرتا تھا بکریاں چراتا تھا اور بڑا مالدار تھا، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے اس طرف جا نکلے، رکانہ نے آپ کو دیکھا تو آپ کے پاس آکر کہنے لگا، اے محمد! تو ہی وہ ہے جو ہمارے لات و عزیٰ کی توہین و تحقیر کرتا ہے اور اپنے ایک خدا کی بڑائی بیان کرتا ہے؟ اگر میرا تجھ سے تعلق رحمی نہ ہوتا تو آج میں تجھے مار ڈالتا، آ میرے ساتھ کشتی کر، تو اپنے خدا کو پکار! میں اپنے لات و عزیٰ کو پکارتا ہوں دیکھیں تو تمہارے خدا میں کتنی طاقت ہے؟ حضور نے فرمایا رکانہ! اگر کشتی ہی کرنا ہے تو چل میں تیار ہوں، رکانہ یہ جواب سن کر اول تو حیران ہوا اور پھر بڑے غرور کے ساتھ مقابلے میں کھڑا ہو گیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلی ہی جھپٹ میں اسے گرا لیا اور اس کے سینے پر بیٹھ گئے، رکانہ عمر میں پہلی مرتبہ گر کر بڑا شرمندہ بھی ہوا اور حیران بھی، اور بولا اے محمد! میرے سینے سے اٹھ کھڑا ہو میرے لات و عزیٰ نے میری طرف دھیان نہیں کیا ایک بار اور موقع دو اور آؤ دوسری مرتبہ کشتی لڑیں، حضور

سینے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دوبارہ کشتی کے لئے رکانہ بھی اٹھا، حضور نے دوسری مرتبہ بھی رکانہ کو پل بھر میں گرا لیا، رکانہ نے کہا اے محمد! معلوم ہوتا ہے آج میرا لات و عزیٰ مجھ پر ناراض ہے اور تمہارا خدا تیری مدد کر رہا ہے، خیر ایک مرتبہ اور آؤ اب کی دفعہ لات و عزیٰ ضرور میری مدد کریں گے، حضور نے تیسری مرتبہ کی کشتی بھی منظور فرمائی اور تیسری مرتبہ بھی حضور نے اسے پچھاڑ دیا، اب تو رکانہ بڑا ہی شرمندہ ہوا اور بولا اے محمد! میری ان بکریوں میں جتنی چاہو بکریاں لے لو، حضور نے فرمایا رکانہ مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں، ہاں مسلمان ہو جاؤ تاکہ جہنم سے بچ جاؤ۔ وہ بولا یا محمد! مسلمان تو ہو جاؤں مگر نفس جھجکتا ہے کہ مدینہ اور نواح کی عورتیں اور بچے کیا کہیں گے کہ اتنے بڑے پہلوان نے شکست کھائی اور مسلمان ہو گیا۔

حضور نے فرمایا تو تیرا مال تجھی کو مبارک! یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے آئے، ادھر حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کی تلاش میں تھے اور یہ معلوم کر کے کہ حضور وادیٔ اضم کی طرف تشریف لے گئے ہیں متفکر تھے کہ اس طرف رکانہ پہلوان رہتا ہے مبادا حضور کو ایذا دے، حضور کو واپس تشریف لاتے دیکھ کر دونوں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ادھر اکیلے کیوں تشریف لے گئے تھے جب کہ اس طرف رکانہ پہلوان جو بڑا زور آور اور دشمن اسلام ہے، رہتا ہے، حضور یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا جب میرا اللہ ہر وقت میرے ساتھ ہے پھر کسی رکانہ و کانہ کی کیا پرواہ۔ لو اس رکانہ کی پہلوانی کا قصہ سنو، چنانچہ حضور نے سارا قصہ سنایا، صدیق و فاروق سن سن کر خوش ہونے لگے اور عرض کیا حضور! وہ تو ایسا پہلوان تھا کہ آج تک

اسے کسی نے گرایا ہی نہ تھا، اسے گرانا اللہ کے رسول ہی کا کام ہے: ابوداؤد ص۲۰۹ جلد ۲

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر فضل و کمال کے منبع و مخزن ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت حضور کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتی اور مخالفین کے دل بھی حضور کے فضل و کمال کو جانتے ہیں لیکن دنیا کی عار سے اس کا اقرار نہیں کرتے۔

حکایت نمبر ۱۱

خالد کی ٹوپی

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار تھے، آپ جب میدان جنگ میں تشریف لے جاتے اپنی ٹوپی کو ضرور سر پر رکھ کر جاتے اور ہمیشہ فتح ہی پا کر لوٹتے، کبھی شکست کا منہ نہ دیکھتے، ایک مرتبہ جنگ یرموک میں جب کہ میدان جنگ گرم ہو رہا تھا حضرت خالد کی ٹوپی گم ہو گئی، آپ نے لڑنا چھوڑ کر ٹوپی کی تلاش شروع کردی، لوگوں نے جب دیکھا کہ تیر اور پتھر برس رہے ہیں، تلوار اور نیزہ اپنا کام کر رہے ہیں، موت سامنے ہے اور اس عالم میں خالد کو اپنی ٹوپی کی پڑی ہوئی ہے اور وہ اسی کو ڈھونڈھنے میں مصروف ہو گئے ہیں تو انہوں نے حضرت خالد سے کہا، جناب ٹوپی کا خیال چھوڑیئے اور لڑنا شروع کیجئے، حضرت خالد نے انکی اس بات کی پروا نہ کی اور ٹوپی کی بدستور تلاش شروع رکھی، آخر ٹوپی ان کو مل گئی تو انہوں نے خوش ہو کر کہا بھائیو! جانتے ہو مجھے یہ ٹوپی کیوں اتنی عزیز ہے؟ جان لو کہ میں نے آج تک جو جنگ

بھی جیتی اسی ٹوپی کی طفیل، میرا کیا ہے سب اسی کی برکتیں ہیں، میں اس کے بغیر کچھ بھی نہیں اور اگر یہ میرے سر پر ہو تو پھر دشمن میرے سامنے کچھ بھی نہیں، لوگوں نے کہا آخر اس ٹوپی کی کیا خوبی ہے؟ تو فرمایا، یہ دیکھو اس میں کیا ہے، یہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ انور کے بال مبارک ہیں جو میں نے اسی میں سی رکھے ہیں حضور ایک مرتبہ عمرہ بجالانے کو بیت اللہ شریف تشریف لے گئے اور سر مبارک کے بال اتروائے تو اس وقت ہم میں سے ہر ایک شخص بال مبارک لینے کی کوشش کر رہا تھا اور ہر ایک دوسرے پر گرتا تھا تو میں نے بھی اسی کوشش میں آگے بڑھ کر چند بال مبارک حاصل کر لئے تھے اور پھر اس ٹوپی میں سی لئے، یہ ٹوپی اب میرے لئے جملہ برکات وفتوحات کا ذریعہ ہے، میں اسی کے صدقہ میں ہر میدان کا فاتح بن کر لوٹتا ہوں پھر بتاؤ! یہ ٹوپی اگر نہ ملتی تو مجھے چین کیسے آتا؟ (حجۃ اللہ علی العالمین ص۶۸۶)

سبق: حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی جملہ برکات وانعامات کا ذریعہ ہیں اور آپ کا بال بال شریف برکت ورحمت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اشیاء کو بطور تبرک اپنے پاس رکھتے تھے اور جس کے پاس آپ کا بال مبارک بھی ہوتا اللہ تعالیٰ اسے کامیابیوں سے سرفراز فرماتا تھا۔

حکایت نمبر ۱۲

بال کا کمال

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کے دو بال مبارک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مل گئے، آپ ان دو بالوں کو بطورِ تبرک گھر لے آئے اور بڑی تعظیم کے ساتھ اندر ایک جگہ رکھ دیئے تھوڑی دیر کے بعد اندر سے قرآن پڑھنے کی آوازیں آنے لگیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اندر گئے تو تلاوت کی آوازیں تو آرہی تھیں مگر پڑھنے والے نظر نہ آتے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ عرض کیا تو حضور نے مسکرا کر فرمایا :-

اِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی شَعْرِیْ وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ

"یہ فرشتے ہیں جو میرے بال کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھتے ہیں" (جامع المعجزات ص ۶۲)

سبق : حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر بال منبع الکمال ہے اور آپ کا بال بال شریف زیارت گاہِ خلائق ہے، پھر جن لوگوں کے بال مونڈھ کر نالیوں میں پھینک دیتا ہے وہ اگر حضور کی مثل ہونے کا دعویٰ کرنے لگیں تو کس قدر ظلم ہے۔

حکایت نمبر ۱۳

بکری زندہ ہوگئی

جنگِ احزاب میں حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور ایک بکری ذبح کی حضور جب صحابۂ کرام کی معیت میں

جابر کے گھر پہنچے تو جابر نے کھانا لاکر آگے رکھا، کھانا تھوڑا تھا اور کھانے والے زیادہ تھے حضور نے فرمایا تھوڑے تھوڑے آدمی آتے جاؤ اور باری باری کھانا کھاتے جاؤ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جتنے آدمی کھانا کھالیتے وہ نکل جاتے، اسی طرح سب نے کھانا کھالیا جابر فرماتے ہیں کہ حضور نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ کوئی شخص گوشت کی ہڈی نہ توڑے، نہ پھینکے سب ایک جگہ رکھتے جائیں جب سب کھا چکے تو آپ نے حکم دیا کہ چھوٹی موٹی سب ہڈیاں جمع کردو، جمع ہوگئیں تو آپ نے اپنا دستِ مبارک ان پر رکھ کر کچھ پڑھا آپ کا دستِ مبارک ابھی ہڈیوں کے اوپر ہی تھا اور زبانِ مبارک سے آپ کچھ پڑھ ہی رہے تھے کہ وہ ہڈیاں کچھ کا کچھ بننے لگیں یہاں تک کہ گوشت پوست تیار ہوکر کان جھاڑتی ہوئی وہ بکری اٹھ کھڑی ہوئی، حضور نے فرمایا:۔

"جابر! لے یہ اپنی بکری لے جا۔" "دلائل النبوة ص۲۲۴ ج ۲"

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبع الحیات اور حیات بخش ہیں، آپ نے مردہ دلوں اور مردہ جسموں کو بھی زندہ فرما دیا پھر جو لوگ (معاذ اللہ) حضور کو "مرکر مٹی میں ملنے والا" کہتے ہیں کس قدر جاہل اور بے دین ہیں۔

حکایت نمبر ۴۱

سانپ کا انڈہ

ایک صحابی حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ کہیں جا رہے تھے

کہ ان کا پاؤں اتفاقاً ایک زہریلے سانپ کے انڈے پر پڑ گیا اور وہ پس گیا اور اس کے زہر کے اثر سے حضرت حبیب بن فدیک رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئیں اور نظر جاتی رہی۔ یہ حال دیکھ کر ان کے والد بہت پریشان ہوئے اور انہیں لے کر حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قصہ سن کر اپنا تھوک مبارک ان کی آنکھوں میں ڈالا تو حضرت حبیب بن فدیک کی اندھی آنکھیں فوراً روشن ہو گئیں اور انہیں نظر آنے لگا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے خود حضرت فدیک کو دیکھا اس وقت ان کی عمر اسّی سال کی تھی اور آنکھیں تو ان کی بالکل سفید تھیں مگر حضور کی تھوک مبارک کے اثر سے نظر اتنی تیز تھی کہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے" دلائل النبوۃ ص ۱۶۷"

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل بننے والوں کے لئے مقام غور ہے کہ حضور وہ ہیں جن کی تھوک مبارک سے اندھی آنکھ میں بھی بینائی اور نور پیدا ہو جائے اور وہ وہ ہیں کہ ان کی تھوک کے متعلق ریل گاڑیوں میں یہ لکھا ہوتا ہے کہ "تھوکو مت۔ اس سے بیماری پھیلتی ہے" پھر مرض و شفا دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟

حکایت نمبر ۱۵

حضرت جابر کا مکان اور ایک ہزار مہمان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جنگِ خندق کے دنوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے شکمِ انور پر پتھر بندھا دیکھا تو گھر آکر اپنی بیوی سے کہا کہ کیا گھر میں کچھ ہے تاکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ پکائیں اور حضور کو کھلائیں؟ بیوی نے کہا، تھوڑے سے جَو ہیں اور یہ ایک بکری کا چھوٹا بچہ ہے اسے ذبح کر لیتے ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ کو بلا لائیے مگر چونکہ وہاں لشکر بہت زیادہ ہے اس لئے حضور سے پوشیدگی میں کہئے گا کہ وہ اپنے ہمراہ دس آدمیوں سے کچھ کم ہی لائیں۔ جابر نے کہا، اچھا تو لو میں اس بکری کے بچہ کو ذبح کرتا ہوں تم اسے پکاؤ اور میں حضور کو بلا لاتا ہوں، چنانچہ جابر حضور کی خدمت میں پہنچے اور کان میں عرض کیا حضور میرے ہاں تشریف لے چلئے اور اپنے ساتھ دس آدمیوں سے کچھ کم آدمی لے چلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے لشکر کو مخاطب فرما کر فرمایا چلو میرے ساتھ چلو جابر نے کھانا پکایا ہے اور پھر جابر کے گھر آکر حضور نے اس تھوڑے سے آٹے میں اپنا تھوک مبارک ڈال دیا اور اسی طرح ہنڈیا میں بھی اپنا تھوک مبارک ڈال دیا اور پھر حکم دیا کہ اب روٹیاں اور ہنڈیا پکاؤ، چنانچہ اس تھوڑے سے آٹے اور گوشت میں تھوک مبارک کی برکت سے اتنی برکت پیدا ہوئی کہ ایک ہزار آدمی کھانا کھا گیا مگر نہ کوئی روٹی کم ہوئی اور نہ کوئی بوٹی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۴)

سبق: یہ حضور کی تھوک مبارک کی برکت تھی کہ تھوڑے سے کھانے میں اتنی برکت پیدا ہو گئی کہ ہزار آدمی سیر شکم ہو کر کھا گیا لیکن کھانا بدستور ویسے کا ویسا ہی رہا اور کم نہ ہوا اور یہ حضور کی تھوک مبارک ہے اور جو ان کی مثل بشر بننے والے ہیں وہ اگر کبھی اپنے گھر کی ہنڈیا میں بھی

تھوکیں تو ان کی بیوی ہی وہ ہنڈیا باہر پھینک دے گی اور کوئی کھانے کو تیار نہ ہوگا، گویا ان کے تھوکنے سے تھوڑے بہت کھانے سے بھی جواب۔

حکایت نمبر ۱۶
کوزے میں دریا

حدیبیہ کے روز سارے لشکرِ صحابہ میں پانی ختم ہوگیا حتیٰ کہ وضو اور پینے کے لئے بھی پانی کا قطرہ تک باقی نہ رہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کوزہ پانی کا تھا حضور جب اس کوزہ سے وضو فرمانے لگے تو سب لوگ حضور کی طرف لپکے اور فریاد کی کہ یا رسول اللہ! ہمارے پاس تو ایک قطرہ بھی پانی کا باقی نہیں رہا ہم نہ تو وضو کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی پیاس بجھا سکتے ہیں حضور! یہ آپ ہی کے کوزہ میں پانی باقی ہے ہم سب کے پاس پانی ختم ہوگیا اور ہم پیاس کی شدت سے بے چین ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر اپنا ہاتھ مبارک اس کوزہ میں ڈال دیا لوگوں نے دیکھا کہ حضور کے ہاتھ مبارک کی پانچوں انگلیوں سے پانی کے پانچ چشمے جاری ہوگئے اور سب لوگ ان چشموں سے سیراب ہونے لگے اور ہر شخص نے جی بھر کے پانی پیا اور پیاس بجھائی اور سب نے وضو بھی کر لیا حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ لشکر کی تعداد کتنی تھی؟ تو فرمایا اس وقت اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ پانی سب کے لئے کافی تھا مگر ہم اس وقت پندرہ سو کی تعداد میں تھے (مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۲)

سبق: ہمارے حضور کو اللہ نے یہ اختیار و تصرف عطا فرمایا ہے کہ آپ تھوڑی چیز کو زیادہ کر دیتے ہیں "نہ" سے ہاں اور معدوم سے موجود کرنا اللہ کا کام ہے اور تھوڑے سے زیادہ کر دینا مصطفےٰ کا کام ہے اور یہ اللہ ہی کی عطا ہے۔

حکایت نمبر ۷۱

ایک صحرائی قافلہ

عرب کے ایک صحرا میں ایک بہت بڑا قافلہ راہ پیما تھا کہ اچانک اس قافلہ کا پانی ختم ہو گیا اس قافلہ میں چھوٹے بڑے بوڑھے جوان اور مرد و عورتیں سبھی تھے پیاس کے مارے سب کا برا حال تھا اور دور تک پانی کا نشان تک نہ تھا اور پانی ان کے پاس ایک قطرہ تک باقی نہ رہا تھا یہ عالم دیکھ کر موت ان کے سامنے رقص کرنے لگی مگر ان پر یہ خاص کرم ہوا کہ ؎

ناگہانی آں مغیثِ ہر دو کون

مصطفےٰ پیدا شدہ از بہرِ عون

یعنی اچانک دو جہاں کے فریاد رس محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی مدد فرمانے وہاں پہنچ گئے حضور کو دیکھ کر سب کی جان میں جان آ گئی اور سب حضور کے گرد جمع ہو گئے حضور نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ وہ سامنے جو ٹیلہ ہے اس کے پیچھے ایک سیاہ رنگ حبشی غلام اونٹنی پر سوار ہوئے جا رہا ہے اس

کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ ہے اس کو اونٹنی سمیت میرے پاس لے آؤ چنانچہ کچھ آدمی ٹیلے کے اس پار گئے تو دیکھا کہ واقعی ایک اونٹنی پر سوار حبشی جا رہا ہے وہ اس حبشی کو حضور کے پاس لے آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حبشی سے مشکیزہ لے لیا اور اپنا دستِ رحمت اس مشکیزہ پر پھیر کر اس کا منہ کھول دیا اور فرمایا، آؤ اب جس قدر بھی پیاسے ہو آتے جاؤ اور پانی پی پی کر اپنی پیاس بجھاتے جاؤ چنانچہ سارے قافلے نے اس ایک مشکیزہ سے جاری چشمۂ رحمت سے پانی پینا شروع کیا اور پھر سب نے اپنے اپنے برتن بھی بھر لئے، سب کے سب سیراب ہو گئے اور سب برتن بھی پُر آب ہو گئے حضور کا یہ معجزہ دیکھ کر وہ حبشی بڑا حیران ہوا اور حضور کے دستِ انور چومنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ انور اس کے منہ پر پھیرا تو ے

شد سپید آں زنگی زادۂ حبش
ہمچو بدر و روزِ روشن شد شبش

اس حبشی کا سیاہ رنگ کافور ہو گیا اور وہ سفید پر نور ہو گیا پھر اس حبشی نے کلمہ پڑھ کر اپنا دل بھی منور کر لیا اور مسلمان ہو کر جب وہ اپنے مالک کے پاس پہنچا تو مالک نے پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولا تمہارا غلام ہوں، مالک نے کہا تم غلط کہتے ہو، وہ تو بڑا سیاہ رنگ کا تھا۔ وہ بولا یہ ٹھیک ہے مگر میں اس منبع نور ذاتِ بابرکات سے مل کر اور اس پر ایمان لا کر آیا ہوں جس نے ساری کائنات کو منور فرما دیا ہے مالک نے سارا قصہ سنا تو وہ بھی ایمان لے آیا۔

(مثنوی شریف)

سبق: ہمارے حضور باذن اللہ دوجہان کے فریادرس ہیں اور مصیبت کے وقت مدد فرمانے والے ہیں پھر اگر کوئی شخص یوں کہے کہ حضور کسی کی مدد نہیں فرما سکتے اور کسی کی فریاد نہیں سنتے تو وہ کس قدر جاہل و بے خبر ہے بس اپنا عقیدہ یہ رکھنا چاہیئے کہ ؎

فریاد امتی جو کرے حالِ زار کی ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

حکایت نمبر ۱۸

بادلوں پر حکومت

مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ بارش نہیں ہوئی تھی قحط کا سا عالم تھا اور لوگ بڑے پریشان تھے ایک جمعہ کے روز حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب کہ وعظ فرما رہے تھے ایک اعرابی اٹھا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! مال ہلاک ہو گیا اور اولاد فاقہ کرنے لگی دعا فرمایئے بارش ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنے پیارے پیارے نورانی ہاتھ اٹھائے راوی کا بیان ہے کہ آسمان بالکل صاف تھا ابر کا نام و نشان تک نہ تھا مگر مدنی سرکار کے ہاتھ مبارک اٹھے ہی تھے کہ پہاڑوں کی مانند ابر چھا گئے اور چھاتے ہی مینہ برسنے لگا حضور منبر پر ہی تشریف فرما تھے کہ مینہ شروع ہو گیا اور اتنا برسا کہ چھت ٹپکنے لگی اور حضور کی ریش انور سے پانی کے قطرے گرتے ہم نے دیکھے پھر یہ مینہ بند نہیں ہوا بلکہ ہفتہ کو بھی برستا رہا پھر اگلے دن بھی اور پھر

اس سے اگلے دن بھی حتیٰ کہ لگاتار اگلے جمعہ تک برستا ہی رہا اور حضور جب دوسرے جمعہ کا وعظ فرمانے اٹھے تو وہی اعرابی جس نے پہلے جمعہ میں بارش نہ ہونے کی تکلیف عرض کی تھی اٹھا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! اب تو مال غرق ہونے لگا اور مکان گرنے لگے اب پھر ہاتھ اٹھائیے کہ یہ بارش بند بھی ہو. چنانچہ حضور نے پھر اسی وقت اپنے پیارے پیارے نورانی ہاتھ اٹھائے اور اپنی انگلی مبارک سے اشارہ فرماکر دعا فرمائی کہ اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش ہو، ہم پر نہ ہو، حضور کا یہ اشارہ کرنا ہی تھا کہ جس جس طرف حضور کی انگلی گئی اس طرف سے بادل پھٹتا گیا اور مدینہ منورہ کے اوپر اوپر سب آسمان صاف ہوگیا۔ "مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۸"

سبق: صحابہ کرام مشکل کے وقت حضور ہی کی بارگاہ میں فریاد لے کر آتے تھے اور ان کا یقین تھا کہ ہر مشکل یہیں حل ہوتی ہے اور واقعی وہیں حل ہوتی رہی ہے اسی طرح آج بھی ہم حضور ہی کے محتاج ہیں اور بغیر حضور کے وسیلہ کے ہم اللہ سے کچھ بھی نہیں پا سکتے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی حکومت بادلوں پر بھی جاری ہے۔

حکایت نمبر ۱۹

چاند پر حکومت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے بالخصوص ابوجہل نے ایک مرتبہ

حضور سے کہا کہ اگر تم خدا کے رسول ہو تو آسمان پر جو چاند ہے اس کے دو ٹکڑے کر کے دکھاؤ۔ حضور نے فرمایا لو یہ بھی کر کے دکھا دیتا ہوں چنانچہ آپ نے چاند کی طرف اپنی انگلی مبارک سے اشارہ فرمایا تو چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، یہ دیکھ کر ابوجہل حیران ہو گیا مگر بے ایمان مانا پھر بھی نہیں اور حضور کو جادوگر ہی کہتا رہا۔ (حجۃ اللہ ص: ۳۹۶ اور بخاری شریف ص: ۷۲۱ جز ۲)

سبق: ہمارے حضور کی حکومت چاند پر بھی جاری ہے اور باوجود اتنے بڑے اختیار کے بے ایمان افراد حضور کے اختیار و تصرف کو پھر بھی نہیں مانتے۔

حکایت نمبر ۲

سورج پر حکومت

ایک روز مقامِ صہبا میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے نمازِ ظہر ادا کی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے لئے روانہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واپس آنے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر بھی ادا فرمالی اور جب حضرتِ علی واپس آئے تو ان کی آغوش میں اپنا سرِ انور رکھ کر حضور سو گئے حضرتِ علی نے ابھی تک نمازِ عصر ادا نہ کی تھی ادھر سورج کو دیکھا تو غروب ہونے والا تھا۔ حضرتِ علی سوچنے لگے کہ ادھر رسول خدا آرام فرما ہیں اور ادھر نمازِ خدا کا وقت ہو رہا ہے، رسولِ خدا کی استراحت کا خیال رکھوں تو نماز جاتی ہے اور نماز کا خیال کروں تو رسولِ خدا کی استراحت میں خلل واقع ہوتا ہے۔ کروں تو کیا کروں؟

آخر مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ نماز کو قضا ہونے دو مگر حضور کی نیند مبارک میں خلل نہ آئے چنانچہ سورج ڈوب گیا اور عصر کا وقت جاتا رہا، حضور اٹھے تو حضرتِ علی کو مغموم دیکھ کر وجہ دریافت کی تو حضرتِ علی نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے آپ کی استراحت کے پیشِ نظر ابھی تک نماز عصر نہیں پڑھی اور سورج غروب ہو گیا ہے حضور نے فرمایا تو غم کس بات کا، لو ابھی سورج واپس آتا ہے اور پھر اسی مقام پر آکر رکتا ہے جہاں وقتِ عصر ہوتا ہے چنانچہ حضور نے دعا فرمائی تو غروب شدہ سورج پھر نکلا اور الٹے قدم اسی جگہ آکر ٹھہر گیا جہاں عصر کے وقت ہوتا ہے حضرتِ علی نے اٹھ کر عصر کی نماز پڑھی تو سورج غروب ہو گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص ۳۹۸)

سبق: ہمارے حضور کی حکومت سورج پر بھی جاری ہے اور آپ کائنات کے ہر ذرّہ کے حاکم و مختار ہیں آپ جیسا نہ کوئی ہوا نہ ہوگا نہ ہو سکتا ہے۔

حکایت نمبر ۲۱

زمین پر حکومت

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں جب مکہ سے ہجرت فرمائی تو قریش مکہ نے اعلان کیا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی (صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) کو گرفتار کرکے لائیگا

اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے، سراقہ بن جعشم نے یہ اعلان سنا تو اپنا تیز رفتار گھوڑا نکالا اور اس پر بیٹھ کر کہنے لگا کہ میرا یہ تیز رفتار گھوڑا محمد اور ابوبکر کا پیچھا کرے گا اور میں ابھی ان دونوں کو پکڑ کر لاتا ہوں چنانچہ اس نے اپنے گھوڑے کو دوڑایا اور تھوڑی دیر میں حضور کے قریب پہنچ گیا۔ صدیق اکبر نے جب دیکھا کہ سراقہ گھوڑے پر سوار ہمارے پیچھے آرہا ہے اور ہم تک پہنچنے ہی والا ہے تو عرض کیا یا رسول اللہ! سراقہ نے ہمیں دیکھ لیا ہے اور وہ دیکھئے ہمارے پیچھے آرہا ہے حضور نے فرمایا اے صدیق! کوئی فکر نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے اتنے میں سراقہ بالکل قریب آپہنچا تو حضور نے دعا فرمائی تو زمین نے فوراً سراقہ کے گھوڑے کو پکڑ لیا اور اس کے چاروں پیر پیٹ تک زمین میں دھنس گئے، سراقہ یہ منظر دیکھ کر گھبرایا اور عرض کرنے لگا "یا محمد! مجھے اور میرے گھوڑے کو اس مصیبت سے نجات دلائیے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں پیچھے مڑ جاؤں گا اور جو کوئی آپ کا پیچھا کرتا ہوا آپ کی تلاش میں ادھر آرہا ہوگا اسے بھی واپس لے جاؤں گا اور آپ تک نہ آنے دوں گا چنانچہ حضور کے حکم سے زمین نے اسے چھوڑ دیا۔"

سبق: ہمارے حضور کا حکم و فرمان زمین پر بھی جاری ہے اور کائنات کی ہر چیز اللہ نے حضور کے تابع کر دی ہے پھر جس شخص کی اپنی بیوی بھی اسکی تابع نہ ہو وہ اگر حضور کی مثل بننے لگے تو وہ کس قدر احمق و بے وقوف ہے۔

حکایت نمبر ۲۲

درختوں پر حکومت

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد! اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو کوئی نشانی دکھلایئے حضور نے فرمایا اچھا لو دیکھو! وہ جو سامنے درخت کھڑا ہے اسے جا کر اتنا کہہ دو کہ تمہیں اللہ کا رسول بلاتا ہے چنانچہ وہ اعرابی اس درخت کے پاس گیا اور اس سے کہا، تمہیں اللہ کا رسول بلاتا ہے وہ درخت یہ بات سن کر اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں گرا اور اپنی جڑیں زمین سے اکھاڑ کر زمین پر چلنے لگا اور چلتے ہوئے حضور کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کرنے لگا "السلام علیک یا رسول اللہ! وہ اعرابی حضور سے کہنے لگا اب اسے حکم دیجیئے کہ یہ پھر اپنی جگہ پر چلا جائے چنانچہ حضور نے اسے فرمایا کہ جاؤ واپس چلے جاؤ، وہ درخت یہ سن کر پیچھے مڑ گیا اور اپنی جگہ جا کر پھر قائم ہو گیا۔

اعرابی یہ معجزہ دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور حضور کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی حضور نے فرمایا سجدہ کرنا جائز نہیں پھر اس نے حضور کے ہاتھ پیر مبارک چومنے کی اجازت چاہی تو حضور نے فرمایا ہاں یہ بات جائز ہے اور اس نے حضور کے ہاتھ اور پیر مبارک چوم لئے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ط۴۴۲)

سبق: ہمارے حضور کا حکم درختوں پر بھی جاری ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ہاتھ پیر چومنے جائز ہیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

حکایت نمبر ۲۳

دیوانہ اونٹ

بنی نجار کے ایک باغ میں ایک دیوانہ اونٹ گھس آیا جو شخص بھی اس باغ میں جاتا وہ اونٹ اسے کاٹنے دوڑتا تھا لوگ بڑے پریشان تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا قصہ عرض کیا حضور نے فرمایا، چلو میں چلتا ہوں چنانچہ حضور اس باغ میں تشریف لے گئے اور اس اونٹ سے فرمایا، ادھر آؤ۔ اس اونٹ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنا تو دوڑتا ہوا حاضر ہوا اور اپنا سر حضور کے قدموں میں ڈال دیا حضور نے فرمایا اس کی نکیل لاؤ، نکیل لائی گئی اور حضور نے اسے نکیل ڈال کر اس کے مالک کے حوالے کر دیا اور وہ آرام سے چلا گیا حضور نے پھر صحابہ سے فرمایا، کافروں کے سوا مجھے زمین و آسمان والے سب جانتے ہیں کہ میں اللہ کا رسول ہوں (حجۃ اللہ علے العالمین ص: ۴۵۸)

سبق: ہمارے حضور کا حکم جانوروں پر بھی جاری ہے اور کائنات کی ہر شئے بجز کافروں کے ہمارے حضور کی رسالت و صداقت کو جانتی ہے۔

حکایت نمبر ۲۴

بیت اللہ کی کنجی

ہجرت سے پہلے بیت اللہ کی کنجی قریش مکہ کے قبضہ میں تھی اور یہ کنجی عثمان بن طلحہ کے پاس رہا کرتی تھی، یہ لوگ بیت اللہ کو پیر اور جمعرات کے روز کھولا کرتے تھے، ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور عثمان بن طلحہ سے دروازہ کھولنے کو فرمایا تو عثمان نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا، حضور نے فرمایا اے عثمان! آج تو تو یہ دروازہ کھولنے سے انکار کر رہا ہے اور ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ بیت اللہ کی یہ کنجی میرے قبضہ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا یہ کنجی دوں گا، عثمان نے کہا تو کیا اس دن قوم قریش ہلاک ہو چکی ہوگی؟ ـــ دیکھا جائے گا، پھر ہجرت کے بعد جب مکہ فتح ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے قدوسی لشکر سمیت مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو سب سے پہلے کعبہ شریف میں تشریف لائے اور اسی کلید بردار عثمان سے کہا، لاؤ وہ کنجی میرے حوالے کر دو، ناچار عثمان کو وہ کنجی دینی پڑی حضور نے وہ کنجی لے کر عثمان کو مخاطب فرما کر فرمایا، عثمان! لو، کلید بردار میں بھی تجھی کو مقرر کرتا ہوں تم سے کوئی ظالم ہی یہ کنجی لے گا۔

عثمان نے دوبارہ کنجی لی تو حضور نے فرمایا، عثمان! وہ دن یاد

ہے جب میں نے تم سے کنجی طلب کی تھی اور تم نے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ یہ کنجی میرے قبضہ میں ہو گی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا، عثمان نے کہا ہاں حضور! مجھے یاد ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العلمین ص: ۴۹۹)

سبق: ہمارے حضور اگلی پچھلی سب باتوں کے عالم ہیں اور قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا ہے سب آپ پر روشن ہے خدا نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے اور آپ دانائے غیوب و عالم ماکان و مایکون ہیں پھر اگر کوئی شخص یوں کہے کہ حضور کو کل کی بات کا علم نہ تھا تو وہ کس قدر جاہل ہے۔

حکایت نمبر ۲۵

گم شدہ اونٹنی

جنگ تبوک میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی تو ایک منافق نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو نبی ہونے کا مدعی ہے اور تمہیں آسمان کی باتیں سناتا ہے پھر اسے اپنی اونٹنی کا پتہ کیوں نہیں چلتا کہ وہ کہاں ہے؟ حضور نے جب منافق کی یہ بات سنی تو فرمایا بیشک میں نبی ہوں اور میرا علم اللہ ہی کا عطا فرمودہ ہے لو سنو! میری اونٹنی فلاں جگہ کھڑی ہے ایک درخت نے اس کی

نکیل کو روک رکھا ہے جاؤ وہاں سے اس اونٹنی کو لے آؤ چنانچہ صحابۂ کرام گئے تو واقعی اونٹنی اسی جگہ کھڑی تھی اور اس کی نکیل ایک درخت سے اٹکی ہوئی تھی۔ (زاد المعاد ص ۳۲ ج ۳ حجۃ اللہ علی العلمین ص ۵۱۰)

سبق ہمارے حضور کو اللہ نے اس قدر علمِ غیب عطا فرمایا ہے کہ کوئی بات آپ سے چھپی ہوئی نہیں مگر منافق اس علمِ غیب کے معترف نہیں

حکایت نمبر ۲۶

قیدی چچا

جنگِ بدر میں جب اللہ نے مسلمانوں کو فتح اور کفار کو شکست دی تو مسلمانوں کے ہاتھ جو قیدی آئے ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرتِ عباس بھی تھے قیدیوں سے جب تاوان طلب کیا گیا تو حضرتِ عباس کہنے لگے اے محمدؐ! میں تو ایک غریب آدمی ہوں میرے پاس کیا ہے مکہ میں جب آپ نے مجھے چھوڑا تھا تو میں تمام قبیلہ کے افراد سے غریب تھا حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اب جب کہ آپ نے اپنے گھر سے فوج کفار کے ساتھ جنگِ بدر میں آنا چاہا تو آپ اپنی بیوی امِ فضل کو پوشیدگی میں چند سونے کی اینٹیں دے کر آئے تھے چچا جان! یہ راز آپ کیوں چھپا رہے ہیں۔ حضرتِ عباس یہ غیب کی بات سن کر حیران رہ گئے اور بقولِ شاعر ؎

جنابِ حضرتِ عباس رضی اللہ عنہ ہوا طاری
کہ پیغمبر نظر رکھتا ہے دلوں کی بھی خبر داری
خیال آیا مسلماں نیک و بد پہچان جاتے ہیں
محمدؐ آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

حضور کی یہ اطلاع علی الغیب کا معجزہ دیکھ کر حضرتِ عباس ایمان لے آئے۔ (دلائل النبوۃ ص ۱۷۱ جلد ۲)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات مخفی نہیں اللہ نے ہر چیز کا حضور کو علم دے دیا ہے اور یہ علمِ غیب بھی حضور کا ایک معجزہ ہے جس پر ہر مسلمان کا ایمان ہے۔

حکایت نمبر ۲۷

کبوتر کے بچے

ایک اعرابی اپنی آستین میں کچھ چھپائے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے محمدؐ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تو بتا دے کہ میری آستین کے اندر کیا ہے تو میں مان لوں گا کہ واقعی تو سچا نبی ہے۔ حضور نے فرمایا واقعی ایمان لے آؤ گے؟ اس نے کہا ہاں واقعی ایمان لے آؤں گا، فرمایا تو سنو! تم ایک جنگل سے گزر رہے تھے تو تم نے ایک درخت دیکھا جس پر کبوتر کا ایک گھونسلا تھا

اس گھونسلے میں کبوتر کے دو بچے تھے تم نے ان دونوں بچوں کو پکڑ لیا ان بچوں کی ماں نے جب دیکھا تو وہ ماں اپنے بچوں پر گری تو تم نے اسے بھی پکڑ لیا اور وہ دونوں بچے اور ان کی ماں اس وقت بھی تمہارے پاس ہیں اور اس تمہاری آستین کے اندر ہیں۔

اعرابی یہ سن کر حیران رہ گیا اور جھٹ پکار اٹھا: اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشہد انک رسول اللّٰہ۔ (جامع المعجزات ص ۲۱)

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز پنہاں نہ تھی اور ایک اعرابی بھی اس حقیقت کو جانتا تھا کہ جو نبی ہو وہ غیب جان لیتا ہے پھر جو برائے نام پڑھا لکھا ہو کر حضور کے علم کو تسلیم نہ کرے وہ اجڈ اور گنوار سے بھی زیادہ اجڈ اور گنوار ہوا یا نہیں ؟۔

حکایت نمبر ۲۸

جنت کی اونٹنی

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ ایک بار گھر تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے یہ سوت کاتا ہے آپ اسے بازار لے جائیے اور بیچ کر آٹا لے آیئے تاکہ حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کو روٹی کھلاؤں " حضرت علی وہ سوت بازار لے گئے اور اسے چھ روپے پر بیچ دیا، پھر ان روپوں کا کچھ خریدنا چاہتے تھے کہ ایک سائل نے صدا کی مَنْ یُقْرِضُ اللّٰہَ

قَرۡضًا حَسَنًا، حضرتِ علی نے وہ روپے اس سائل کو دے دیئے تھوڑی دیر کے بعد ایک اعرابی آیا جس کے پاس بڑی فربہ ایک اونٹنی تھی وہ بولا اے علی! یہ اونٹنی خرید وگے؟ فرمایا پیسے پاس نہیں، اعرابی نے فرمایا ادھار دیتا ہوں یہ کہہ کر اونٹنی کی مہار حضرتِ علی کے ہاتھ میں دے دی اور خود چلا گیا، اتنے میں ایک دوسرا اعرابی نمودار ہوا اور کہا علی! اونٹنی دیتے ہو؟ فرمایا لے لو اعرابی نے کہا تین سو نقد دیتا ہوں یہ کہا اور تین سو نقد حضرتِ علی کو دے دیئے اور اونٹنی لے کر چلا گیا اس کے بعد حضرتِ علی نے پہلے اعرابی کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا آپ گھر آئے اور دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ فاطمہ کے پاس تشریف فرما ہیں حضور نے مسکرا کر فرمایا، علی! اونٹنی کا قصہ تم خود سناتے ہو یا میں سناؤں؟

حضرتِ علی نے عرض کیا حضور آپ ہی سنائیں فرمایا پہلا اعرابی جبریل تھا اور دوسرا اعرابی اسرافیل تھا اور اونٹنی جنت کی وہ اونٹنی تھی جس پر جنت میں فاطمہ سوار ہوگی خدا کو تمہارا ایثار جو تم نے چھ روپے سائل کو دیئے پسند آیا اور اس کے صلے میں دنیا میں بھی اس نے تمہیں اس کا اجر اونٹنی کی خرید و فروخت کے بہانے دیا (جامع المعجزات ص۴)

سبق: اللہ والے خود بھوکے رہ کر بھی محتاجوں کو کھانا کھلاتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم دانائے غیوب ہیں آپ سے کوئی بات مخفی نہیں۔

....

حکایت نمبر ۲۹

جنگل کی ہرنی

ایک جنگل میں ایک ہرنی رہتی تھی اس کے دو بچے تھے ایک بار وہ باہر نکلی تو کسی شکاری نے راہ میں جال بچھا رکھا تھا بے خبر ہرنی اس جال میں پھنس گئی جب اس نے دیکھا کہ میں تو پھنس گئی ہوں تو بڑی پریشان ہوئی اس کی خوش قسمتی دیکھئے کہ اسی جنگل میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہوئے اسے نظر آئے جب اس نے حضور رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پکاری یا رسول اللہ! مجھ پر رحم فرمایئے حضور نے اس کی پکار سنی اور اس کے پاس تشریف لاکر فرمایا کیا حاجت ہے؟ وہ بولی حضور! میں اس اعرابی کے جال میں پھنس گئی ہوں میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو اس قریب کے پہاڑ میں ہیں تھوڑی دیر کے لئے آپ میری ضمانت دے کر اس جال سے مجھے آزاد کرا دیجئے تاکہ میں آخری بار ایک مرتبہ بچوں کو دودھ پلا آؤں، حضور میں دودھ پلا کر پھر یہیں واپس آجاؤں گی، حضور نے فرمایا اچھا جا میں تمہاری ضمانت دیتا ہوں اور تمہاری جگہ یہیں ٹھیرتا ہوں، تو بچوں کو دودھ پلا کر جلدی واپس آجا۔ چنانچہ ہرنی کو آپ نے رہا کر دیا اور وہاں خود قیام فرما ہو گئے اعرابی جو مسلمان نہ تھا کہنے لگا، اگر میرا شکار واپس نہ آیا تو اچھا نہ ہوگا

حضور نے فرمایا تم دیکھو تو سہی کہ ہرنی واپس آتی ہے یا نہیں چنانچہ ہرنی بچوں کے پاس پہنچی اور بچوں کو دودھ پلا کر فوراً واپس لوٹی اور آپ نے حضور کے قدموں پر سر ڈال دیا یہ اعجاز دیکھ کر وہ اعرابی بھی قدموں پر گر گیا ۔

جھک گئے سر ہرنی و کافر کے دونوں ساتھ ساتھ
مصطفےٰ نے ان کے سر پر رکھ دیا رحمت کا ہاتھ
پھر بشارت اس کو اور اس کو ملی سرکار سے
جال سے آزاد تو ، اور تو عذاب نار سے!

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۱، جلد ۲)

سبق : ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم جانوروں تک کے لئے رحمت ہیں اور جانور بھی حضور کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں پھر جو انسان ہو کر حضور کا حکم نہ مانے وہ جانوروں سے بھی گیا گزرا ہے یا نہیں؟

حکایت نمبر ۳۱

ایک کافرہ کا مکان

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد ایک دن مکہ معظمہ کی ایک کافرہ عورت کے مکان کی دیوار سے تکیہ لگا کر کسی اپنے غلام سے گفتگو فرما رہے تھے اس مکان والی کافرہ کو جب پتہ چلا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے مکان کی دیوار سے تکیہ لگائے کھڑے ہیں تو بغض و عداوت سے اس نے اپنے مکان کی سب کھڑکیاں بند

کرڈالیں تاکہ حضور کی آواز نہ سن پائے اسی وقت جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا :-

یا رسول اللہ! خدا فرماتا ہے کہ اگرچہ یہ عورت کافرہ ہے مگر آپ کی شان بڑی ارفع و بلند ہے چونکہ اس کافرہ کے مکان کی دیوار کے ساتھ آپ کی پشتِ انور لگ گئی ہے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ یہ مکان والی اب جہنم میں جلے۔ اس عورت نے تو اپنے مکان کی کھڑکیوں کو بند کیا ہے مگر میں نے اس کے دل کی کھڑکی کھول دی ہے اور یہ صرف اس کی دیوار سے آپ کے تکیہ لگا کر کھڑے ہونے کی برکت سے ہے اتنے میں وہ عورت بے چین ہو کر گھر سے نکلی اور حضور کے قدموں پر گر گئی اور سچے دل سے پکار اٹھی۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد انک رسول اللہ (نزہۃ المجالس ص: ۸۷ ج ۲)

سبق :- جس عورت کے مکان کی دیوار سے حضور کی پشتِ انور لگ گئی وہ عورت آگ سے بچ گئی تو جس خوش قسمت اور مقدس خاتون حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے شکمِ انور میں حضور نے قیام فرمایا ہو وہ مقدس خاتون کیوں جنت کی مالک نہ ہو گی پھر کس قدر بدبخت ہیں وہ لوگ جو حضور کے والدین معظمین کے متعلق کچھ کا کچھ بکتے ہیں۔

❊ رضی اللہ تعالیٰ عن والدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ❊

....

حکایت نمبر ۳۱

شیر خوار بچے کا اعلانِ حق

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں تشریف فرما تھے کہ ایک مشرکہ عورت جس کی گود میں دو ماہ کا شیر خوار بچہ تھا اس طرف سے گزری اس بچے نے حضور کی طرف نظر کی تو یکدم بزبانِ فصیح پکار اٹھا:۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ وَ یَا اَکْرَمَ خَلْقِ اللّٰہِ

ماں نے جب دیکھا کہ میرا دو ماہا بچہ کلام کرنے لگا ہے تو حیران رہ گئی اور بولی بیٹا! یہ کلام کرنا تجھے کس نے سکھا دیا؟ اور یہ اللہ کے رسول ہیں، یہ تجھے کس نے بتا دیا؟ بچہ اب اپنی ماں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے ماں! یہ کلام کرنا مجھے اسی اللہ نے سکھایا ہے جس نے سب انسانوں کو یہ طاقت دی ہے اور یہ دیکھ میرے سر پر جبریلِ امین کھڑے ہیں جو مجھے بتا رہے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں ماں نے یہ اعجاز دیکھا تو جھٹ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔ مولانا رومی علیہ الرحمۃ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ پھر حضور نے اس بچے کو مخاطب فرمایا اور دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ تو وہ بولا ؎

عبدِ عزیٰ پیشِ ایں یکمشت حیز　　لیک نامم پیشِ حق عبد العزیز

یعنی یا رسول اللہ! اس مشتِ خاک ماں کے نزدیک تو میرا نام عبد عزیٰ ہے لیکن اللہ کے نزدیک میرا نام عبدالعزیز ہے۔ (نزہتہ المجالس ص۷۸ جلد ۲)

سبق....... ایک دو ماہ کا بچہ تو حضور کو جان اور مان لے اور اپنی ماں کو بھی جنت میں لے جائے مگر افسوس ان عمر رسیدہ بدبختوں پر جنہوں نے حضور کو نہ جانا نہ مانا اور اپنی جہالت و گستاخیوں سے خود بھی ڈوبے اور دوسروں کو بھی لے ڈوبے۔

حکایت نمبر ۳۲

رات کا چور

ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدقہ فطر کی حفاظت کے لئے مقرر فرمایا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رات بھر اس مال کی حفاظت فرماتے رہے، ایک رات ایک چور آیا اور مال چرانے لگا، حضرتِ ابوہریرہ نے اسے دیکھ لیا اور اسے پکڑ لیا اور فرمایا میں تجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا اس چور نے منت سماجت کرنا شروع کی اور کہا خدارا مجھے چھوڑ دو میں صاحبِ عیال ہوں اور محتاج ہوں، ابوہریرہ کو رحم آگیا اور اسے چھوڑ دیا۔ صبح ابوہریرہ جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے تو حضور نے مسکرا کر فرمایا ابوہریرہ! وہ رات والے تمہارے

قیدی (چور) نے کیا کیا ؟ ابو ہریرہ نے عرض کیا، حضور! اس نے اپنی عیال داری اور محتاجی بیان کی تو مجھے رحم آگیا اور میں نے چھوڑ دیا حضور نے فرمایا اس نے تم سے جھوٹ بولا، خبردار رہنا آج رات وہ پھر آئے گا۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں دوسری رات بھی اس کی انتظار میں رہا کیا دیکھتا ہوں کہ وہ واقعی پھر آپہنچا اور مال چرانے لگا میں نے پھر اسے پکڑلیا اس نے پھر منت خوشامد کی اور مجھے پھر رحم آگیا اور میں نے پھر چھوڑ دیا صبح جب حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو حضور نے پھر فرمایا، ابو ہریرہ! وہ رات والے قیدی (چور) نے کیا کیا ؟ میں نے پھر عرض کیا کہ حضور! وہ اپنی حاجت بیان کرنے لگا تو مجھے رحم آگیا اور میں نے پھر چھوڑ دیا، حضور نے فرمایا اس نے تم سے جھوٹ کہا خبردار! آج وہ پھر آئے گا ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ تیسری رات وہ پھر آیا اور میں نے اسے پکڑ کر کہا کم بخت آج نہ چھوڑوں گا اور حضور کے پاس ضرور لے کر جاؤں گا۔ وہ بولا، ابو ہریرہ! میں تجھے چند ایسے کلمات سکھا جاتا ہوں جن کو پڑھنے سے تو نفع میں رہے گا، سنو! جب سونے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ کر سویا کرو، اس سے اللہ تمہاری حفاظت فرمائے گا اور شیطان تمہارے نزدیک نہیں آسکے گا، ابو ہریرہ کہتے ہیں وہ مجھے یہ کلمات سکھا کر پھر مجھ سے رہائی پاگیا اور میں نے جب صبح حضور کی بارگاہ میں یہ سارا قصہ بیان کیا تو حضور نے فرمایا اس نے یہ بات سچی کہی ہے حالانکہ خود وہ بڑا جھوٹا ہے کیا تو جانتا ہے اے ابو ہریرہ! کہ وہ تین رات آنے والا

کون تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ! میں نہیں جانتا، فرمایا وہ شیطان تھا۔ (مشکوٰۃ شریف) ص ۱۷۷

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم گزرے ہوئے اور ہونے والے سب واقعات کو جانتے ہیں ابوہریرہ کے پاس رات کو چور آیا تو حضور نے خود ہی فرمایا کہ ابوہریرہ رات کے قیدی نے کیا کیا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ آج پھر آئے گا چنانچہ وہی کچھ ہوا جو حضور نے فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم ماکان و مایکون ہیں۔

حکایت نمبر ۳۳

بھیڑیئے کی گواہی

مدینہ منورہ کے کسی مقام پر ایک چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا۔ اور بکریوں کے ریوڑ میں گھس کر ایک بکری کا شکار لے بھاگا چرواہے نے دیکھا تو اس بھیڑیئے کا تعاقب کیا اور اس سے بکری چھڑا لی بھیڑیئے نے جب دیکھا کہ میرا شکار مجھ سے چھین لیا گیا ہے تو ایک ٹیلے پر چڑھ کر بزبان فصیح کہنے لگا، میاں چرواہے! اللہ نے مجھے رزق دیا تھا مگر افسوس! کہ تم نے مجھ سے چھین لیا، چرواہے نے جب ایک بھیڑیئے کو کلام کرتے ہوئے دیکھا تو حیران ہو کر بولا تعجب ہے کہ ایک بھیڑیا بھی کلام کرتا ہے، بھیڑیئے نے پھر کلام کیا اور کہا

اور اس سے بھی زیادہ تعجب والی بات تو یہ ہے کہ مدینہ شریف میں ایک ایسا وجود موجود ہے جو تمہیں جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے ان سب اگلی پچھلی باتوں کی خبر دیتا ہے مگر تم اس پر ایمان نہیں لاتے۔ چرواہا جو یہودی تھا بھیڑیئے کی اس گواہی کو سن کر بڑا متاثر ہوا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۳۳)

سبق... ایک جانور بھی جانتا اور مانتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہر گزری ہوئی اور ہونے والی بات کو جانتے ہیں مگر ایک برائے نام انسان بھی ہیں جو (معاذاللہ) حضور کے لئے دیوار کے پیچھے کا علم بھی تسلیم نہیں کرتے۔

حکایت نمبر ۳۴

خوش عقیدہ لعفور

فتح خیبر کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم واپس آرہے تھے کہ راستے میں آپ کی خدمت میں ایک گدھا حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ حضور! میری عرض بھی سنتے جائیے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مسکین جانور کی عرض سننے کو ٹھہر گئے اور فرمایا بتاؤ کیا کہنا چاہتے ہو، وہ بولا، حضور! میرا نام یزید بن شہاب ہے اور میرے دادا کی نسل سے خدا نے ساٹھ خر پیدا کئے ہیں ان سب پر

اللہ کے نبی سوار ہوتے رہے اور حضور! میرے دل کی یہ تمنا ہے کہ مجھ مسکین پر حضور سواری فرمائیں اور یارسول اللہ! میں اس بات کا مستحق بھی ہوں اور وہ اس طرح کہ میرے دادا کی اولاد میں سے سوا میرے کوئی باقی نہیں رہا اور اللہ کے رسولوں میں سے سوا آپ کے کوئی باقی نہیں رہا۔

حضور نے اس کی یہ خواہش سن کر فرمایا اچھا ہم تمہیں اپنی سواری کے لئے منظور فرماتے ہیں اور تمہارا نام بدل کر ہم یعفور رکھتے ہیں (حجۃ اللہ علی العلمین ص ۶۸۴)

سبق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا اقرار ایک گدھا بھی کر رہا ہے پھر جو ختم نبوت کا انکار کرے وہ کیوں نہ گدھے سے بھی بدتر ہو۔

حکایت نمبر ۳۵

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور ملک الموت

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا جب وقت آیا تو ملک الموت جبریل کی معیت میں حاضر ہوا جبریل امین نے عرض کیا:

یارسول اللہ! یہ ملک الموت آیا ہے اور آپ اجازت طلب کرتا ہے، حضور! اس نے آج تک کبھی نہ کسی سے اجازت لی ہے اور نہ

آپ کے بعد کسی سے اجازت لے گا حضور اگر اجازت دیں تو یہ اپنا کام کرے حضور نے فرمایا! ملک الموت کو آ نے دو چنانچہ ملک الموت آگئے بڑھا اور عرض کرنے لگا، یا رسول اللہ! اللہ تعالےٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ کا ہر حکم مانوں اور جو آپ فرمائیں وہی کروں، لہٰذا آپ اگر فرمائیں تو میں روح مبارک قبض کروں ورنہ واپس چلا جاؤں جبریل نے عرض کیا، حضور! خداوند کریم آپ کے لقاء وصال کو چاہتا ہے حضور نے فرمایا تو اے ملک الموت تمہیں جان لینے کی اجازت ہے، جبریل بولے حضور! اب جب کہ آپ تشریف لئے جا رہے ہیں تو پھر زمین پر میرا یہ آخری پھیرا ہے اس لئے کہ میرا مقصود تو آپ ہی تھے اس کے بعد ملک الموت قبض روحِ انور کے شرف سے مشرف ہوا۔ (مواہب لدنیہ ص ۱۷۴ جلد ۲، مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۱)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بڑی شان ہے کہ وہ ملک الموت جس نے کبھی کسی بڑے سے بڑے بادشاہ سے بھی اجازت نہیں لی ہمارے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے اجازت طلب کرتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ اگر آپ فرمائیں تو جان لوں ورنہ واپس چلا جاؤں اور خدا اسے یہ حکم دے کر بھیجتا ہے کہ میرے محبوب کی اطاعت کرنا، جو وہ فرمائیں وہی کرنا باوجود اس کے جو گستاخ حضور کو اپنی مثل کہتے ہیں کس قدر گمراہ ہیں کیا کبھی ان سے بھی ملک الموت نے اجازت لی ہے۔

حکایت نمبر ۳۶

شاہی استقبال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت جبریل امین حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! آج آسمانوں پر حضور کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں، خدا تعالےٰ نے جہنم کے داروغہ مالک کو حکم دیا ہے کہ مالک! میرے حبیب کی روح مطہرہ آسمانوں پر تشریف لا رہی ہے، اس اعزاز میں دوزخ کی آگ بجھا دے اور حوران جنت سے فرمایا ہے کہ تم سب اپنی تزئین و آراستگی کرو اور سب فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تعظیم روح مصطفےٰ کے لئے سب صف بصف کھڑے ہو جاؤ اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں جناب کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بشارت دوں کہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں پر جنت حرام ہے جب تک کہ آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے اور کل قیامت کو اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر آپ کی طفیل اس قدر بخشش و مغفرت کی بارش فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ (مدارج النبوۃ ص ۴۵۲ ج ۲)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز و اکرام دونوں عالم میں ہے اور جن و بشر حور و ملائک سبھی حضور کے خدام و لشکری ہیں اور آپ دونوں عالم کے بادشاہ ہیں۔

حکایت نمبر ۳۷

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا غسل مبارک

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل مبارک کے وقت صحابہ کرام علیہم الرضوان سوچنے لگے اور آپس میں کہنے لگے کہ جس طرح دوسرے لوگوں کے کپڑے اتار کر ان کو غسل دیا جاتا ہے کیا اسی طرح حضور کے کپڑے مبارک بھی اتار کر حضور کو غسل دیا جائے گا یا حضور کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے؟ اس بات پر گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک سب پر نیند طاری ہوگئی اور سب کے سر ان کے سینوں پر ڈھلک آئے پھر سب کو ایک آواز آئی، کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا، "تم جانتے نہیں یہ کون ہیں؟ خبردار! یہ رسول اللہ ہیں، ان کے کپڑے نہ اتارنا انہیں کپڑوں سمیت ہی غسل دو۔" پھر سب کی آنکھیں کھل گئیں اور حضور کو کپڑوں سمیت ہی غسل دیا گیا۔ (مواہب لدنیہ صـ ۳۷۸ جلد ۲ مشکوٰۃ ص ۵۳۷)

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی شان سب سے ممتاز اور برگزیدہ ہے اور کوئی شخص ایسا نہیں جو ان کی مثل ہو آپ کی یہ زندگی، آپ کا وصال شریف، آپ کا غسل شریف اور آپ کا قبر انور میں رونق افروز ہونا ہر بات آپ کی ممتاز ہے اور کوئی شخص کسی بات میں آپ کی مثل نہیں۔

حکایت نمبر ۳۸

قبرِ انور سے آواز

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دفنِ مبارک سے فارغ ہوئے تو تین روز کے بعد ایک اعرابی قبرِ انور پر حاضر ہوا اور قبرِ انور کے سامنے گر کر قبرِ انور کی خاک اپنے سر پر ڈالنے لگا اور پھر کہنے لگا، یا رسول اللہ! جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے سنا اور آپ کی زبانی ہم نے قرآن کی یہ آیت بھی سنی وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ الآیۃ یعنی جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں وہ آپ کے پاس حاضر ہوں" پس اے اللہ کے رسول! میں اپنی جان پر ظلم کر بیٹھا ہوں اور اب گناہوں کی معافی کے لئے آپ کے پاس پہنچا ہوں۔

اعرابی نے یہ کہا تو قبرِ انور سے آواز آئی، "جاؤ! اللہ نے تمہیں بخش دیا" (حجۃ اللہ علے العالمین صد ۷۷۲)

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا دربارِ رحمت، وصال شریف کے بعد بھی بدستور لگا ہوا ہے اور حضور اپنے وصال شریف کے بعد بھی گنہ گاروں کے لئے ذریعۂ نجات اور منبعِ فیوض و برکات ہیں اور آج بھی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بدستور محتاج ہیں ⁂ ⁂

"

حکایت نمبر ۳۹

قبرِ انور سے اذان کی آواز

جن دنوں لشکرِ یزید نے مدینہ منورہ پر چڑھائی کی ان دنوں تین دن مسجدِ نبوی میں اذان نہ ہوسکی حضرتِ سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے یہ تین دن مسجدِ نبوی میں رہ کر گزارے آپ فرماتے ہیں کہ نماز کے وقت ہوجانے کا مجھے کچھ پتہ نہیں چلتا تھا مگر اس طرح کہ جب نماز کا وقت آتا قبرِ انور سے ایک ہلکی سی اذان کی آواز آنے لگتی۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۵۳۷)

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم قبرِ انور میں بھی زندہ ہیں اور جو شخص (معاذ اللہ) حضور کو مر کر مٹی میں مل جانے والا لکھتا ہے وہ بڑا بے ادب اور گستاخِ رسول ہے۔

حکایت نمبر ۴۰

آسمان کا گریہ

مدینہ منورہ میں ایک بار قحط پڑ گیا، بارش ہوتی ہی نہ تھی لوگ ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں فریاد لے کر حاضر ہوئے

حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر سے چھت میں ایک سوراخ کر دو تا کہ آسمان اور قبر میں کوئی حجاب نہ رہے چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو اس قدر بارش ہوئی کہ کھیتیاں ہری بھری ہوگئیں اور جانور موٹے ہو گئے محدثین لکھتے ہیں کہ کہ آسمان نے جب قبر انور کو دیکھا تو رو پڑا تھا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۲۷)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض پاک وصال شریف کے بعد بھی بدستور جاری ہے اور حضور کی قبر انور کی زیارت سے ہر آنکھ آنسوؤں کے پھول برسانے لگتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ سے کچھ پانے کے لئے حضور کا وسیلہ ضروری ہے۔

حکایت نمبر ۱۴۱

بلال کا خواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک مرتبہ قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ روضۂ انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے بارش نہیں ہوتی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں خواب میں ملے اور فرمایا اے بلال! عمر کے پاس جاؤ اسے میرا سلام کہو اور کہہ دو کہ بارش ہو جائے گی اور عمر سے یہ بھی کہنا کہ کچھ نرمی اختیار کرے (یہ حضور نے اس لئے فرمایا کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دین کے معاملہ میں بڑے سخت تھے) حضرت بلال حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کا سلام و پیغام پہنچا دیا، حضرت عمر یہ سلام و پیغام محبوب پاکر بہت روئے اور پھر بارش بھی خوب ہوئی۔ (شواہد الحق للنبہانی ص ۶۷)

سبق: معلوم ہوا کہ وصال شریف کے بعد بھی صحابہ کرام مشکل کے وقت حضور ہی کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ہر مشکل یہیں سے حل ہوتی تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بڑی شان ہے اور آپ خلیفہ برحق ہیں اور اس قدر خوش قسمت ہیں کہ وصال شریف کے بعد بھی حضور کے سلام و پیام سے مشرف ہوتے ہیں پھر جسے فاروق اعظم سے عداوت ہوگی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ برا لگے گا۔

حکایت نمبر ۴۲

اُمِّ فاطمہ

اسکندریہ کی ایک عورت اُمِ فاطمہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئی تو اس کا ایک پیر زخمی اور متورم ہوگیا حتیٰ کہ وہ چلنے سے رہ گئی لوگ مکہ معظمہ جانے لگے مگر وہ وہیں رہ گئی، ایک دن وہ کسی طرح روضہ انور پر حاضر ہوئی اور روضۂ انور کا طواف کرنے لگی طواف کرتی جاتی اور یہ کہتی جاتی، یا حبیبی یا رسول اللہ لوگ چلے گئے اور میں رہ گئی، حضور! یا تو مجھے بھی واپس بھیجئے یا پھر اپنے

پاس بلا بھیجئے یہ کہہ رہی تھی کہ تین عربی نوجوان مسجد میں داخل ہوئے اور کہنے لگے کون مکہ معظمہ جانا چاہتا ہے اِمِ فاطمہ نے جلدی سے کہا میں جانا چاہتی ہوں ان میں سے ایک بولا تو اٹھو، ام فاطمہ بولی میں اٹھ نہیں سکتی اس نے کہا اپنا پیر پھیلاؤ تو امِ فاطمہ نے اپنا متورم پیر پھیلا دیا اس کا جب متورم پیر دیکھا تو تینوں بولے ہاں یہی وہ ہے اور پھر تینوں آگے بڑھے اور ام فاطمہ کو اٹھا کر سواری پر بیٹھا دیا اور مکہ معظمہ پہنچا دیا اور دریافت کرنے پر ان میں سے ایک نوجوان نے بتایا کہ مجھے حضور نے خواب میں حکم فرمایا تھا کہ اس عورت کو مکّہ پہنچا دو امِ فاطمہ کہتی ہے کہ میں بڑے آرام سے مکہ پہنچ گئی۔ (شواہد الحق ص ۱۶۴)

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم آج بھی ہر فریادی کی فریاد سنتے ہیں اور ہر مشکل حل فرما دیتے ہیں بشرطیکہ فریادی دل سے اور سچی عقیدت سے یا حبیبی یا رسول اللہ کہنے کا بھی عادی ہو۔

حکایت نمبر ۴۳

ایک ہاشمی عورت

مدینہ منوّرہ میں ایک ہاشمی عورت رہتی تھی اسے بعض لوگ ایذا دیا کرتے تھے ایک دن وہ حضور کے روضہ پر حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی، یا رسول اللہ! یہ لوگ مجھے ایذاء دیتے ہیں، روضۂ انور سے آواز

آئی۔

کیا میرا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے نہیں، دشمنوں نے مجھے ایذائیں دیں اور میں نے صبر کیا میری طرح تم بھی صبر کرو، وہ عورت فرماتی ہے کہ مجھے بڑی تسکین ہوئی اور چند دن کے بعد مجھے ایذاء دینے والے بھی مر گئے۔ (شواہد الحق ص: ۱۶۵)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی سنتے ہیں اور ہر مظلوم کے لئے آپ ہی کا در جائے پناہ ہے اور یا رسول اللہ کہنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے رحمت و تسکین حاصل ہوتی ہے۔

حکایت نمبر ۴۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ایک مجوسی کے نام

شیراز کے ایک بزرگ حضرت فاش فرماتے ہیں میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا اور میرے پاس خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی نہ تھا اور وہ موسم انتہائی سردی کا تھا میں اسی فکر میں سو گیا تو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا حضور خرچ کے لئے میرے پاس کچھ نہیں بس اسی فکر میں تھا، حضور نے فرمایا، دن چڑھے تو فلاں مجوسی کے گھر جانا اور اس سے کہنا کہ رسول اللہ نے تجھے کہا ہے کہ بیس دینار مجھے دیدے، حضرت فاش صبح اٹھے تو

حیران ہوئے کہ ایک مجوسی کے گھر کیسے جاؤں اور رسول اللہ کا حکم وہاں کیسے سناؤں اور پھر یہ بات بھی درست ہے کہ خواب میں حضور نظر آئیں تو وہ حضور ہی ہوتے ہیں اسی شش و پنج میں وہ دن گزر گیا اور دوسری رات پھر حضور کی زیارت ہوئی اور حضور نے فرمایا تم اس خیال کو چھوڑو اور اس مجوسی کے پاس جا کر میرا پیغام پہنچا دو چنانچہ حضرت فاش صبح اٹھے اور اس مجوسی کے گھر چل پڑے، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ مجوسی اپنے ہاتھ میں کچھ لئے ہوئے دروازے پر کھڑا ہے جب اس کے پاس پہنچے تو چونکہ وہ ان کو جانتا نہ تھا اور یہ پہلی مرتبہ اس کے پاس آئے تھے اس لئے شرما گئے اور وہ مجوسی خود ہی بول پڑا، بڑے میاں! کیا کچھ حاجت ہے؟ حضرت فاش بولے ہاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ تم مجھے بیس دینار دے دو، اس مجوسی نے اپنا ہاتھ کھولا اور کہا تو لیجئے یہ بیس دینار میں نے آپ ہی کے لئے نکال کر رکھے تھے اور آپ کی راہ دیکھ رہا تھا حضرت فاش نے وہ دینار لے لئے اور اس مجوسی سے پوچھا، بھئی میں تو بھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھ کر یہاں آیا ہوں مگر تجھے میرے آنے کا کیسے علم ہو گیا تو وہ بولا، میں نے رات کو اس شکل و صورت کے ایک نورانی بزرگ کو خواب میں دیکھا ہے جس نے مجھ سے فرمایا کہ ایک شخص صاحب حاجت ہے وہ کل تمہارے پاس پہنچے گا اسے بیس دینار دے دینا چنانچہ میں یہ بیس دینار لے کر تمہاری ہی

انتظار میں تھا حضرت فاش نے جب اس کی زبانی رات کو ملنے والے نورانی بزرگ کا حلیہ سنا تو وہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا چنانچہ حضرت فاش نے اس سے کہا یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس مجوسی نے یہ واقعہ سن کر تھوڑی دیر توقف کیا اور پھر کہا مجھے اپنے گھر لے چلو چنانچہ وہ حضرت فاش کے گھر آیا اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا پھر اس کی بیوی، بہن اور اس کی اولاد بھی مسلمان ہو گئی۔ (شواہد الحق ص: ۱۶۹)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت جس پر بھی پڑ جائے اس کا بیڑا پار ہو جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محتاج غلاموں کی فریاد سنتے ہیں اور وصال شریف کے بعد بھی محتاجوں کی مدد فرماتے ہیں۔

حکایت نمبر ۴۵

خواب کا دودھ

حضرت شیخ ابو عبداللہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو مسجد نبوی میں محراب کے پاس ایک بزرگ آدمی کو سوئے ہوئے دیکھا تھوڑی دیر میں وہ جاگے اور جاگتے ہی روضۂ انور کے پاس جا کر حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کیا اور پھر مسکراتے ہوئے لوٹے ایک خادم نے ان سے اس مسکراہٹ کی وجہ پوچھی تو بولے میں سخت

بھوکا تھا اسی عالم میں میں نے روضۂ انور پر حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی تو خواب میں میں نے حضور کو دیکھا آپ نے مجھے ایک پیالہ دودھ کا عطا فرمایا اور میں نے خوب پیٹ بھر کر دودھ پیا اور پھر اس بزرگ نے اپنی ہتھیلی پر منہ سے تھوک کر دکھایا تو ہم نے دیکھا کہ ہتھیلی پر واقعی دودھ ہی تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص: ۸۰۴)

سبق: حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے والا حضور ہی کو دیکھتا ہے اور حضور کی خواب میں بھی جو عطا ہو وہ واقعی عطا ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور آج بھی ویسے ہی زندہ ہیں جیسے پہلے تھے۔

حکایت نمبر ۴۶
خواب کی روٹی

حضرت ابوالخیر فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں مدینہ منوّرہ میں حاضر ہوا تو مجھے پانچ دن کا فاقہ آگیا، میں روضہ انور پر حاضر ہوا اور حضور پر سلام عرض کر کے پھر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر سلام عرض کیا اور پھر عرض کیا یارسول اللہ! میں تو آپ کا مہمان ہوں اور پانچ روز سے بھوکا ہوں، ابوالخیر کہتے ہیں کہ میں پھر منبر کے پاس سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں آپ کے دائیں طرف حضرت صدیق اور بائیں طرف حضرت عمر اور آگے حضرت

علی (رضی اللہ عنہم) تھے۔ حضرتِ علی نے مجھے آگے بڑھ کر خبردار کیا اور فرمایا اٹھو وہ دیکھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور تمہارے لئے کھانا لائے ہیں، میں اٹھا اور دیکھا کہ حضور کے ہاتھ میں روٹی ہے وہ روٹی حضور نے مجھے عطا فرمائی میں نے حضور کی پیشانی انور کو بوسہ دے کر وہ روٹی لے لی اور کھانے لگا آدھی کھالی تو میری آنکھ کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ باقی آدھی روٹی میرے ہاتھ میں ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۰۵)

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم وصال شریف کے بعد بھی قاسم رزق اللہ ہیں اور محتاجوں کے لئے داتا ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین اپنی تکالیف و مشکلات بارگاہِ نبوی میں پیش کیا کرتے تھے اور حضور وصال کے بعد بھی اپنے غلاموں کی فریادرسی فرماتے ہیں۔

حکایت نمبر۴

شاہِ روم کا قیدی

اندلس کے ایک مردِ صالح کے لڑکے کو شاہ روم نے قید کر لیا تھا وہ مردِ صالح فریاد لے کر مدینہ منورہ کو چل پڑا راستے میں ایک دوست ملا، اور اس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ تو اس نے بتایا کہ میرے لڑکے کو شاہِ روم نے قید کر لیا ہے اور تین سو روپیہ اس پر جرمانہ کر دیا ہے

میرے پاس اتنا روپیہ نہیں جو دے کر میں اسے چھڑا سکوں اس لئے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد لے کر جا رہا ہوں اس دوست نے کہا مگر مدینہ منورہ ہی پہنچنے کی کیا ضرورت ہے حضور سے تو ہر مکان پر شفاعت کرائی جا سکتی ہے اس نے کہا ٹھیک ہے مگر میں تو وہیں حاضر ہوں گا چنانچہ وہ مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضۂ انور کی حاضری کے بعد اپنی حاجت عرض کی پھر خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو حضور نے اس سے فرمایا "جاؤ اپنے شہر پہنچو" چنانچہ وہ واپس آگیا اور گھر آکر دیکھا کہ لڑکا گھر آگیا ہے، لڑکے سے رہائی کا قصہ پوچھا تو اس نے بتایا کہ فلانی رات مجھے اور میرے سب ساتھی قیدیوں کو بادشاہ نے خود ہی رہا کر دیا ہے اس مردِ صالح نے حساب لگایا تو یہ وہی رات تھی جس رات حضور کی زیارت ہوئی تھی اور آپ نے فرمایا تھا "جاؤ اپنے شہر پہنچو" (حجۃ اللہ علے العالمین ص۸۰۷)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مصیبت زدہ کی مدد فرماتے ہیں اور قبرِ انور میں تشریف فرما ہو کر بھی اپنے غلاموں کی اعانت فرماتے ہیں اور ان کے غلام کسی مکان سے بھی ان کی طرف توجہ کریں حضور کی رحمت ان کا کام کر دیتی ہے۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے بزرگ بھی حضور کی بارگاہ میں فریادیں کیا کرتے تھے اور اسے کسی نے بھی شرک نہیں کہا۔

— — —

حکایت نمبر ۴۸

قاتل کی رہائی

بغداد کے حاکم ابراہیم بن اسحاق نے ایک رات خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضور نے اس سے فرمایا "قاتل کو رہا کردو" یہ حکم سن کر حاکمِ بغداد کانپتا ہوا اٹھا اور ماتحت عملہ سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا مجرم بھی ہے جو قاتل ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہاں ایک ایسا شخص بھی ہے جس پر الزامِ قتل ہے حاکمِ بغداد نے کہا اسے میرے سامنے لاؤ، چنانچہ اسے لایا گیا۔ حاکمِ بغداد نے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ واقعہ کیا ہے؟ اس نے کہا سچ کہوں گا جھوٹ ہرگز نہ بولوں گا، بات یہ ہوئی کہ ہم چند آدمی مل کر عیاشی و بدمعاشی کیا کرتے تھے ایک بوڑھی عورت کو ہم نے مقرر کر رکھا تھا جو ہر رات کسی بہانے سے کوئی نہ کوئی عورت لے آتی تھی ایک رات وہ ایک ایسی عورت کو لائی جس نے میری دنیا میں انقلاب برپا کر دیا بات یہ ہوئی کہ وہ نو وارد عورت جب ہمارے سامنے آئی تو چیخ مار کر اور بیہوش ہو کر گر گئی میں نے اسے اٹھا کر ایک دوسرے کمرے میں لا کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی اور جب وہ ہوش میں آ گئی تو اس سے چیخنے اور بے ہوش ہونے کی وجہ پوچھی، وہ بولی اے نوجوان!

میرے حق میں اللہ سے ڈر پھر کہتی ہوں کہ اللہ سے ڈر! یہ بڑھیا تو مجھے بہانے ہی بہانے سے اس جگہ لے آئی ہے دیکھ :

"میں ایک شریف عورت ہوں اور سیدہ ہوں، میرے نانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور میری ماں فاطمۃ الزہرا ہے خبردار اس نسبت کا لحاظ رکھنا اور میری طرف بدنگاہی سے نہ دیکھنا"

میں نے جب اس پاک عورت سے جو سیدہ تھی یہ بات سنی تو لرز گیا اور اپنے دوستوں کے پاس آکر انہیں حقیقتِ حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر عافیت کی خیر چاہتے ہو تو اس مکرمہ و معظمہ خاتون کی بے ادبی نہ ہونے پائے۔ میرے دوستوں نے میرے اس وعظ سے یہ سمجھا کہ شاید میں ان کو ہٹا کر خود تنہا ہی ارتکابِ گناہ کرنا چاہتا ہوں اور ان سے دھوکا کر رہا ہوں اس خیال سے وہ مجھ سے لڑنے پر آمادہ ہو گئے، میں نے کہا میں تم لوگوں کو کسی صورت میں اس امرِ شنیع کی اجازت نہ دوں گا لڑوں گا، مر جاؤں گا مگر اس سیدہ کی طرف بدنگاہی منظور نہ کروں گا چنانچہ وہ مجھ پر جھپٹ پڑے اور مجھے ان کے حملہ سے ایک زخم بھی آگیا اور اسی اثنا میں ایک شخص جو اس سیدہ کے کمرہ کی طرف جانا چاہتا تھا میرے روکنے پر مجھ پر حملہ آور ہوا تو میں نے اس پر چھری سے حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا پھر اس سیدہ کو اپنی حفاظت میں لے کر باہر نکالا

تو شور مچ گیا چھری میرے ہاتھ میں مٹھی میں پکڑا گیا اور آج یہ بیان دے رہا ہوں۔

حاکم بغداد نے کہا، جاؤ تمہیں رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے رہا کیا جاتا ہے۔ (حجۃ اللہ علے العالمین ص: ۸۱۳)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ہر نیک و بد آدمی اور ہر نیک و بد عمل کو جانتے اور دیکھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور کی نسبت کے لحاظ و ادب سے آدمی کا انجام اچھا ہو جاتا ہے لہذا ہر اس چیز کا دل میں ادب و احترام رکھنا چاہیئے جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہو۔

حکایت نمبر ۴۹

جزیرے کا قیدی

ابن مرزوق بیان کرتے ہیں کہ جزیرۂ شقر کے ایک مسلمان کو دشمنوں نے قید کر لیا اور اس کے ہاتھ پاؤں لوہے کی زنجیروں سے باندھ کر قید خانہ میں ڈال دیا اس مسلمان نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر فریاد کی اور زور سے کہنے لگا "یا رسول اللہ" یہ نعرہ سن کر کافر بولے اپنے رسول سے کہو تمہیں اس قید سے چھڑانے آئے پھر جب رات ہوئی اور آدھی رات کا وقت ہوا تو قید خانہ میں کوئی شخص

آیا اور اس نے قیدی سے کہا اٹھو! "اذان کہو" قیدی نے اذان دینا شروع کی اور جب وہ اس جملہ پر پہنچا، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس کی سب زنجیریں ٹوٹ گئیں اور وہ آزاد ہو گیا پھر اس کے سامنے ایک باغ نمایاں ہو گیا اور وہ اس باغ سے ہوتا ہوا باہر آ گیا، صبح اس کی رہائی کا سارے جزیرہ میں چرچا ہونے لگا۔ (شواہد الحق ص ۱۶۲)

سبق: مسلمان حضور صلے اللہ کا نعرۂ رسالت ہمیشہ لگاتے رہے اور اس نعرہ کا مذاق اڑانا دشمنانِ رسالت کا کام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی مشکلکشا ہے کہ یہ نام لیتے ہی مصیبت کی کڑیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔

حکایت نمبر ۵۰

پھنسا ہوا جہاز

ایک مرد صالح کو ایک کافر بادشاہ نے گرفتار کر لیا وہ فرماتے ہیں اس بادشاہ کا ایک بہت بڑا جہاز دریا میں پھنس گیا تھا جو بڑی کوشش کے باوجود دریا سے نکل نہ سکا آخر ایک دن جس قدر قیدی تھے ان کو بلا لیا تاکہ وہ سب مل کر اس جہاز کو نکالیں چنانچہ ان قیدیوں نے جن کی تعداد تین ہزار تھی مل کر کوشش کی مگر پھر بھی وہ جہاز نکل نہ سکا، پھر ان قیدیوں نے بادشاہ سے کہا کہ جس قدر مسلمان قیدی ہیں ان کو

کہیئے وہ یہ جہاز نکال سکیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جو بھی نعرہ لگائیں انہیں روکا نہ جائے، بادشاہ نے یہ بات تسلیم کرلی اور سب مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے کہا کہ تم اپنی مرضی کے مطابق جو نعرہ لگانا چاہو لگاؤ اور اس جہاز کو نکالو۔ وہ مردِ صالح فرماتے ہیں کہ ہم سب مسلمان قیدیوں کی تعداد چار سو تھی ہم نے مل کر نعرۂ رسالت لگایا اور ایک آواز سے "یا رسول اللہ ﷺ" کہا اور جہاز کو ایک دھکا لگایا تو وہ جہاز اپنی جگہ سے ہل گیا پھر ہم نے یہ نعرہ لگاتے ہوئے اسے رکنے نہیں دیا حتٰی کہ اسے باہر نکال دیا۔ (شواہد الحق للنبہانی ص:۱۶۳)

سبق: نعرۂ رسالت مسلمانوں کا محبوب نعرہ ہے اور مسلمانوں نے اسے ہمیشہ اپنائے رکھا اور اس نامِ پاک سے بڑے بڑے مشکل کام حل ہو جاتے ہیں پھر جو شخص اس نعرہ کی مخالفت کرے کس قدر بے خبر ہے۔

حکایت نمبر ۵۱

ایک سیّد زادی اور مجوسی

ملکِ سمرقند میں ایک بیوہ سیّد زادی رہتی تھی اس کے چند بچے بھی تھے، ایک دن وہ اپنے بھوکے بچوں کو لے کر ایک رئیس آدمی کے پاس پہنچی اور کہا میں سیّد زادی ہوں میرے بچے بھوکے ہیں انہیں

کھانا کھلاؤ، وہ رئیس آدمی جو دولت کے نشہ میں مخمور اور برائے نام مسلمان تھا کہنے لگا تم اگر واقعی سیّد زادی ہو تو کوئی دلیل پیش کرو، سیّد زادی بولی میں ایک غریب بیوہ ہوں زبان پر اعتبار کرو کہ سید زادی ہوں اور دلیل کیا پیش کروں؟ وہ بولا میں زبانی جمع خرچ کا معتقد نہیں اگر کوئی دلیل ہے تو پیش کرو ورنہ جاؤ، وہ سید زادی اپنے بچوں کو لے کر واپس چلی آئی اور ایک مجوسی رئیس کے پاس پہنچی اور اپنا قصہ بیان کیا وہ مجوسی بولا، محترمہ! اگرچہ میں مسلمان نہیں ہوں مگر تمہاری سیادت کی تعظیم و قدر کرتا ہوں آؤ اور میرے ہاں ہی قیام فرماؤ میں تمہاری روٹی اور کپڑے کا ضامن ہوں یہ کہا اور اسے اپنے ہاں ٹھہرا کر اسے اور اس کے بچوں کو کھانا کھلایا اور ان کی بڑی خدمت کی۔ رات ہوئی تو وہ برائے نام مسلمان رئیس سویا تو اس نے خواب میں حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جو ایک بہت بڑے نورانی محل کے پاس تشریف فرما تھے اس رئیس نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ نورانی محل کس کے لئے ہے؟ حضور نے فرمایا مسلمان کے لئے، وہ بولا تو حضور میں بھی مسلمان ہوں یہ مجھے عطا فرما دیجئے، حضور نے فرمایا اگر تو مسلمان ہے تو اپنے اسلام کی کوئی دلیل پیش کر! وہ رئیس یہ سن کر بڑا گھبرایا، حضور نے پھر اسے فرمایا میری بیٹی تمہارے پاس آئے تو تو اس سے سیادت کی دلیل طلب کرے اور خود بغیر دلیل پیش کئے اس محل میں چلا جائے ناممکن ہے۔ یہ سن کر اس کی آنکھ کھل گئی اور بڑا رویا پھر اس سیّد زادی کی تلاش میں نکلا تو اسے پتہ چلا

کہ وہ فلاں مجوسی کے گھر قیام پذیر ہے چنانچہ اس مجوسی کے پاس پہنچا اور کہا کہ ایک ہزار روپیہ لے لو اور وہ سید زادی میرے سپرد کردو، مجوسی بولا کیا میں وہ نورانی محل ایک ہزار روپیہ پر بیچ دوں؟ ناممکن ہے سن لو! حضور صلے اللہ علیہ وسلم جو تمہیں خواب میں مل کر اس محل سے دور کر گئے ہیں وہ مجھے بھی خواب میں مل کر اور کلمہ پڑھا کر اس محل میں داخل فرما گئے ہیں اب میں بھی بیوی بچوں سمیت مسلمان ہوں اور مجھے حضور بشارت دے گئے ہیں کہ تو اہل وعیال سمیت جنتی ہے۔ (نزہتہ المجالس ص۱۹۴ ج۲)

سبق: دلیل طلب کرنے والا برائے نام مسلمان بھی جنت سے محروم رہ گیا اور نسبت رسول کا لحاظ کرکے بغیر دلیل کے بھی تعظیم وادب کرنے والا ایک مجوسی بھی دولت ایمان سے مشرف ہو کر جنت پا گیا معلوم ہوا کہ ادب وتعظیم رسول کے باب میں بات بات پر دلیل طلب کرنے والے برائے نام مسلمان بدبخت اور محروم رہ جانے والے ہیں۔

حکایت نمبر ۵۲

عبداللہ بن مبارک اور ایک سید زادہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ ایک بڑے مجمع کے ساتھ مسجد سے نکلے تو ایک سید زادہ نے ان سے کہا۔

اے عبداللہ! یہ کیسا مجمع ہے؟ دیکھ میں فرزند رسول ہوں اور

تیرا باپ تو ایسا نہ تھا حضرت عبداللہ بن مبارک نے جواب دیا، میں وہ کام کرتا ہوں جو تمہارے نانا جان نے کیا تھا اور تم نہیں کرتے اور یہ بھی کہا کہ بے شک تم سیّد ہو اور تمہارے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میرا والد ایسا نہ تھا مگر تمہارے والد سے علم کی میراث باقی رہی، میں نے تمہارے والد کی میراث لی میں عزیز اور بزرگ ہو گیا تم نے میرے والد کی میراث لی تم عزت نہ پا سکے۔

اسی رات خواب میں حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ چہرۂ مبارک آپ کا متغیر ہے، عرض کیا یا رسول اللہ! یہ رنجش کیوں ہے؟ فرمایا! تم نے میرے ایک بیٹے پر نکتہ چینی کی ہے عبداللہ بن مبارک جاگے اور اس سیّد زادہ کی تلاش میں نکلے تاکہ اس سے معافی طلب کریں، ادھر اس سیّد زادہ نے بھی اسی رات کو خواب میں حضورِ اکرم کو دیکھا اور حضور نے اس سے یہ فرمایا کہ بیٹا اگر اچھا ہوتا تو وہ تمہیں کیوں ایسا کلمہ کہتا وہ سیّد زادہ بھی جاگا اور حضرت عبداللہ بن مبارک کی تلاش میں نکلا چنانچہ دونوں کی ملاقات ہو گئی اور دونوں نے اپنے اپنے خواب سنا کر ایک دوسرے سے معذرت طلب کر لی

(تذکرۃ الاولیا صفحہ ۱۷۳)

سبق: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کی ہر بات پر شاہد اور ہر بات سے باخبر ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی کسی چیز پر نکتہ چینی کرنا حضور کی خفگی کا موجب ہے۔

حکایت نمبر ۵۳

ابوالحسن خرقانی اور حدیث کا درس

حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمۃ کے پاس ایک شخص علم حدیث پڑھنے کے لئے آیا اور دریافت کیا کہ آپ نے حدیث کہاں سے پڑھی؟ حضرت نے فرمایا، براہِ راست حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے، اس شخص کو یقین نہ آیا، رات کو سویا تو حضور خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ابوالحسن سچ کہتا ہے میں نے ہی اسے پڑھایا ہے صبح کو حضرت ابوالحسن کی خدمت میں وہ حاضر ہوا اور حدیث پڑھنے لگا بعض مقامات پر حضرت ابوالحسن نے فرمایا یہ حدیث آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں اس شخص نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا، فرمایا تم نے حدیث پڑھنا شروع کی تو میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ابروئے مبارک کو دیکھنا شروع کیا میری یہ آنکھیں حضور کے ابروئے مبارک پر ہیں جب حضور کے ابروئے مبارک پر شکن پڑتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ حضور اس حدیث سے انکار فرما رہے ہیں۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۴۹۶)

سبق: ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور حاضر و ناظر اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے حضور کے دیدار پر انوار سے اب بھی مشرف ہوتے ہیں پھر جو حضور کو زندہ نہ مانے وہ خود ہی مردہ ہے۔

حکایت نمبر ۵۴

ایک ولی اور محدّث

ایک ولی ایک محدث کے درسِ حدیث میں حاضر ہوئے تو اس محدث نے ایک حدیث پڑھی اور کہا قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تو وہ ولی بولے، یہ حدیث باطل ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز یوں نہیں فرمایا، وہ محدّث بولے کہ تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ اور تمہیں کیسے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا؟ تو اس ولی نے جواب دیا:-

هٰذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفٌ عَلٰى رَأْسِكَ يَقُوْلُ إِنِّيْ لَمْ أَقُلْ هٰذَا الْحَدِيْثَ۔

"یہ دیکھو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے سر پر کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں میں نے ہرگز یہ حدیث نہیں کہی۔"

وہ محدّث حیران رہ گئے اور ولی بولے، کیا تم بھی حضور اکرم کو دیکھنا چاہتے ہو تو لو دیکھ لو، چنانچہ جب ان محدّث نے اوپر دیکھا تو حضور کو تشریف فرما دیکھ لیا۔

(فتاوٰے حدیثیہ ص: ۲۱۲)

سبق: ہمارے حضور حاضر و ناظر ہیں مگر دیکھنے کے لئے کسی ولی کی نظر درکار ہے اور کسی کامل ولی کی نظرِ کرم ہو جائے تو آج بھی سرکار ابد قرار کے دیدار پر انوار کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔

ایک مشاعرہ

ایک مجلسِ مشاعرہ میں ایک عیسائی شاعر نے حسبِ ذیل شعر کہے ؎

محمدؐ تو زمیں میں بے گماں ہے!
فلک پر ابنِ مریم کا مکاں ہے
جو اونچا ہے وہی افضل رہے گا
جو نیچے ہے بھلا افضل کہاں ہے؟

ایک مسلمان شاعر نے اس کے جواب میں یہ شعر کہا ؎

ترازو کو اٹھا کر دیکھ ناداں!!
وہی جھکتا ہے جو پلّہ گراں ہے

انبیاءِ کرام

علیہم السلام

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط

تیسرا باب

انبیاءِ کرام علیہم السّلام

حکایت نمبر (۵۵)

حضرت آدم علیہ السّلام اور شیطان

خداوند کریم نے فرشتوں میں جب اعلان فرمایا کہ میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تو شیطان لعین نے اس بات کا بہت بُرا منایا اور اپنے جی ہی جی میں حسد کی آگ میں جلنے لگا۔

چنانچہ جب خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے خلیفہ کے آگے سجدہ میں جھک جاؤ۔ تو سب سجدے میں جھک گئے۔ مگر شیطان لعین اکڑ رہا۔ اور نہ جھکا۔ خداوند کریم کو اس کا یہ تکبر پسند نہ آیا۔ اور اس سے دریافت فرمایا۔ کہ اے ابلیس! میں نے جب اپنے یدِ قدرت سے بنائے ہوئے خلیفہ کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ تو تم نے کیوں نہ سجدہ کیا

شیطان نے جواب دیا۔

میں آدم سے اچھا ہوں۔ اس لئے کہ میں آگ سے بنا ہوا ہوں اور وہ مٹی سے بنا ہے پھر میں ایک بشر کو سجدہ کیوں کرتا؟

خدا تعالیٰ نے اس کا یہ رعونت بھرا جواب سنا۔ تو فرمایا۔

مردود نکل جا میری بارگاہِ رحمت سے۔ جا تو قیامت تک کے لئے مردود ملعون ہے۔

(قرآن کریم سورہ بقر)

سبق :- خدا کے رسول اور اس کے مقبولوں کی عزت و تعظیم کرنے سے خدا خوش ہوتا ہے۔ اور ان کو اپنی مثل بشر سمجھ کر ان کی تعظیم سے انکار کر دینا فعل شیطانی ہے۔ اور ایک پیغمبر خدا کو سب سے پہلے تحقیراً بشر کہنے والا شیطان ہے۔

حکایت نمبر ۵۶

شیطان کی تھوک

خدا نے جب حضرت آدم علیہ السّلام کا پتلا مبارک تیار فرمایا تو فرشتے حضرت آدم علیہ السلام کے اس پتلے مبارک کی زیارت کرتے تھے۔ مگر شیطان لعین حسد کی آگ میں جل بھن گیا۔ اور ایک مرتبہ اس مردود نے بغض و کینے میں آکر حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے مبارک پر تھوک دیا یہ تھوک حضرت آدم علیہ السلام کی ناف مبارک کے مقام پر پڑی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم

دیا۔ کہ اس جگہ سے اتنی مٹی نکال کہ اس مٹی کا کتا بنا دو۔
چنانچہ اس شیطانی تھوک سے ملی ہوئی مٹی کا کتا بنا دیا گیا۔ یہ کتا آدمی سے مانوس اس لئے ہے۔ کہ مٹی حضرت آدم علیہ السلام کی ہے۔ اور پلید اس لیئے ہے۔ کہ تھوک شیطان کی ہے۔ اور رات کو جاگتا اس لئے ہے کہ ہاتھ اسے جبریل کے لگے ہیں۔ (روح البیان صـ ۶۸ جلد ۱)

سبق:۔ شیطان کے تھوکنے سے حضرت آدم علیہ السّلام کا کچھ نہیں بگڑا۔ بلکہ مقام ناف شکم کے لئے وجہ زینت بن گیا۔ اسی طرح اللہ والوں کی بارگاہ میں گستاخی کرنے سے ان اللہ والوں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ بلکہ ان کی شان اور بھی چمکتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کو حسد و نفرت کی نگاہ سے دیکھنا شیطانی کام ہے۔

حکایت نمبر ۵

حضرت آدم علیہ السّلام اور جنگلی ہرن

حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے تو زمین کے جانور آپ کی زیارت کو حاضر ہونے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام ہر جانور کے لیے اس کے لائق دعا فرماتے۔ اسی طرح جنگل کے کچھ ہرن بھی سلام کرنے اور زیارت کی نیت سے حاضر ہوتے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک ان کی پشتوں پر پھیرا۔ اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ تو ان میں نافہ مشک پیدا ہو گئی۔ وہ

ہرن جب یہ خوشبو کا تحفہ لے کر اپنی قوم میں واپس آئے۔ تو ہرنوں کے دوسرے گروہ نے پوچھا۔ کہ یہ خوشبو تم کہاں سے لے آئے؟ وہ بولے اللہ کا پیغمبر آدم علیہ السلام جنّت سے زمین پر تشریف لایا ہے۔ ہم ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ تو انہوں نے رحمت بھرا اپنا ہاتھ ہماری پشتوں پر پھیرا۔ تو یہ خوشبو پیدا ہوگئی۔ ہرنوں کا وہ دوسرا گروہ بولا۔ تو پھر ہم بھی جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی گئے حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی پشتوں پر بھی ہاتھ پھیرا۔ مگر ان میں وہ خوشبو پیدا نہ ہوئی۔ اور وہ جیسے گئے تھے۔ ویسے کے ویسے ہی واپس آ گئے۔ واپس آکر وہ متعجب ہو کر بولے۔ کہ یہ کیا بات ہے؟ تم گئے تو خوشبو مل گئی۔ اور ہم گئے تو کچھ نہ ملا۔ پہلے گروہ نے جواب دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم گئے تھے۔ صرف زیارت کی نیت سے۔ تمہاری نیّت درست نہ تھی۔ (نزہۃ المجالس ص۴ ج ۱)

سبق:۔ اللہ والوں کے پاس نیک نیتی سے حاضر ہونے میں بہت کچھ ملتا ہے۔ اور اگر کسی بدبخت کو کچھ نہ ملے۔ تو اس کی اپنی نیت کا قصور ہوتا ہے۔ اللہ والوں کی دین وعطا کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔

حکایت نمبر ۵۸

نوح علیہ السّلام کی کشتی

حضرت نوح علیہ السّلام کی قوم بڑی بدبخت اور ناعاقبت اندیش تھی۔ حضرت نوح علیہ السّلام نے ساڑھے نو سو سال کے عرصہ میں دن رات

تبلیغ حق فرمائی۔ مگر وہ نہ مانے۔ آخر حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی ہلاکت کی دعا مانگی۔ اور خدا سے عرض کی۔ کہ مولا! ان کافروں کو بیخ و بن سے اکھاڑ دے۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہو گئی۔ اور خدا نے حکم دیا کہ :-

اے نوح! میں پانی کا ایک طوفانِ عظیم لاؤں گا۔ اور ان سب کافروں کو ہلاک کر دوں گا۔ تو اپنے اور چند ماننے والوں کے لئے ایک کشتی بنالے۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک جنگل میں کشتی بنانا شروع فرمائی کافر آپ کو دیکھتے اور کہتے۔ اے نوح! کیا کرتے ہو آپ فرماتے ایسا مکان بناتا ہوں۔ جو پانی پر چلے۔ کافر یہ سن کر ہنستے۔ اور تمسخر کرتے تھے حضرت نوح علیہ السلام فرماتے۔ کہ آج تم ہنستے ہو اور ایک دن ہم تم پر ہنسیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ کشتی دو سال میں تیار کی۔ اس کی لمبائی تین سو گز، چوڑائی پچاس گز۔ اور اونچائی تیس گز تھی۔ اس کشتی میں تین درجے بنائے گئے تھے۔ نیچے کے درجے میں وحوش اور درندے، درمیانی درجہ میں چوپائے وغیرہ۔ اور اوپر کے درجہ میں خود حضرت نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھی اور کھانے پینے کا سامان، پرندے بھی اوپر کے درجہ میں تھے، پھر جب بحکم الٰہی طوفان عظیم آیا۔ تو اس کشتی پر سوار ہونے والوں کے سوا روئے زمین پر جو کوئی بھی تھا۔ پانی میں غرق ہو گیا۔ حتےٰ کہ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان بھی جو کافر تھا۔ اسی طوفان میں غرق ہو گیا۔

(قرآن کریم سورۂ ہود۔ خزائن العرفان صفحہ ۳۳۳)

سبق ١۔ خدا کی نافرمانی سے اس دنیا میں بھی تباہی و ہلاکت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان، اور ان کی اطاعت سے ہی دونوں جہان میں نجات و فلاح مل سکتی ہے۔

حکایت نمبر (۵۹)

طوفانِ نوح اور ایک بڑھیا

حضرت نوح علیہ السلام نے بحکم الٰہی جب کشتی بنانا شروع کی تو ایک مومنہ بڑھیا نے حضرت نوح سے پوچھا۔ کہ آپ یہ کشتی کیوں بنا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بڑی بی! ایک بہت بڑا پانی کا طوفان آنے والا ہے جس میں سب کافر ہلاک ہو جائیں گے۔ اور مومن اس کشتی کے ذریعہ بچ جائیں گے۔ بڑھیا نے عرض کیا۔ حضور! جب طوفان آنے والا ہو۔ تو مجھے خبر کر دیجئے گا۔ تاکہ میں بھی کشتی پہ سوار ہو جاؤں۔ بڑھیا کی جھونپڑی شہر سے باہر کچھ فاصلہ پہ تھی۔ پھر جب طوفان کا وقت آیا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام دوسرے لوگوں کو تو کشتی پر چڑھانے میں مشغول ہو گئے۔ مگر اس بڑھیا کا خیال نہ رہا سنئے کہ خدا کا ہولناک عذاب پانی کے طوفان کی شکل میں آیا۔ اور روئے زمین کے سب کافر ہلاک ہو گئے۔ اور جب یہ عذاب ختم گیا۔ اور پانی اتر گیا۔ اور کشتی والے کشتی سے اترے تو وہ بڑھیا حضرت نوح علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئی۔ اور کہنے لگی۔

حضرت! وہ پانی کا طوفان کب آئیگا؟ میں ہر روز اس انتظار میں ہوں کہ آپ کب کشتی میں سوار ہونے کے لئے فرماتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا بڑی بی! ۔ طوفان تو آ بھی چکا۔ اور کافر سب ہلاک بھی ہو چکے۔ اور کشتی کے ذریعہ خدا نے اپنے مومن بندوں کو بچالیا۔ مگر تعجب ہے کہ تم زندہ کیسے بچ گئیں! عرض کیا۔ اچھا یہ بات ہے۔ تو پھر اسی خدا نے جس نے آپ کو کشتی کے ذریعہ بچالیا۔ مجھے میری ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی ہی کے ذریعہ بچالیا۔

(روح البیان صفحہ ۸۵ جلد ۲)

سبق:۔ جو خدا کا ہو جائے۔ خدا ہر حال میں اس کی مدد فرماتا ہے اور بغیر کسی سبب ظاہری کے بھی اس کے کام ہو جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۶۰

حضرت عزیر علیہ السلام اور خدا کی قدرت کے کرشمے

بنی اسرائیل جب خدا کی نافرمانی میں حد سے زیادہ بڑھ گئے۔ تو خدا نے ان پر ایک ظالم بادشاہ بخت نصر کو مسلط کر دیا جس نے بنی اسرائیل کو قتل کیا۔ گرفتار کیا۔ اور تباہ کیا۔ اور بیت المقدس کو برباد و ویران کر ڈالا۔ حضرت عزیر علیہ السلام ایک دن شہر میں تشریف لائے تو آپ نے شہر کی ویرانی و بربادی کو دیکھا۔ تمام شہر میں پھرے۔ کسی شخص کو وہاں نہ پایا۔ شہر کی تمام عمارتوں کو منہدم دیکھا۔ یہ منظر دیکھ کر آپ نے براہ تعجب فرمایا۔ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ

بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ یعنی اللہ اس شہر کی موت کے بعد اسے پھر کیسے زندہ فرمائے گا؟

آپ ایک دراز گوش پر سوار تھے۔ اور آپ کے پاس ایک برتن کھجور اور ایک پیالہ انگور کے رس کا تھا۔ آپ نے اپنے دراز گوش کو ایک درخت سے باندھا۔ اور اس درخت کے نیچے آپ سو گئے۔ جب سو گئے۔ تو خدا نے اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی۔ اور گدھا بھی مر گیا۔ اس واقعہ کے ستر سال بعد اللہ تعالیٰ نے شاہان فارس میں سے ایک بادشاہ کو مسلط کیا۔ اور وہ اپنی فوجیں لے کر بیت المقدس پہنچا۔ اور اس کو پہلے سے بھی بہتر طریقہ پر آباد کیا اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ باقی رہے تھے۔ خدا تعالیٰ انہیں پھر یہاں لایا۔ اور وہ بیت المقدس اور اس کے نواح میں آباد ہوئے۔ اور ان کی تعداد بڑھتی رہی۔ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا۔ اور کوئی آپ کو دیکھ نہ سکا جب آپ کی وفات کو سو سال گذر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ آپ کو زندہ کیا۔ پہلے آنکھوں میں جان آئی۔ ابھی تمام جسم مردہ تھا۔ وہ آپ کے دیکھتے دیکھتے زندہ کیا گیا۔ جس وقت آپ سوئے تھے۔ وہ صبح کا وقت تھا۔ اور سو سال کے بعد جب آپ دوبارہ زندہ کیے گئے تو یہ شام کا وقت تھا۔ خدا نے پوچھا۔ اے عزیر! تم یہاں کتنے ٹھہرے؟ آپ نے اندازہ سے عرض کیا۔ کہ ایک دن یا کچھ کم۔ آپ کا خیال یہ ہوا۔ کہ یہ اسی دن کی شام ہے۔ جس کی صبح کو سوئے تھے۔ خدا نے فرمایا۔ بلکہ تم تو سو برس ٹھہرے ہو۔ اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور انگور کے رس کو دیکھئے! کہ ویسا ہی ہے۔ اس میں تو تک نہیں

آئی۔ اور اپنے گدھے کو بھی ذرا دیکھئے۔ آپ نے دیکھا۔ تو وہ مرا ہوا اور گل چکا تھا۔ اعضاء اس کے بکھرے ہوئے اور ہڈیاں سفید چمک رہی تھیں۔ آپ کی نگاہ کے سامنے اللہ نے اس گدھے کو بھی زندہ فرمایا۔ پہلے اس کے اجزاء جمع ہوئے اور اپنے اپنے موقع پہ آئے۔ ہڈیوں پہ گوشت چڑھا۔ گوشت پہ کھال آئی۔ بال نکلے پھر اس میں روح آئی۔ اور آپ کے دیکھتے دیکھتے ہی وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور آواز کرنے لگا۔ آپ نے اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کیا۔ اور فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ پھر آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں تشریف لائے۔ آپ کو کوئی پہچانتا نہ تھا۔ اندازے سے آپ اپنے مکان پر پہنچے عمر آپ کی وہی چالیس سال کی تھی۔ ایک ضعیف بڑھیا ملی۔ جس کے پاؤں رہ گئے تھے اور نابینا ہو گئی تھی۔ وہ آپ کے گھر کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ کہ یہ عزیر کا مکان ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ مگر عزیر کو گم ہوئے سو برس گزر گئے۔ یہ کہہ کر خوب روئی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا پھر زندہ کیا۔ بڑھیا بولی۔ عزیر علیہ السلام مستجاب الدعوات تھے۔ جو دعا کرتے قبول ہو جایا کرتی تھی۔ آپ اگر عزیر ہیں۔ تو دعا کیجئے۔ کہ میں بینا ہو جاؤں تا کہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں۔

آپ نے دعا کی تو وہ بینا ہو گئی۔ پھر آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا خدا کے حکم سے اٹھ۔ یہ فرماتے ہی اس کے مارے ہوئے پاؤں بھی درست ہو گئے اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا۔ میں گواہی دیتی ہوں۔ کہ آپ بیشک عزیر ہی ہیں۔ پھر وہ آپ کو محلے میں لے گئی۔ وہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے جن کی

عمر ایک سو اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی۔ اور آپ کے پوتے بھی تھے۔ جو بوڑھے ہو چکے تھے۔ بڑھیا نے مجلس میں پکارا۔ یہ حضرت عزیر تشریف لائے ہیں، اہل مجلس نے اس بات کو جھٹلایا۔ اس نے کہا مجھے دیکھو۔ میں آپ کی دعا سے بالکل تندرست اور بینا ہو گئی ہوں۔ لوگ اٹھے اور آپ کے پاس آئے آپ کے فرزند نے کہا میرے والد صاحب کے شانوں کے درمیان سیاہ بالوں کا ایک ہلال تھا۔ جسم مبارک کھول کر دیکھا گیا۔ تو وہ موجود تھا۔

(قرآن کریم پ۳ ع ۳۔ اور خزائن العرفان ص۶۵)

سبق:۔ خدا کی نافرمانی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے۔ کہ ظالم حاکم مسلّط کر دیئے جاتے ہیں۔ اور ملک برباد و ویران ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑی قدرتوں کا مالک ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور ایک دن اس نے سب کو دوبارہ زندہ کر کے اپنے حضور بلانا ہے اور حساب لینا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کا جسم موت وارد ہونے کے بعد بھی صحیح سالم رہتا ہے۔ ہاں جو گدھے ہیں وہی مر کر مٹی میں مل جاتے اور مٹی ہو جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۶۱

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور چار پرندے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک روز سمندر کے کنارے ایک آدمی مرا ہوا دیکھا۔ آپ نے دیکھا کہ سمندر کی مچھلیاں اس کی لاش کو کھا رہی ہیں۔ اور تھوڑی

دیر کے بعد پھر پرندے آکر اس لاش کو کھانے لگے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ جنگل کے کچھ درندے آئے۔ اور وہ بھی اس لاش کو کھانے لگے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا۔ تو آپ کو شوق ہوا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ مردے کس طرح زندہ کیئے جائیں گے چنانچہ آپ نے خدا سے عرض کیا۔ الٰہی! مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو زندہ فرمائے گا۔ اور ان کے اجزار دریائی جانوروں۔ پرندوں اور درندوں کے پیٹوں سے جمع فرمائے گا۔ لیکن میں یہ عجیب منظر دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ خدا نے فرمایا اچھا اے خلیل! تم چار پرندے لے کر انہیں اپنے ساتھ ملا لو۔ تاکہ اچھی طرح ان کی شناخت ہو جائے۔ پھر انہیں ذبح کر کے ان کے اجزار باہم ملا جلا کر ان کا ایک ایک حصہ۔ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دو۔ اور پھر ان کو بلاؤ۔ اور دیکھو وہ کس طرح زندہ ہو کر تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مور، کبوتر، مرغ اور کوّا۔ یہ چار پرند لیئے اور انہیں ذبح کیا۔ اور ان کے پر اکھاڑے، اور ان سب کا قیمہ کر کے اور آپس میں ملا جلا کر اس مجموعہ کے کئی حصے کیئے۔ اور ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھ دیا۔ اور سر سب کے اپنے پاس محفوظ رکھے۔ اور پھر آپ نے ان سے فرمایا۔ ”چلے آؤ“۔ آپ کے فرماتے ہی وہ اجزار اڑے اور ہر ہر جانور کے اجزار علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی ترتیب سے جمع ہوئے۔ اور پرندوں کی شکلیں بن کر اپنے پاؤں سے دوڑتے ہوئے حاضر ہوئے اور اپنے اپنے سروں سے مل کر بعینہٖ پہلے کی طرح مکمل ہو کر اڑ گیئے۔

(قرآن کریم پ ۳ ع ۳، خزائن العرفان ص۶۶)

سبق : - خدا تعالیٰ بڑی قدرت و طاقت کا مالک ہے۔ کوئی ڈوب کر مر جائے اور اُسے مچھلیاں کھا جائیں یا جل کر مرے اور راکھ ہو جائے۔ یا کسی کو درندے پرندے اور دریائی جانور تھوڑا تھوڑا کھا جائیں۔ اور اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں خدائے برتر و توانا پھر بھی اسے جمع فرما کر ضرور زندہ فرمائے گا۔ اور بارگاہ ایزدی کی حاضری سے اُسے مفر نہیں، اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ مردے سنتے ہیں۔ ورنہ خدا اپنے خلیل سے یہ نہ فرماتا کہ ان مردہ اور قیمہ شدہ پرندوں کو بلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے بحکم الٰہی ان مردہ پرندوں کو بلایا۔ اور وہ مردہ پرندے آپ کی آواز کو سُن کر دوڑ کر آ پڑے۔ یہ پرندوں کی سماعت ہے۔ اور جو اللہ والے ہیں۔ ان کی سماعت کا عالم کیا ہو گا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان پرندوں کو زندہ تو خدا ہی نے کیا۔ لیکن یہ زندگی انہیں ملی ابراہیم علیہ السلام کے بلانے اور ان کے لب ہلنے سے گویا کسی اللہ والے کے لب ہل جائیں۔ تو خدا کام کر دیتا ہے۔ اسی لیے مسلمان اللہ والوں کے پاس جاتے ہیں تاکہ ان کی مبارک اور مستجاب دعاؤں سے اللہ ہمارا کام کر دے۔

حکایت نمبر ۶۲

تیشۂ خلیل

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب پیدا ہوئے۔ تو نمرود کا دور تھا۔ اور بت پرستی کا بڑا زور تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک دن ان بت پرستوں

سے فرمانے لگے۔ کہ یہ تمہاری کیا حرکت ہے کہ ان مورتیوں کے آگے جھکے رہتے ہو۔ یہ تو پرستش کے لائق نہیں۔ پرستش کے لائق تو صرف ایک اللہ ہے۔

وہ لوگ بولے۔ ہمارے تو باپ دادا بھی انہیں مورتیوں کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں، مگر آج تم ایک ایسے آدمی پیدا ہو گئے ہو۔ جو ان کی پوجا سے روکنے لگے ہو۔

آپ نے فرمایا! تم اور تمہارے باپ دادا سب گمراہ ہیں۔ حق بات یہی ہے۔ جو میں کہتا ہوں۔ کہ تمہارا اور زمین و آسمان سب کا رب وہ ہے جس نے ان سب کو پیدا فرمایا۔ اور سن لو! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ تمہارے ان بتوں کو میں سمجھ لوں گا۔

چنانچہ ایک دن جب کہ بت پرست اپنے سالانہ میلہ پر باہر جنگل میں گئے ہوتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بت خانے میں تشریف لے گئے۔ اور اپنے تیشہ سے سارے بت توڑ پھوڑ ڈالے اور جو بڑا بت تھا۔ اسے نہ توڑا اور اپنا تیشہ اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ اس خیال سے۔ کہ بت پرست جب یہاں آئیں۔ تو اپنے بتوں کا یہ حال دیکھ کر شاید اس بڑے بت سے پوچھیں۔ کہ ان چھوٹے بتوں کو یہ کون توڑ گیا ہے؟ اور یہ تیشہ تیرے کندھے پر کیوں رکھا ہے؟ اور انہیں ان کا عجز ظاہر ہو اور ہوش میں آئیں کہ ایسے عاجز خدا نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ جب وہ لوگ میلہ سے واپس آئے اور اپنے بت خانہ میں پہنچے

تو اپنے معبودوں کا یہ حال دیکھ کر کہ کوئی ادھر ٹوٹا ہوا پڑا ہے، کسی کا ہاتھ نہیں تو کسی کی ناک سلامت نہیں کسی کی گردن نہیں تو کسی کی ٹانگیں ہی غائب ہیں۔ بڑے حیران ہوئے۔ اور بولے۔ کہ کس ظالم نے ہمارے ان معبودوں کا یہ حشر کیا ہے؟۔

پھر یہ خبر نمرود اور اس کے امراء کو پہنچی۔ اور سرکاری طور پہ اس کی تحقیق ہونے لگی۔ تو لوگوں نے بتایا۔ کہ ابراہیم ان بتوں کے خلاف بہت کچھ کہتے رہتے ہیں۔ یہ انہیں کا کام معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کو بلایا گیا۔ اور آپ سے پوچھا گیا۔ کہ اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے خداوں کے ساتھ یہ کام کیا؟ آپ نے فرمایا۔ وہ بڑا بت، جس کے کندھے پر تیشہ ہے۔ اس صورت میں تو یہ قیاس کیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ اسی کا کام ہے۔ تو پھر مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ اسی سے پوچھ لو نا! کہ یہ کام کس نے کیا۔ وہ بولے مگر وہ تو بول نہیں سکتے۔ اس موقعہ پر حضرت ابراہیم جلال میں آ گئے اور فرمایا جب تم خود مانتے ہو۔ کہ وہ بول نہیں سکتے۔ تو پھر تف ہے تم بے عقلوں پر۔ اور ان بتوں پر جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ (قرآن پ ۱۷ ع ۵)

سبق:۔ خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجنا شرک ہے۔ اور قرآن میں جہاں مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ یعنی "اللہ کے سوا" کا لفظ آیا ہے۔ وہاں یہی بت مراد ہیں نہ کہ انبیاء و اولیاء۔ اس لیے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان پر "تف" فرما رہے ہیں۔ تو اگر ان سے مراد انبیاء و اولیاء ہوں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسا کیوں فرماتے۔

حکایت نمبر ۶۳

خلیل و نمرود کا مناظرہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب نمرود کو خدا پرستی کی دعوت دی تو نمرود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں حسب ذیل مناظرہ ہوا۔

نمرود :۔ تمہارا رب کون ہے جس کی پرستش کی تم مجھے دعوت دیتے ہو؟
حضرت خلیل علیہ السلام :۔ میرا رب وہ ہے۔ جو زندہ بھی کر دیتا ہے۔ اور مار بھی ڈالتا ہے۔

نمرود :۔ یہ بات تو میرے اندر بھی موجود ہے۔ لو ابھی دیکھو میں تجھے زندہ بھی کر کے دکھاتا ہوں اور مار کر بھی۔ یہ کہہ کر نمرود نے دو شخصوں کو بلایا۔ ان میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ اور ایک کو چھوڑ دیا۔ اور کہنے لگا۔ دیکھ لو۔ ایک کو میں نے مار ڈالا۔ اور ایک کو گرفتار کر کے چھوڑ دیا۔ گویا اسے زندہ کر دیا۔ نمرود کی یہ احمقانہ بات دیکھ کر حضرت خلیل علیہ السلام نے ایک دوسری مناظرانہ گفتگو فرمائی اور فرمایا :۔

خلیل علیہ السلام :۔ میرا رب سورج کو مشرق کی طرف سے لاتا ہے تجھ میں اگر کچھ طاقت ہے۔ تو تو مغرب کی طرف سے لا کر دکھا۔

یہ بات سن کر نمرود کے ہوش اڑ گئے اور لاجواب ہو گیا۔ (قرآن پ ۳ ع ۳)

سبق :۔ جھوٹے دعوے کا انجام ذلت و رسوائی ہے، اور کافر انتہائی احمق ہوتا ہے۔

حکایت نمبر ۶۴

آتشکدۂ نمرود

نمرود ملعون نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جب مناظرہ میں شکست کھائی۔ تو اور تو کچھ نہ کر سکا۔ حضرت کا جانی دشمن بن گیا۔ اور آپ کو قید کر لیا۔ اور پھر ایک بہت بڑی چار دیواری تیار کی، اور اس میں مہینہ بھر تک بکوشش قسم قسم کی لکڑیاں جمع کیں۔ اور ایک عظیم آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں اڑنے والے پرندے جل جاتے تھے۔ اور ایک منجنیق (گوپھن) تیار کر کے کھڑی کی اور حضرت ابراہیم کو باندھ کر اس میں رکھ کر آگ میں پھینکا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر اس وقت یہ کلمہ جاری تھا۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ ادھر نمرود نے آپ کو آگ میں پھینکا اور ادھر اللہ نے آگ کو حکم فرمایا۔ کہ اے آگ! خبردار!! ہمارے خلیل کو مت جلانا۔ تو ہمارے ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا۔ اور سلامتی کا گھر بن جا چنانچہ وہ آگ حضرت ابراہیم کے لئے باغ و بہار بن گئی۔ اور نمرود کی ساری کوشش بے کار چلی گئی۔

(قرآن کریم پ۱۷ ع ۵، اور خزائن العرفان ص۴۶۳)

سبق:- اللہ والوں کو دشمن ہمیشہ تنگ کرتے رہے۔ لیکن اللہ والوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور خود ہی ذلیل ہوتے رہے۔

حکایت نمبر ۶۵

خلیل و جبریل

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو نمرود نے جب آگ میں پھینکنا چاہا تو جبریل حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ حضور! اللہ سے کہیے وہ آپ کو اس آتشکدہ سے بچالے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے جسم کے لیے اتنی بلند و بالا پاک ہستی سے یہ معمولی سا سوال کروں؟ جبریل نے عرض کیا۔ تو اپنے دل کے بچانے کے لئے اس سے کہئے فرمایا یہ دل اسی کے لئے ہے۔ وہ اپنی چیز سے جو چاہے سلوک کرے۔ جبریل نے عرض کیا حضور! اتنی بڑی تیز آگ سے آپ کیوں نہیں ڈرتے؟

فرمایا۔ اے جبریل! یہ آگ کس نے جلائی؟

جبریل نے جواب دیا۔ نمرود نے!

فرمایا۔ اور نمرود کے دل میں یہ بات کس نے ڈالی؟

جبریل نے جواب دیا۔ رب جلیل نے!

خلیل نے فرمایا۔ تو پھر ادھر حکم جلیل ہے۔ تو ادھر رضائے خلیل ہے۔

(نزہۃ المجالس صفحہ ۲۰۴ جلد ۲)

سبق:۔ اللہ والے ہمیشہ اللہ کی رضا میں راضی رہتے ہیں۔

حکایت نمبر ٦٦

جبریل کی مشقت

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جبریل سے پوچھا۔ اے جبریل کبھی تجھے آسمان سے مشقت کے ساتھ بڑی جلدی اور فوراً بھی زمین پہ اترنا پڑا ہے؟ جبریل نے جواب دیا۔ ہاں یارسول اللہ! چار مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ مجھے فی الفور بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر اترنا پڑا۔

حضور نے فرمایا۔ وہ چار مرتبہ کس کس موقعہ پہ؟

جبریل نے عرض کیا۔

(۱) ایک تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ تو میں اس وقت عرش الٰہی کے نیچے تھا۔ مجھے حکم الٰہی ہوا کہ جبریل! خلیل کے آگ میں پہنچنے سے پہلے پہلے فوراً میرے خلیل کے پاس پہنچو۔ چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ فوراً ہی حضرت خلیل کے پاس پہنچا۔

(۲) دوسری بار جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردنِ اطہر پر چھری رکھ دی گئی تو مجھے حکم ہوا کہ چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچوں۔ اور چھری کو الٹا دوں چنانچہ میں چھری کے چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچ گیا۔ اور چھری کو چلنے نہ دیا۔

(۳) تیسری مرتبہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرایا تو مجھے حکم ہوا کہ میں یوسف علیہ السلام کے کنوئیں کی تہ تک پہنچنے سے پہلے پہلے زمین

پر پہنچوں۔ اور کنوئیں سے ایک پتھر نکال کر حضرت یوسف کو اس پتھر پر با آرام بٹھا دوں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

۴، اور چوتھی مرتبہ یا رسول اللہ جب کہ کافروں نے حضور کا دندان مبارک شہید کیا۔ تو مجھے حکم الٰہی ہوا کہ میں فوراً زمین پر پہنچوں اور حضور کے دندان مبارک کا خون مبارک زمین پر نہ گرنے دوں اور زمین پر گرنے سے پہلے ہی میں وہ خون مبارک اپنے ہاتھوں پر لے لوں۔ یا رسول اللہ! خدا نے مجھے فرمایا تھا۔ جبریل! اگر میرے محبوب کا یہ خون زمین پر گر گیا۔ تو قیامت تک زمین میں سے نہ کوئی سبزی اُگے گی۔ اور نہ کوئی درخت۔ چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر پہنچا۔ اور حضور کے خون مبارک کو اپنے ہاتھ پر لے لیا۔ (روح البیان ص۱۱۴ جلد ۳)

سبق :۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بہت بڑی بلند شان ہے۔ کہ جبریل امین بھی ان کا خادم ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کروڑوں، پدموں میل کا طویل سفر اللہ والے پل بھر میں طے کر لیتے ہیں۔

حکایت نمبر ۶۷

بیٹے کی قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص غیب سے آواز دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اے ابراہیم! تمہیں خدا کا حکم ہے کہ اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں ذبح کرو۔ چونکہ نبیوں کا خواب [illegible] از قبیل

وحی ہوتا ہے۔ اس لیئے آپ اپنے محبوب بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔

چونکہ حضرت اسمٰعیل ابھی کم عمر تھے۔ اس لیئے آپ نے ان سے صرف اتنا کہا۔ کہ بیٹا رسی اور ایک چھری لے کر میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ اپنے بیٹے کو لے کر آپ ایک جنگل میں پہنچے۔ حضرت اسمٰعیل نے پوچھا۔ اباجان! آپ یہ چھری اور رسی لے کر کیوں چلتے ہیں۔ فرمایا آگے چل کر ایک قربانی ذبح کریں گے۔

پھر آگے چل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صاف صاف بیان فرما دیا۔ اور کہا! بیٹا میں تو اللہ کی راہ میں تجھے ہی ذبح کرنے یہاں آیا ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ بیٹا یہ اللہ کی مرضی ہے۔ بتا تیری مرضی کیا ہے؟ حضرت اسمٰعیل نے جواب دیا۔

اباجان! جب اللہ کی یہی مرضی ہے۔ تو پھر میری مرضی کا کیا سوال؟ آپ کو جس بات کا حکم ہوا ہے۔ آپ وہ کیجیئے۔ انشاءاللہ میں صبر کر کے دکھاؤں گا۔ بیٹے کا یہ جرأت آمیز جواب سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے خوش ہوتے اور اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے پر تیار ہو گئے۔ اور جب باپ نے اپنے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا اور گردن پر چھری رکھی اور اسے چلایا تو چھری نے گردنِ اسمٰعیل کو بالکل نہ کاٹا۔ آپ نے اور زور سے چھری چلائی۔ تو آواز آئی بس اے ابراہیم! تم حکم الٰہی کی تعمیل کر چکے۔ اور اس سخت امتحان میں پورے اترے۔ آپ نے مڑ کر دیکھا۔ تو ایک دنبہ پاس ہی کھڑا تھا۔ اور آپ سے کہہ رہا تھا۔ حضرت! اسمٰعیل کی جگہ مجھے ذبح کیجیئے۔ اور انہیں ہٹا دیجیئے۔ چنانچہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دنبہ کو ذبح فرما دیا۔ اور حضرت اسمٰعیل اٹھ بیٹھے اور اس امتحان میں دونوں باپ بیٹا (علیہما السلام) کامیاب ہو گئے۔

(قرآن کریم پ ۲۳ ع ۷۔ کتب تفاسیر)

سبق:۔ اللہ والے اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اولاد بھی۔ پھر آج جو لوگ اللہ کی راہ میں ایک بکرا بھی دینے میں ہزار حیل وحجت کرتے ہیں۔ ان کا خدا سے کیا تعلق؟

حکایت نمبر ۶۸

فرعون کا خواب

فرعون نے ایک بار خواب دیکھا۔ کہ اس کا تخت اوندھا ہو کر گر گیا ہے۔ فرعون نے کاہنوں سے اس کی تعبیر پوچھی۔ تو انہوں نے بتایا کہ ایک ایسا بچہ پیدا ہو گا۔ جو تیری حکومت کے زوال کا باعث ہو گا۔ فرعون کو اس بات کی فکر ہو گئی اور اس نے بچوں کو مروانا شروع کر دیا۔ جو بچہ کسی کے ہاں پیدا ہوتا۔ وہ اسے مروا دیتا تھا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے تو اللہ نے موسےٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالی۔ کہ اسے دودھ پلاؤ اور جب کوئی خطرہ دیکھو، تو اسے دریا میں ڈال دو۔ چنانچہ چند روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے حضرت کو دودھ پلایا۔ اس عرصہ میں حضرت موسےٰ علیہ السلام نہ روتے تھے نہ ان کی گود میں حرکت کرتے تھے۔ اور نہ آپ کی بہن کے سوا کسی کو

آپ کی ولادت کا علم تھا۔ پھر جب تین ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ تو موسلے علیہ السلام کی ماں کو کچھ خطرہ محسوس ہوا۔ تو خدا نے دل میں یہ بات ڈال دی۔ کہ اب تو موسلے کو ایک صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دے۔ اور کوئی فکر نہ کر ہم اسے پھر تمہاری گود میں لے آئینگے۔ چنانچہ ام موسلے نے ایک صندوق تیار کیا۔ اور اس میں روئی بچھائی اور موسلیٰ علیہ السلام کو اس میں رکھ کر صندوق بند کر دیا۔ اور یہ صندوق دریائے نیل میں ڈال دیا۔ اس دریا سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے محل میں گزرتی تھی۔ فرعون معہ اپنی بی بی آسیہ کے نہر کے کنارے بیٹھا تھا۔ جب ایک صندوق نہر میں آتے دیکھا۔ تو اس نے کنیزوں اور غلاموں کو صندوق نکالنے کا حکم دیا وہ صندوق نکال کر سامنے لایا گیا۔ کھولا۔ تو اس میں ایک نورانی شکل فرزند جس کی پیشانی سے وجاہت و اقبال کے آثار نمودار تھے۔ نظر آیا۔ دیکھتے ہی فرعون کے دل میں ایسی محبت پیدا ہوئی۔ کہ وہ وارفتہ ہو گیا۔ لیکن قوم کے لوگوں نے اسے ورغلایا۔ اور کہا کہ ممکن ہے یہی وہ بچہ ہو جس نے آپ کی حکومت کو برباد کرنا ہے چنانچہ فرعون آپ کے قتل پر آمادہ ہوا۔ تو فرعون کی بی بی آسیہ جو بڑی نیک خاتون تھی۔ کہنے لگی کہ یہ بچہ میری اور تیری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کر۔ کیا معلوم یہ کس سرزمین سے بہتا ہوا آیا ہے۔ اور تجھے جس بچہ سے اندیشہ ہے وہ تو اسی ملک کے بنی اسرائیل سے بتایا گیا ہے۔ آسیہ کی یہ بات فرعون نے مان لی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں ہی رہنے لگے۔ اور فرعون نے آپ کو دودھ پلانے کے لئے دائیاں بلائیں۔ مگر حضرت موسلے علیہ السلام کسی دائی کا دودھ نہ پیتے تھے۔ اب فرعون کو فکر ہوئی۔ کہ اس بچہ کے لئے کوئی ایسی دائی

سے جس کا یہ دودھ پینے لگے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں اپنے بچہ کی جدائی میں بے قرار تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی بہن جس کا نام مریم تھا۔ وہ آپ کے تجسس کرنے اور معلوم کرنے کہ صندوق کہاں پہنچا اور آپ کس کے ہاتھ آئے۔ آپ کی تلاش میں تھی جستی کہ پتہ چلاتے چلاتے وہ فرعون کے محل میں پہنچ گئی اور جب معلوم ہوا کہ میرا بھائی اسی محل میں ہے۔ اور کسی دائی کا دودھ نہیں پی رہا تو فرعون سے کہنے لگی۔ کیا میں ایک ایسی دائی کی خبر دوں؟ جس کا دودھ یہ بچہ ضرور پیئے گا۔ فرعون نے کہا۔ ہاں ضرور ایسی دائی کو لاؤ۔ چنانچہ وہ اس کی خواہش پر اپنی والدہ کو بلا لائیں۔ اور جب وہ آئیں تو موسیٰ علیہ السلام فرعون کی گود میں تھے۔ اور دودھ کے لیئے رو رہے تھے۔ فرعون آپ کو بہلا رہا تھا جب آپ کی والدہ آئیں۔ اور آپ نے ان کی خوشبو پائی۔ تو آپ چپ کر گئے۔ اور اپنی والدہ کا دودھ پینے لگے فرعون نے پوچھا۔ تو اس بچہ کی کون ہے؟ جو اس نے کسی دائی کا دودھ نہیں پیا اور تیرا جھٹ پی لیا ہے۔ انہوں نے کہا میں ایک پاک صاف عورت ہوں میرا دودھ خوش گوار ہے۔ جسم خوشبو دار ہے۔ اس لیئے جن بچوں کے مزاج میں نفاست ہوتی ہے۔ وہ اور عورتوں کا دودھ نہیں پیتے ہیں۔ میرا دودھ پی لیتے ہیں فرعون نے بچہ انہیں دیا۔ اور دودھ پلانے پر انہیں مقرر کر کے فرزند کو اپنے گھر لے جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ موسیٰ علیہ السلام کو گھر لے آئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو گیا کہ ہم اسے پھر تمہاری گود میں لائیں گے۔ اس طرح موسیٰ علیہ السلام کی پرورش خود فرعون ہی کے ذریعہ ہونے لگی۔ آپ دودھ پینے کے زمانہ تک اپنی والدہ کے پاس رہے۔ اس زمانہ میں فرعون انہیں آ کے

اشرفی روزانہ دیتا رہا۔ دودھ چھوڑنے کے بعد آپ موسےٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس لے آئیں اور آپ وہاں پرورش پاتے رہے۔

(قرآن کریم پ ۱۶ ع ۱۱ پ ۲۰ ع ۴ خزائن العرفان ص ۴۴۴، ص ۵۴۴)

سبق:۔ اللہ تعالےٰ بڑی قدرت اور بے نیازی کا مالک ہے۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو خود فرعون ہی کے محل میں رکھ کر ان کی پرورش فرمائی اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بچپن میں کسی دائی کا دودھ نہ پی کر، اور اپنی ماں کو پہچان کر انہیں کا دودھ پی کر یہ بتادیا کہ نبی بچپن میں بھی ایسا علم و عرفان رکھتا ہے۔ جس سے عوام محروم ہوتے ہیں۔ انبیاء کو اپنی مثل بشر کہنے والوں میں سے اگر کسی کو بچپن میں کتیا کے دودھ پر بھی ڈالا جائے۔ تو وہ اس کتیا کا بھی دودھ پینا شروع کردے گا۔ مگر نبی کی شان تو یہ ہے۔ کہ وہ بچپن میں اپنی ماں کے سوا کسی دوسری عورت کا بھی دودھ نہیں پیتا پھر انبیاء کی مثل ہونے کا دعویٰ کرنا کس قدر جہالت کی بات ہے؟

حکایت نمبر ۶۹

فرعون کی بیٹی

فرعون کی ایک بیٹی تھی۔ جس کو پھلبہری کا مرض تھا۔ فرعون نے اس کا بڑے بڑے اطباء سے علاج کرایا۔ مگر وہ اچھی نہ ہوئی۔ آخر فرعون نے کاہنوں سے اس کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے بتایا کہ اس کو شفا دریا سے ملے گی۔ چنانچہ ایک دن فرعون اور اس کی بی بی آسیہ اور فرعون کی بیٹی، دریا کے کنارے بیٹھے تھے

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صندوق بہتا ہوا آیا۔ جب یہ صندوق فرعون کے سامنے لایا گیا۔ اور کھولا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نظر آئے جو اپنے انگوٹھے کو چوس رہے تھے۔ فرعون کی بی بی آسیہ کو، موسیٰ علیہ السلام بڑے پیارے لگے اور اس نے انہیں اٹھا لیا۔ اور فرعون کی بیٹی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو اسے بھی یہ نورانی بچہ بڑا پیارا لگا۔ اور اس نے آپ کے دہن مبارک کی تھوک مبارک لے کر اپنے بدن پر مل لی۔ اس تھوک مبارک کے اثر سے فرعون کی بیٹی کا پھلبہری کا مرض فوراً جاتا رہا۔

(نزہۃ المجالس صفحہ ۲۰۸ جلد ۲)

سبق: انبیاء کرام کی تھوک مبارک بھی دافع البلاء ہوتی ہے۔ پھر جن لوگوں کی تھوک بیماری کے خطرناک جراثیم کا گھر ہو وہ ان نفوس قدسیہ کی مثل کیسے ہو سکتے ہیں؟

حکایت نمبر ۱

موسیٰ علیہ السلام کا مُکّہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تیس برس کے ہو گئے۔ تو ایک دن فرعون کے محل سے نکل کر شہر میں داخل ہوئے تو آپ نے دو آدمی آپس میں لڑتے جھگڑتے دیکھے۔ ایک تو فرعون کا باورچی تھا اور دوسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی بنی اسرائیل میں سے تھا۔ فرعون کا باورچی لکڑیوں کا گٹھا اس دوسرے آدمی پر

لاد کر اسے حکم دے رہا تھا۔ کہ وہ فرعون کے باورچی خانہ تک وہ لکڑیاں لے چلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات دیکھی تو فرعون کے باورچی سے فرمایا۔ اس غریب آدمی پر ظلم نہ کر لیکن وہ باز نہ آیا۔ اور بدزبانی پر اتر آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسے ایک مُکّہ مارا۔ تو اس ایک ہی مُکّہ سے اس فرعونی کا دم نکل گیا۔ اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

(قرآن کریم پ۲ ع ۵۔ روح البیان ص۹۲۵ جلد ۲)

سبق: انبیاء کرام علیہم السلام مظلوموں کے حامی بن کر تشریف لاتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی سیرت و صورت اور زور و طاقت میں بھی سب سے بلند و بالا ہوتا ہے اور نبی کا مُکّہ ایک امتیازی مُکّہ تھا۔ کہ ایک ہی مُکّہ سے ظالم کا کام تمام ہو گیا۔

حکایت نمبر ۱۰

موسیٰ علیہ السلام کا طمانچہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جب ملک الموت حاضر ہوا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو ایک ایسا طمانچہ مارا۔ کہ ملک الموت کی آنکھ نکل آئی۔ ملک الموت فوراً واپس پلٹا اور اللہ کے حضور عرض کرنے لگا۔ الٰہی آج تو تُو نے مجھے ایک ایسے اپنے بندے کی طرف بھیجا ہے۔ جو مرنا ہی نہیں چاہتا۔ یہ دیکھ کہ اس نے مجھے طمانچہ مار کر میری آنکھ نکال دی ہے۔ خدا تعالےٰ نے ملک الموت کی وہ آنکھ درست فرما دی۔ اور فرمایا۔ میرے بندے موسیٰ کے پاس پھر جاؤ اور

ایک بیل ساتھ لیتے جاؤ۔ اور موسیٰ سے کہنا کہ اگر تم اور جینا چاہتے ہو تو اس بیل کی پشت پر ہاتھ پھیرو۔ جتنے بال تمہارے ہاتھ کے نیچے آجائیں گے۔ اتنے ہی سال اور زندہ رہ لینا۔ چنانچہ ملک الموت بیل لے کر پھر حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا حضور! اس کی پشت پر ہاتھ پھیر یئے۔ جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آجائیں گے اتنے سال آپ اور زندہ رہ لیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اور اس کے بعد پھر تم آجاؤ گے؟ عرض کیا۔ ہاں! تو فرمایا۔ پھر ابھی لے چلو۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۹)

سبق:۔ اللہ کے نبیوں کی یہ شان ہے کہ چاہیں تو ملک الموت کو بھی طمانچہ مار دیں۔ اور اس کی آنکھ نکال دیں۔ اور نبی وہ ہوتا ہے جو مرنا چاہے تو ملک الموت قریب آتا ہے۔ اور اگر نہ مرنا چاہے تو ملک الموت واپس چلا جاتا ہے۔ حالانکہ عوام کی موت اس شعر کے مصداق ہوتی ہے کہ ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

حکایت نمبر۱۰۲

مدین کا کنواں

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بڑے ہو کر جب حق کا بیان اور فرعون اور فرعونیوں کی گمراہی کا بیان شروع کیا۔ تو بنی اسرائیل کے لوگ آپ کی بات

سنتے اور آپ کا اتباع کرنے۔ آپ فرعونیوں کے دین کی مخالفت فرمانے رفتہ رفتہ اس بات کا چرچا ہوا۔ اور فرعونی جستجو میں ہوئے۔ پھر فرعون کے باورچی کا موسیٰ علیہ السلام کے مُکّہ سے مارا جانا بھی جب ان لوگوں کو معلوم ہوا۔ تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ اور لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں نکلے۔ فرعونیوں میں سے ایک مردِ نیک موسیٰ علیہ السلام کا خیر خواہ بھی تھا۔ وہ دوڑا ہوا آیا۔ اور موسےٰ علیہ السلام کو خبر دی اور کہا آپ یہاں سے کہیں اور تشریف لے جائیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی حالت میں نکل پڑے اور مدین کی طرف رخ کیا۔ مدین وہ مقام ہے۔ جہاں حضرت شعیب علیہ السلام تشریف رکھتے تھے۔ یہ شہر فرعون کے حدود سلطنت سے باہر تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا رستہ بھی نہ دیکھا تھا نہ کوئی سواری ساتھ تھی نہ کوئی ہمراہی چنانچہ اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا جو آپ کو مدین تک لے گیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اسی شہر میں رہتے تھے۔ آپ کی دو لڑکیاں تھیں۔ اور بکریاں آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ مدین میں ایک کنواں تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے اسی کنوئیں پر پہنچے اور آپ نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اس کنوئیں سے پانی کھینچتے ہیں۔ اور اپنے جانوروں کو پلا لیتے ہیں۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کی دونوں لڑکیاں بھی اپنی بکریوں کو الگ روک کر وہیں کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لڑکیوں سے پوچھا کہ تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں؟ انہوں نے کہا کہ ہم سے ڈول کھینچا نہیں جاتا۔ یہ لوگ چلے جائیں گے۔ تو جو پانی حوض میں بچ رہے گا وہ ہم اپنی بکریوں کو پلا لیں گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رحم آگیا۔

اور پاس ہی جو ایک دوسرا کنواں تھا جس پر ایک بہت بڑا پتھر ڈھکا ہوا تھا۔ اور جس کو بہت سے آدمی مل کر ہٹا سکتے تھے۔ آپ نے تنہا اس کو ہٹا دیا۔ اور اس میں سے ڈول کھینچ کر ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا گھر جا کر ان دونوں لڑکیوں نے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا۔ ابا جان! ایک بڑا نیک اور قوی نووارد مسافر آیا ہے جس نے آج ہم پر رحم کھا کے ہماری بکریوں کو سیراب کر دیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک صاحبزادی سے فرمایا۔ کہ جاؤ اور اس مرد صالح کو میرے پاس بلا لاؤ چنانچہ بڑی صاحبزادی چہرہ کو آستین سے ڈھکے ہوئے اور جسم کو چھپائے ہوئے بڑی شرم و حیا سے چلتی ہوئی حضرت موسےٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور کہا کہ میرے باپ آپ کو بلاتے ہیں۔ تاکہ آپ کو اجرت دیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اجرت لینے پر تو راضی نہ ہوئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی زیارت اور ان کی ملاقات کے لئے چل پڑے اور ان صاحبزادی سے فرمایا کہ آپ میرے پیچھے رہ کر رستہ بتاتی جائیے یہ آپ نے پردے کے اہتمام سے فرمایا۔ اور اسی طرح تشریف لائے۔ جب حضرت شعیب کے پاس پہنچے۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام سے آپ نے فرعون کا حال اور اپنی ولادت سے لے کر فرعون کے باورچی کے مارے جانے تک کا سب قصہ سنایا حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا۔ اب کوئی فکر نہ کرو تم ظالموں سے بچکر یہاں چلے آئے۔ اب یہیں میرے پاس رہو۔

(قرآن کریم پ ۲۰ ع ۶۔ خزائن العرفان ص ۵۴۸)

سبق: ۔ ظالم اور مغرور حاکم اللہ والوں کے درپئے آزار ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ والے مصائب و آلام کی برداشت فرما لیتے ہیں مگر اشاعتِ حق سے نہیں رکتے

اور اللہ تعالےٰ اپنے ان حق گو بندوں کی حفاظت فرماتا ہے،

حکایت نمبر ۳۷

درخت سے آواز

حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس برس تک رہے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ اتنے عرصہ کے بعد آپ حضرت شعیب علیہ السلام سے اجازت لے کر اپنی والدہ سے ملنے کے لئے مصر کی طرف روانہ ہوتے۔ آپ کی بیوی بھی ساتھ تھی۔ راستے میں جب کہ آپ رات کے وقت ایک جنگل میں پہنچے تو راستہ گم ہو گیا۔ اندھیری رات اور سردی کا موسم تھا۔ اس وقت آپ نے جنگل میں دور ایک چمکتی ہوئی آگ دیکھی۔ اور بیوی سے فرمایا تم یہاں ٹھہرو میں نے وہ دور آگ دیکھی ہے میں وہاں جاتا ہوں۔ شاید وہاں سے کچھ خبر ملے۔ اور تمہارے تاپنے کے لئے کچھ آگ بھی لا سکوں۔ چنانچہ آپ اپنی بیوی کو وہیں بٹھا کر اس آگ کی طرف چلے۔ اور جب اس کے پاس پہنچے تو وہاں ایک سرسبز و شاداب درخت دیکھا جو اوپر سے نیچے تک نہایت روشن تھا۔ اور جتنا اس کے قریب جاتے ہیں۔ وہ دور ہو جاتا ہے۔ اور جب ٹھہر جاتے ہیں۔ تو وہ قریب ہو جاتا ہے۔ آپ اس نورانی درخت کے اس عجیب حال کو دیکھ رہے تھے کہ اس درخت سے آواز آئی اے موسےٰ! "میں سارے جہانوں کا رب اللہ ہوں۔ تم بڑے پاکیزہ مقام میں

آ گئے ہو۔ اپنے جوتے اتار ڈالو۔ اور جو تجھے وحی ہوتی ہے۔ کان لگا کر سنو۔ میں نے تجھے پسند کر لیا۔ (قرآن کریم پ۱۶ ع ۱، پ۲ ع، خزائن العرفان ص۴۴۲، ص۵۴۹)

سبق:۔ نبوت اللہ کی عطا محض ہے۔ اس میں محنت اور کسب کو دخل نہیں یعنی نبوت کسی کورس پورا کرنے اور محنت کرنے سے نہیں ملتی، بلکہ اللہ جسے چاہتا تھا۔ اس شرف سے مشرف فرما دیتا تھا جیسے موسیٰ علیہ السلام! کہ گئے آگ لینے کو اور آئے نبوت لے کر۔ اور یہ سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا، پھر جو شخص یہ کہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پڑھنے سے آدمی نبی بن سکتا ہے وہ کس قدر جاہل ہے!

حکایت نمبر ۱۴۷

خوفناک سانپ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک عصا تھا۔ خدا نے فرمایا۔ اے موسیٰ ذرا اس عصا کو زمین پر تو ڈالو۔ حضرت نے اسے زمین پر ڈالا۔ تو وہ ایک خوفناک سانپ بن کر لہرانے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ منظر دیکھ کر پیٹھ موڑ لی۔ اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ خدا نے فرمایا۔ اے موسیٰ! ڈرو نہیں۔ اسے پکڑ لو۔ یہ پھر وہی عصا بن جائے گا۔ چنانچہ آپ نے اس سانپ کو پکڑا۔ تو وہ پھر عصا بن گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ایک معجزہ عطا فرما کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ کہ اب فرعون کی طرف جاؤ۔ اور اسے ڈراؤ۔ اور اس کو سمجھاؤ۔ کہ وہ کفر و طغیانی کو چھوڑ دے۔ اور اگر وہ معجزہ طلب کرے تو یہ عصا ڈال کر اسے دکھاؤ (قرآن کریم پ۱۶ ع ۱۰۔ پ۲۰ ع ۲)

سبق :- انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالٰی نے بڑے بڑے معجزات عطا فرماتے ہیں۔ اور وہ ایسے ایسے کام کر دکھاتے ہیں جو دوسرے ہرگز نہیں کر سکتے۔

حکایت نمبر ۷۵

اژدہا کا حملہ

حضرت موسٰی علیہ السلام شرف نبوّت سے مشرف ہو کر جب فرعون کے پاس پہنچے۔ تو اس سے فرمایا کہ اے فرعون! میں اللہ کا رسول ہوں۔ اور حق و صداقت کا علمبردار ہوں۔ دعوٰی خدائی کو چھوڑ۔ اور ایک اللہ کا پرستار بن! فرعون نے کہا۔ اگر تم اللہ کے رسول ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے فرمایا تو لو دیکھو آپ نے عصا مبارک زمین پر ڈال دیا جب آپ نے وہ عصا زمین پر ڈالا۔ تو وہ ایک بڑا اژدہا بن گیا۔ زرد رنگ منہ کھولے ہوئے زمین سے ایک میل اونچا اپنی دم پر کھڑا ہو گیا۔ اور ایک جبڑا اس نے زمین پر رکھا۔ اور ایک قصر شاہی کی دیوار پر پھر اس نے فرعون کی طرف رخ کیا۔ تو فرعون اپنے تخت سے کود کر بھاگا۔ اور لوگوں کی طرف رخ کیا تو ایسی بھاگ پڑی کہ ہزاروں آدمی کچل کر مر گئے فرعون گھر میں جا کر چیخنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ اے موسٰے! تمہیں اس کی قسم جس نے تجھے رسول بنایا۔ اس کو پکڑ لو حضرت موسٰی علیہ السلام نے اس کو اٹھا لیا۔ تو وہ مثل سابق عصا تھا۔ اور فرعون کی جان میں جان آئی۔

(قرآن کریم پ ۹ ع ۳۔ خزائن العرفان صفحہ ۲۳۶)

سبق :۔ پیغمبر بڑی شان و شوکت اور عظیم طاقت کا مالک ہوتا ہے اور بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

حکایت نمبر ۷۶

جادوگروں کی شکست

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا فرعون کے لئے بڑی مشکل کا باعث ہوا۔ اور وہ بڑا گھبرا گیا۔ فرعون کے درباری فرعون سے کہنے لگے کہ موسیٰ کہیں سے جادو سیکھ آیا ہے۔ اب تم بھی اپنی ساری مملکت سے جادوگروں کو جمع کرو۔ اور ان کو موسیٰ کے مقابلہ میں لاؤ۔ چنانچہ فرعون نے اپنے آدمی ساری مملکت میں بھیج دیئے۔ اور وہ ہر مقام سے جادوگروں کو جمع کر کے لے آئے جب ہزاروں کی تعداد میں جادوگر جمع ہو گئے۔ تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ان جادوگروں سے مقابلہ کرنے کا چیلنج دے دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ چیلنج قبول کر لیا۔ فرعون نے پوچھا۔ دن کون سا ہو گا؟ آپ نے فرمایا۔ تمہارے میلے کا دن مقرر کرتا ہوں یہ فرعونیوں کا ایک ایسا دن تھا جس دن وہ زینتیں کر کر کے دور دور سے جمع ہوتے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دن اس لیے مقرر فرمایا۔ کہ یہ روز ان کی غایت شوکت کا دن تھا۔ اس دن کو مقرر کرنا سب لوگوں پر حق واضح کر دینے کیلئے تھا۔ چنانچہ جب وہ دن آیا تو ہزاروں جادوگر مقام مقرر پہ پہنچ گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تشریف

لے آئے۔ ہزارہا کے اس اجتماع میں ان جادوگروں نے اپنی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں۔ جب ڈالیں تو وہ سب کی سب سانپ بن گئیں اور دوڑنے لگیں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا زمین سانپوں سے بھر گئی ہے اور میلوں کے میدان میں سانپ ہی سانپ دوڑ رہے ہیں۔ یہ ہیبت ناک منظر دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے۔ اتنے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا عصا ڈال دیا۔ تو وہ ایک عظیم الشان اژدہا بن گیا۔ اور جادوگروں کی تمام سحر کاریوں کو ایک ایک کر کے نگلنے لگا۔ تمام رسیاں اور لاٹھیاں جو انہوں نے جمع کی تھیں۔ اور جو سانپ بن کر بھر رہی تھیں۔ اور جو تین سو اونٹ کا بوجھ تھیں۔ سب کا خاتمہ کر دیا۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُسے دست مبارک میں لیا۔ تو پہلے کی طرح وہ پھر عصا بن گیا۔ اور اس کا حجم اور وزن اپنے حال پر رہا۔ یہ دیکھ کر جادوگروں نے پہچان لیا۔ کہ عصائے موسیٰ سحر نہیں ہے۔ اور قدرت بشری ایسا کرشمہ نہیں دکھا سکتی۔ ضرور یہ امر آسمانی ہے۔ یہ بات سمجھ کر وہ سب کے سب اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتے ہوئے سجدے میں گر گئے اور ایمان لے آئے۔

(قرآن کریم پ ۹ ع ۴۔ خزائن العرفان ص ۲۳۶)

سبق :۔ ساری خدائی اک طرف، فضل الٰہی اک طرف کے مصداق ساری دنیا مقابلہ کو آ جائے۔ مگر فتح و نصرت اسی طرف ہو گی جس طرف تائید حق ہو گی۔ اور باطل کو کبھی فروغ نہ ہو گا۔

حکایت نمبر ۷

پانی کا عذاب

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا مبارک کا اژدہا بن جانا دیکھ کر فرعون کے خوش نصیب جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے لیکن فرعون اور اس کی سرکش قوم اپنے کفر سے باز نہ آئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سرکشی دیکھ کر ان کے حق میں بددعا فرما دی۔ اور عرض کیا کہ:۔

"الٰہی! فرعون بہت سرکش ہو گیا ہے۔ اور اس کی قوم بھی عہد شکن اور مغرور ہو گئی ہے۔ انہیں ایسے عذاب میں گرفتار کر جو ان کے لیے سزا ہو۔ اور میری قوم اور بعد والوں کے لیے عبرت"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہو گئی۔ اور اللہ نے فرعونیوں پر ایک طوفان بھیجا۔ ابر آیا۔ اندھیرا چھا گیا اور کثرت سے بارش ہونے لگی فرعونیوں کے گھر میں پانی ان کی گردنوں تک آ گیا۔ ان میں جو بیٹھا ڈوب گیا۔ نہ ہل سکتے تھے۔ نہ کچھ کام کر سکتے تھے سنیچر سے سنیچر تک سات روز تک ایسی مصیبت میں مبتلا رہے اور قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھئے۔ کہ باوجودیکہ بنی اسرائیل کے گھر ان فرعونیوں کے گھروں سے متصل تھے مگر بنی اسرائیل کے گھروں میں پانی نہ آیا۔ جب یہ لوگ عاجز ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ ہمارے لئے اس مصیبت کے ٹل جانے کی اپنے رب سے دعا فرمایئے۔ یہ مصیبت ٹل گئی۔ تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے

چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ تو طوفان کی مصیبت دفع ہو گئی
(قرآن کریم پ ۹ ع ۶، خزائن العرفان صفحہ ۲۳۹، روح البیان صفحہ ۶۹۵ ج ۱)

سبق :- یہ پانی جو ہمارے لئے موجبِ حیات ہے جب عذابِ الٰہی بن کر آجائے۔ تو ہماری جانوں اور مالوں کے لئے تباہی کا موجب بن جاتا ہے اور پانی کا اس طرح کا سیلاب ہمارے اپنے اعمال بد کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا کے مقبول اور پیاروں کی دعا سے بڑے بڑے عذاب ٹل جاتے ہیں

حکایت نمبر ۸۰

ٹڈی دل

فرعون کی قوم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ستایا۔ تو موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے ان پر پانی کا عذاب آگیا جس میں وہ بری طرح گھر گئے۔ اور پھر حضرت موسیٰ ہی سے التجا کرنے لگے۔ کہ اس عذاب کے ٹل جانے کی دُعا کیجئے۔ ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ تو پانی کا عذاب ٹل گیا اور وہی پانی رحمت کی شکل میں تبدیل ہو کر زمین کی سرسبزی و شادابی کا موجب بن گیا۔ کھیتیاں خوب ہوئیں۔ درخت خوب پھلے اس طرح کی سرسبزی پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ فرعونی کہنے لگے۔ کہ یہ پانی تو نعمت تھا ہمیں موسیٰ پر ایمان لانے کی کیا حاجت چنانچہ وہ مغرور اپنے عہد سے پھر گئے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے پھر ان کے لئے بددعا فرمائی۔ اور ایک مہینہ عافیت سے گزر جانے کے بعد اللہ نے پھر ان پر ٹڈیاں

بھیج دیں۔ جو کھیتیاں، اور درختوں کے پھل حتیٰ کہ فرعونیوں کے دروازے اور چھتیں بھی کھا گئیں۔ اور قدرت حق کا کرشمہ دیکھئے۔ کہ ٹڈیاں فرعونیوں کے گھروں میں تو گھس آئیں۔ مگر بنی اسرائیل کے گھروں میں مطلق نہ گئیں۔ تنگ آکر ان مغروروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر اس عذاب کے بھی ٹل جانے کی التجا کی۔ اور وعدہ کیا۔ کہ یہ بلا ٹل جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ تو ٹڈی دل کا عذاب بھی دور ہو گیا۔ مگر کافروں کا کفر بدستور رہا اور وہ پھر اپنے عہد سے پھر گئے۔

(قرآن کریم پ۹ ع ۶، خزائن العرفان ص۲۲۹، روح البیان ص۶۶ج ۱)

سبق:۔ انسان کی حد سے زیادہ سرکشی پر اللہ تعالیٰ کسی کمزور مخلوق سے اُسے تباہ کر دیتا ہے۔ اور غافل انسان مصیبت کے وقت تو اللہ کی طرف رجوع کا عہد کر لیتا ہے۔ مگر مشکل رفع ہو جانے کے بعد پھر وہی چال بے ڈھنگی اختیار کر لیتا ہے۔ اور یہ بات بڑی خطرناک ہے۔

حکایت نمبر ۷۹

جوئیں اور مینڈک

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے فرعونیوں پر ٹڈی دل کا عذاب آگیا اور وہ فرعونیوں کی سب کھیتیاں، درخت پھل، اور ان کے گھروں کے دروازے اور چھت تک کھا گئیں۔ فرعونیوں نے عاجز آکر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ عذاب

ٹل جانے کی التجا کی اور حضرت موسیٰ پر ایمان لانے کا وعدہ کیا حضرت موسیٰ نے دعا کی اور آپ کی دعا سے یہ عذاب ٹل گیا۔ مگر فرعونی اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور ایمان نہ لائے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بد دعا فرمائی۔ اور فرعونیوں پر جوؤں کا عذاب نازل ہو گیا۔ یہ جوئیں فرعونیوں کے کپڑوں میں گھس کر ان کے جسموں کو کاٹتیں اور ان کے کھانے میں بھر جاتی تھیں۔ اور گھن کی شکل میں ان کی گیہوں کی بوریوں میں پھیل کر ان کی گیہوں کو تباہ کرنے لگیں۔ اگر کوئی دس بوری گندم کی چکی پر لے جاتا تو تین سیر واپس لاتا۔ اور فرعونیوں کے جسموں پر اس کثرت سے چلنے لگیں کہ ان کے بال بھنویں۔ پلکیں چاٹ کے جسم پر چیچک کی طرح داغ کر دیئے اور انہیں سونا دشوار کر دیا۔ یہ مصیبت دیکھ کر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بلا ٹل جانے کی التجا کی۔ اور ایمان لانے کا وعدہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور یہ بھی بلا ٹل گئی۔ مگر وہ کافر اپنے عہد پر قائم نہ رہے اور کفر سے باز نہ آئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر ان کے لئے بد دعا کی۔ تو اللہ تعالےٰ نے اب ان پر مینڈکوں کا عذاب نازل کیا۔ اور حال یہ ہوا۔ کہ آدمی بیٹھتا تھا۔ تو اس کی گود میں مینڈک بھر جاتے تھے۔ بات کرنے کے لئے منہ کھولتا تو مینڈک کود کر منہ میں پہنچتا تھا۔ ہانڈیوں میں مینڈک۔ کھانوں میں مینڈک اور چولہوں میں مینڈک بھر جاتے تھے اور آگ بجھ جاتی تھی۔ لیٹتے تو مینڈک اوپر سوار ہوتے تھے۔ اس مصیبت سے فرعونی رو پڑے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اب کی بار ہم اپنے عہد پر قائم رہیں گے اور پکی توبہ کرتے ہیں۔ ہم پر سے مصیبت ٹالیئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا فرمائی۔ اور یہ عذاب بھی رفع ہوا۔ مگر تماشہ دیکھئے کہ وہ کافر پھر بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ اور اپنے کفر پر بدستور ڈٹے رہے

(قرآن کریم پ ۹ ع ۶ ، خزائن العرفان صفہ ۲۴۹ ۔ روح البیان صفہ ۲۲۶ جلد ۱)

سبق: ۔ کافروں کے وعدے کا کوئی اعتبار نہیں اور بار بار عہد شکنی کرنا کافروں کا کام ہے مسلمان اپنے عہد کا پابند رہتا ہے ۔

حکایت نمبر ۸

خون ہی خون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے فرعونیوں پر جوؤں اور مینڈکوں کا عذاب نازل ہوا۔ اور پھر آپ کی دعا سے وہ عذاب دفع ہو گیا مگر فرعونی پھر بھی ایمان نہ لائے اور کفر پر قائم رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بددعا فرمائی۔ تو تمام کنوؤں کا پانی، نہروں کا اور چشموں کا پانی دریائے نیل کا پانی، غرض ہر پانی ان کے لئے تازہ خون بن گیا۔ اور وہ اس نئی مصیبت سے بہت ہی پریشان ہوئے۔ جو پانی بھی اٹھاتے۔ ان کے لئے خون بن جاتا۔ اور قدرت خدا کا کرشمہ دیکھئے۔ کہ بنی اسرائیل کے لئے پانی، پانی ہی تھا مگر فرعونیوں کے لئے ہر پانی خون بن گیا تھا۔ آخر تنگ آکر فرعونیوں نے بنی اسرائیل کے ساتھ مل کر ایک ہی برتن سے پانی لینے کا ارادہ کیا۔ تو جب بنی اسرائیل نکالتے۔ تو پانی نکلتا۔ اور جب فرعونی نکالتے تو اسی برتن سے خون نکلتا۔ یہاں تک کہ فرعونی عورتیں پیاس سے تنگ آ کر بنی اسرائیل کی عورتوں کے پاس آئیں اور ان سے پانی مانگا۔ تو وہ پانی ان کے برتن میں آتے ہی خون ہو گیا۔ تو فرعونی عورت کہنے لگی۔ کہ تو پانی اپنے منہ میں لے کر میرے منہ میں کلی کر دے جب تک

وہ پانی بنی اسرائیل کی عورت کے منہ میں رہا۔ پانی تھا۔ اور جب فرعونی عورت کے منہ میں پہنچا تو خون ہو گیا۔

فرعون خود پیاس سے لاچار ہوا۔ تو اس نے تر درختوں کی رطوبت چوسی۔ وہ رطوبت منہ میں پہنچتے ہی خون بن گئی۔ اس قہر الٰہی سے عاجز آکر فرعونیوں نے پھر حضرت موسیٰ سے التجا کی۔ کہ ایک مرتبہ اور دعا کیجئے۔ اور اس عذاب کو بھی ٹال لیجئے۔ پھر ہم یقیناً ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی اور ان پر سے یہ عذاب بھی رفع ہو گیا۔ مگر وہ بے ایمان پھر بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ (قرآن کریم پ ۹ ع ۶)

(خزائن العرفان صفحہ ۲۴۰ - روح البیان صفحہ ۶۰ جلد ۱)

سبق:- خدا تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کو بار بار مہلت دیتا ہے۔ تاکہ وہ سنبھل جائیں۔ مگر کفر آشنا بندے اس مہلت سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اور بدستور اپنے کفر پر قائم رہتے ہیں اور نقصان اٹھاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۸

فرعون کی ہلاکت

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور فرعونیوں کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے۔ تو آپ نے ان کی ہلاکت کی دعا کی۔ اور کہا:-

"اے رب ہمارے! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب

نہ دیکھ لیں "

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اور خدا نے انہیں حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات شہر سے نکل جائیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو نکل چلنے کا حکم سنایا اور بنی اسرائیل کی عورتیں فرعونیوں کی عورتوں کے پاس گئیں۔ اور ان سے کہنے لگیں۔ کہ ہمیں ایک میلہ میں شریک ہونا ہے۔ وہاں پہن کر جانے کے لئے ہمیں مستعار طور پر اپنے زیورات دے دو۔ چنانچہ فرعونی عورتوں نے اپنے اپنے زیورات ان بنی اسرائیل کی عورتوں کو دے دیئے۔ اور پھر سب بنی اسرائیل عورتوں اور بچوں سمیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ راتوں رات ہی نکل گئے۔ ان سب مردوں، عورتوں، چھوٹوں، بڑوں کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ فرعون کو جب اس بات کی خبر پہنچی۔ تو وہ بھی راتوں رات ہی پیچھا کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اپنی ساری قوم کو لے کر بنی اسرائیل کے پیچھے نکل پڑا۔ فرعونیوں کی تعداد بنی اسرائیل کی تعداد سے دوگنی تھی۔ صبح ہوتے ہی فرعون کے لشکر نے بنی اسرائیل کو پالیا بنی اسرائیل نے دیکھا۔ کہ پیچھے فرعون معہ لشکر کے آرہا ہے۔ اور آگے دریا بھی آگیا ہے۔ تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ تو موسےٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک دریا پر مارا۔ تو دریا پھٹ گیا۔ اور اس میں بارہ راستے ظاہر ہو گئے اور بنی اسرائیل ان راستوں سے دریا کے پار ہو گئے۔ اور جب فرعونی لشکر دریا کے کنارے پہنچا۔ تو وہ بھی دریا عبور کرنے کے لئے۔ ان راستوں پر چل پڑے جب فرعون اور اس کا سارا لشکر ان بارہ راستوں میں داخل ہو گیا۔ تو خدا نے دریا کو حکم دیا۔ کہ وہ مل جائے اور ان سب کو غرق کردے۔ چنانچہ دریا فوراً مل گیا۔

اور فرعون اپنے عظیم لشکر سمیت دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہو گیا۔

(قرآن کریم پ۱۱ ع ۱۴) روح البیان ص۶۱ جلد ۱)

سبق:۔ حد سے زیادہ کفر و سرکشی کا انجام بے حد ہولناک ہوتا ہے۔ اور اس دنیا میں بھی ہلاکت و بربادی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

حکایت نمبر ۸۲

نمک حرام غلام

ایک مرتبہ جبریل علیہ السّلام فرعون کے پاس ایک استفتاء لائے جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ بادشاہ کا کیا حکم ہے ایسے غلام کے حق میں جس نے ایک شخص کے مال و نعمت میں پرورش پائی پھر اس کی ناشکری کی۔ اور اس کے حق میں منکر ہو گیا۔ اور اپنے آپ مولیٰ ہونے کا مدعی بن گیا؟ اس پہ فرعون نے یہ جواب لکھا کہ جو نمک حرام غلام اپنے آقا کی نعمتوں کا انکار کرے۔ اور اس کے مقابل آئے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو دریا میں ڈبو دیا جائے۔

چنانچہ فرعون جب خود دریا میں ڈوبنے لگا۔ تو حضرت جبریل نے اس کا وہی فتویٰ اس کے سامنے کر دیا۔ اور اس کو اس نے پہچان لیا (خزائن العرفان ص۳۱۱)

سبق:۔ انسان اگر اپنے غلام کی نافرمانی پر غصے میں آجاتا ہے اور اسے سزا دیتا ہے۔ تو پھر وہ خود بھی اگر اپنے مالک حقیقی کا نافرمان ہو گا۔ تو سزا بھگتنے کے تیار رہے۔

حکایت نمبر ۸۳

حضرت موسٰی علیہ السّلام اور ایک بڑھیا

حضرت موسٰی علیہ السلام دریا پار کرنے کے لئے جب کنارہ دریا تک پہنچے تو سواری کے جانوروں کے منہ اللہ نے پھیر دیئے۔ کہ خود بخود واپس پلٹ آئے موسٰی علیہ السلام نے عرض کی۔ الٰہی یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا۔ تم قبر یوسف کے پاس ہو۔ ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ موسٰی علیہ السلام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا۔ فرمایا: کیا تم میں کوئی جانتا ہے؟ شاید بنی اسرائیل کی بڑھیا کو معلوم ہو۔ اس کے پاس آدمی بھیجا۔ کہ تجھے یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں معلوم ہے حضرت موسٰی علیہ السلام نے فرمایا۔ تو مجھے بتا دے۔ وہ بولی۔ خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی جب تک کہ جو کچھ میں آپ سے مانگوں۔ آپ مجھے عطا نہ فرمائیں۔

موسٰی علیہ السلام نے فرمایا۔ تیری عرض قبول ہے مانگ کیا مانگتی ہے۔ وہ بڑھیا بولی۔ تو حضور سے میں یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس درجے میں جس میں آپ ہوں گے۔ موسٰی علیہ السلام نے فرمایا جنت مانگ لے یعنی تجھے یہی کافی ہے۔ اتنا بڑا سوال نہ کر۔ بڑھیا بولی۔ خدا کی قسم میں نہ مانوں گی۔

مگر یہی کہ آپ کے ساتھ ہوں۔ موسٰی علیہ السلام اس سے یہی رد و بدل کرتے رہے اللہ نے وحی بھیجی۔ "موسٰی وہ جو مانگ رہی ہے۔ تم اسے وہی عطا کر دو کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔" چنانچہ موسٰی علیہ السلام نے جنت میں اپنی رفاقت

اسے عطا فرما دی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کی قبر بتا دی۔ موسیٰ علیہ السلام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا سے عبور فرما گئے۔ (طبرانی شریف الامن والعلی ص۲۲۹)

سبق:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بڑھیا کو نہ صرف جنت ہی بلکہ جنت میں اپنی رفاقت بھی دے دی۔

معلوم ہوا کہ خدا کے مقبولوں کو جنت پر اختیار حاصل ہے پھر جو مقبولوں اور رسولوں کے سردار حضور احمد مختار صلے اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار کہے۔ بڑا ہی بے خبر اور جاہل ہے۔

حکایت نمبر ۱۴۸

بنی اسرائیل کی گمراہی

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں فرعون سے نجات پائی۔ اور دریا کو عبور کر کے جب پار ہو گئے۔ تو ان کا گزر ایک بت پرست قوم پر ہوا جو بتوں کے آگے آسن مارے بیٹھے تھے۔ اور ان بتوں کو پوج رہے تھے۔ یہ بت گائے کی شکل کے تھے بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اے موسیٰ! جس طرح ان لوگوں کے لئے اتنے خدا ہیں۔ اسی طرح ہمیں بھی آپ ایک خدا بنا دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ جاہلو! یہ کیا بکنے لگے ہو۔ یہ بت پرست تو بربادی و ہلاکت کے حال میں ہیں۔ اور جو کچھ کر رہے ہیں۔ بالکل باطل ہے۔ کیا میں ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا خدا تمہارے لئے تلاش کروں۔؟

(قرآن کریم پ ۹ ع ۶)

سبق :- خدا تعالیٰ کی اتنی مہربانیوں کے باوجود جو اُسے بھول جائیں اور بتوں کے آگے جھکنے پر آمادہ ہو جائیں۔ ان کی گمراہی و جہالت میں کیا کلام ہے؟

حکایت نمبر ۸۵

سامری سنار

بنی اسرائیل میں سامری نام کا ایک سنار تھا۔ یہ قبیلہ سامرہ کی طرف منسوب تھا۔ اور یہ قبیلہ گائے کی شکل کے بت کا پجاری تھا۔ سامری جب بنی اسرائیل کی قوم میں آیا تو ان کے ساتھ بظاہر یہ بھی مسلمان ہو گیا۔ مگر دل میں گائے کی پوجا کی محبت رکھتا تھا۔ چنانچہ جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہو لئے۔ اور بنی اسرائیل نے ایک بت پرست قوم کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے لئے بھی ایک بت کی طرح کا خدا بنانے کی درخواست کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات پر ناراض ہوئے۔ تو سامری موقعہ کی تلاش میں رہنے لگا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لانے کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے۔ تو موقعہ پا کر سامری نے بہت سا زیور پگھلا کر سونا جمع کیا۔ اور اس سے ایک گائے کا بت تیار کیا۔ اور پھر اس نے کچھ خاک اس گائے کے بت میں ڈالی۔ تو وہ گائے کے بچھڑے کی طرح بولنے لگا اور اس میں جان پیدا ہو گئی۔ سامری نے بنی اسرائیل میں اس بچھڑے کی پرستش شروع کرا دی۔ اور بنی اسرائیل اس بچھڑے کے پجاری بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور سے واپس تشریف لائے۔ تو قوم کا یہ حال دیکھ کر بڑے

غصے میں آئے اور سامری سے دریافت فرمایا کہ اے سامری! یہ تو نے کیا کیا؟ سامری نے بتایا۔ کہ میں نے دریا سے پار ہوتے وقت، جبریل کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا۔ اور میں نے دیکھا کہ جبریل کے گھوڑے کے قدم جس جگہ پر پڑتے ہیں وہاں سبزہ اُگ آتا ہے۔ میں نے اُسی گھوڑے کے قدم کی جگہ سے کچھ خاک اُٹھا لی۔ اور وہ خاک میں نے بچھڑے کے بت میں ڈال دی۔ تو یہ زندہ ہو گیا ہے اور مجھے یہی بات اچھی لگی ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے۔ اچھا کیا ہے حضرت موسٰے علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا تو جا دور ہو جا۔ اب اس دنیا میں تیری سزا یہ ہے۔ کہ تو ہر ایک سے یہ کہے گا۔ کہ مجھے چھو نہ جانا یعنی تیرا یہ حال ہو جائے گا۔ کہ تو کسی شخص کو اپنے قریب نہ آنے دے گا۔ چنانچہ واقعی اس کا یہ حال ہو گیا۔ کہ جو کوئی اس سے چھو جاتا۔ تو اس چھونے والے کو اور سامری کو بھی بڑی شدت کا بخار ہو جاتا۔ اور انہیں بڑی تکلیف ہوتی۔ اس لئے سامری خود ہی چیخ چیخ کر لوگوں سے کہتا پھرتا کہ میرے ساتھ کوئی نہ لگے۔ اور لوگ بھی اس سے اجتناب کرتے تا کہ اس سے الگ کر بخار میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس عذاب دنیا میں گرفتار ہو کر سامری بالکل تنہا رہ گیا اور جنگل کو چلا گیا اور بڑا ذلیل ہو کر مرا (قرآن کریم پ ۱۶ ع ۱۴، روح البیان ص ۵۹۹ جلد ۲)

سبق: آج بھی گئو کے پجاری چھوت چھات کے علمبردار ہیں۔ اور جس طرح وہ مسلمانوں سے الگ رہنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح مسلمانوں کو بھی ان سے اجتناب رکھنا چاہیئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جبریل کے گھوڑے کے قدم کی خاک سے اگر زندگی مل سکتی ہے تو جو جبریل کے بھی آقا و مولٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حضور کے اُمتی جو اولیاء اللہ ہیں۔ ان کے دم قدم سے ہزاروں لاکھوں فیوض و برکات کیوں

حاصل نہیں ہو سکتے ، ہوتے ہیں اور یقیناً ہوتے ہیں لیکن جو دل کے اندھے ہیں اور سامری سے بھی زیادہ شقی ہیں۔ وہ ان اللہ والوں کے فیوض و برکات کے منکر ہیں

حکایت نمبر ۸۶

قاتل کا سراغ

بنی اسرائیل میں ایک مالدار شخص تھا۔ اس کے چچازاد بھائی نے بطمع وراثت اس کو قتل کر کے شہر سے باہر پھینک دیا۔ اور خود صبح کو اس کے خون کا مدعی بن کر واویلا کرنے لگا۔ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔ کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اصل بات کو ظاہر فرمائے۔ اس پر خدا کا حکم یہ ہوا کہ ایک گائے ذبح کرو اور اس گائے کا ایک ٹکڑا اس مقتول کو مارو۔ تو مقتول زندہ ہو کر خود ہی بتا دے گا کہ اس کا قاتل کون ہے؟ لوگوں نے یہ بات سن کر حیران ہو کر پوچھا۔ کہ کیا یہ مذاق تو نہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ معاذ اللہ! کیا میں کوئی ایسی فضول بات کروں گا۔ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں لوگوں نے پوچھا۔ تو پھر فرمایئے گائے کیسی ہو؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا فرماتا ہے۔ کہ نہ بہت بوڑھی اور نہ بالکل نوعمر، بلکہ ان دونوں کے بیچ میں ہو۔ لوگوں نے کہا۔ خدا سے یہ بھی پوچھ دیجئے۔ کہ اس کا رنگ کیا ہو؟ فرمایا! خدا فرماتا ہے۔ کہ ایسی پیلی گائے ہو جس کی رنگت ڈبڈبانی اور دیکھنے والوں کو خوش کر دینے والی ہو۔ لوگوں نے پھر کہا کہ گائے کی ہر حیثیت کے متعلق ذرا تفصیل سے پوچھ دیجئے۔ ہالیا

نہ ہو کہ ہم سے کوئی غلطی ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا فرماتا ہے کہ ایسی گائے ہو جس سے کوئی خدمت نہ لی گئی ہو۔ نہ ہل جوتی گئی ہو نہ اس سے کھیتی کو پانی دیا گیا ہو اور بے عیب ہو۔ جس میں کوئی داغ نہ ہو۔

اب وہ لوگ اس قسم کی گائے کی تلاش کرنے لگے۔ مگر ایسی گائے کا ملنا مشکل تھا۔ ہاں ایک گائے کے متعلق انہیں پتہ چلا کہ وہ گائے ان صفات سے موصوف ہے۔ وہ گائے ایک یتیم بچے کی گائے تھی۔ اور اس کا قصہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک صالح آدمی تھا جس کا ایک چھوٹی عمر کا بچہ تھا۔ اور اس کے پاس سوائے ایک گائے کے بچے کے کچھ نہ رہا تھا۔ اس نے اس بچھیا کی گردن پہ مہر لگا کر اُسے چھوڑ دیا۔ اور بارگاہِ حق میں عرض کیا کہ اے اللہ! میں اس بچھیا کو اپنے بیٹے کے لئے تیرے پاس امانت رکھتا ہوں۔ میرا بیٹا جب بڑا ہو جائے۔ تو یہ اس کے کام آئے۔ اس مرد صالح کا تو انتقال ہو گیا اور بچھیا جنگل میں پرورش پاتی رہی۔

یہ لڑکا جب بڑا ہوا۔ تو باپ کی طرح صالح اور نیک نکلا۔ اپنی ماں کا بڑا فرمانبردار تھا۔ ایک روز اس کی ماں نے کہا۔ بیٹا! تیرے باپ نے فلاں جنگل میں تیرے لئے ایک بچھیا چھوڑ دی ہے۔ وہ اب جوان ہو گئی ہو گی۔ اس کو جنگل سے لے آ۔ اور اللہ سے دعا کر کہ وہ تجھے تیری امانت عطا فرما دے۔ چنانچہ وہ لڑکا جنگل پہنچا۔ اور اپنی گائے کو دیکھ کر ماں کی بتائی ہوئی نشانیاں اس میں پاکر اسے پہچان لیا۔ اور خدا کی قسم دے کر اسے بلایا۔ تو گائے فوراً حاضر ہو گئی وہ اسے لے کر ماں کے پاس پہنچا۔ ماں نے حکم دیا۔ کہ جاؤ اسے بازار میں لے جا کر تین دینار پر بیچ آؤ۔ اور شرط یہ کی کہ جب سودا ہو جائے، تو ایک بار پھر

مجھ سے پوچھ لیا جائے۔ اس زمانہ میں گائے کی قیمت تین دینار تک ہی ہوتی تھی
وہ لڑکا گائے لے کر بازار پہنچا۔ تو ایک فرشتہ خریدار کی شکل میں آیا۔ اور اس گائے کی
قیمت چھ دینار لگا دی۔ مگر اس شرط سے کہ لڑکا اپنی ماں سے اجازت لینے نہ جائے
بلکہ کھڑے کھڑے خود ہی بیچ ڈالے۔ لڑکے نے منظور نہ کیا اور کہا کہ ماں سے اجازت
لئے بغیر میں ہرگز کوئی سودا نہ کروں گا۔ پھر گھر آ کر ماں کو سارا قصہ سنایا۔ ماں نے چھ دینار
پر گائے بیچ دینے کی اجازت تو دے دی۔ مگر دوبارہ بیع ہو جانے کے بعد پھر
اپنی مرضی دریافت کر لینے کی پابندیاں لگا دی۔ وہ لڑکا پھر بازار میں آیا۔ اور وہی فرشتہ
خریدار بن کر آیا۔ اور بارہ دینار قیمت لگا دی۔ مگر اس شرط پر کہ لڑکا ماں سے اجازت
لینے نہ جائے۔ لڑکے نے یہ بات پھر نامنظور کر دی۔ اور ماں سے آ کر سارا حال
کہہ دیا۔ ماں سمجھ گئی کہ یہ خریدار کوئی فرشتہ ہے۔ جو آزمائش کے لئے آتا ہے۔ لڑکے
سے کہا کہ اب جو وہ خریدار آئے۔ تو اس سے کہنا کہ آپ ہمیں یہ گائے بیچنے کی اجازت
دیتے ہیں یا نہیں؟ لڑکے نے یہی بات اس خریدار سے کہہ دی۔ تو فرشتے نے
کہا۔ کہ ابھی اس گائے کو روکے رکھو جب بنی اسرائیل خریدنے آئیں تو اس کی قیمت یہ
مقرر کرنا۔ کہ اس کی کھال کو سونے سے بھر دیا جائے۔ لڑکا گائے کو گھر واپس لے آیا
یہ گائے ہی ایک ایسی گائے تھی جس میں خدا کی بتائی ہوئی ساری صفات پائی جاتی
تھیں اور جس کی بنی اسرائیل کو تلاش تھی چنانچہ بنی اسرائیل کو اس گائے کا پتہ چلا تو
مکان پر پہنچے۔ تو اس گائے کی یہی قیمت مقرر ہوئی کہ اس کی کھال کو سونے سے
بھر دیا جائے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضمانت پر وہ گائے بنی اسرائیل کے
سپرد کر دی گئی۔ اور بنی اسرائیل نے اسے ذبح کر کے اس گوشت کا ایک ٹکڑا اس

مقتول کی لاش پر مارا۔ تو وہ زندہ ہو کر کہنے لگا۔ کہ مجھے میرے چچازاد بھائی نے قتل کیا ہے چنانچہ قاتل کو بھی اقرار کرنا پڑ گیا۔ اور وہ پکڑا گیا (قرآن کریم پ ۱ ع ۹۔ روح البیان ص ۱۰۹ ج ۱)

سبق:۔ خدا کی بتائی ہوئی گائے کے ٹکڑے میں اگر اتنی برکت ہے کہ مردے سے لگ جائے تو وہ زندہ ہو جائے۔ تو جو خدا کے مقبول بندے ہیں۔ ان کے وجود باجود میں کیوں نہ لاکھوں برکتیں اور کرامتیں ہوں گی اور کیوں نہ ان کے اشارے ہی سے مردوں کو زندگی ملتی ہو گی؟

یہ بھی معلوم ہوا کہ ظالم لاکھ چھپا کر ظلم کرے۔ مگر اس کا پول کھل کر ہی رہے گا اور جس طرح حکمت ربی سے بنی اسرائیل کے مقتول کے قاتل کا پتہ چل گیا۔ اسی طرح کل قیامت کے دن حکمت ربی سے ہر ظالم کا پتہ چل جائے گا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ماں کا وجود بڑی نعمت ہے اور اس کی رضا جوئی سے دین و دنیا کی بہتری حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ یہ گائے معبود نہیں ہے۔ معبود صرف اللہ ہی ہے بنی اسرائیل نے چونکہ سامری کے بنائے ہوئے گائے کے بت ہی کی پوجا کی تھی۔ اس لئے اللہ نے انہیں کے ہاتھوں ایک گائے ہی کو ذبح کرایا۔ تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ اصل معبود تو وہ ہے۔ جو اس گائے کو ذبح کرنے کا حکم دے رہا ہے۔

حکایت نمبر ۸

حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں بڑا فصیح و بلیغ وعظ

فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ اس وقت میں بہت بڑا عالم ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا خدا کو نہ بھایا اور حضرت موسیٰ سے فرمایا۔ اے موسیٰ! تم سے زیادہ عالم میرا بندہ خضر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے ملاقات کا شوق ظاہر کیا اور خدا سے اجازت لے کر حضرت خضر کو ملنے کے لیے روانہ ہو گئے خدا نے مدد فرمائی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کو پا لیا۔ اور ان سے کہا کہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے علم سے میں بھی کچھ مستفید ہوں۔ حضرت خضر نے جواب دیا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر کئی ایسی باتیں دیکھیں گے کہ آپ ان پر صبر نہ کر سکیں گے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا نہیں میں صبر کروں گا آپ مجھے اپنے ساتھ رہنے دیجئے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ تو پھر میں چاہے کچھ کروں آپ میری کسی بات میں دخل نہ دیں۔ فرمایا! منظور ہے اور آپ ساتھ رہنے لگے ایک روز دونوں چلے اور کشتی پر سوار ہوئے کشتی والے نے حضرت خضر کو پہچان کر مفت بٹھا لیا مگر حضرت خضر علیہ السلام نے اس کی کشتی کو ایک جانب سے توڑ دیا اور عیب دار کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ بات دیکھ کر بول اٹھے کہ جناب یہ آپ نے کیا کیا ہے کہ ایک غریب شخص کی جس نے بٹھایا بھی ہمیں مفت ہے۔ آپ نے کشتی توڑ دی۔ حضرت خضر بولے۔ موسیٰ! میں نہ کہتا تھا۔ کہ آپ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ اور میری باتوں میں آپ دخل دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ مجھ سے بھول ہو گئی ہے۔ آئندہ محتاط رہوں گا۔ پھر چلے تو رستے میں ایک لڑکا ملا۔ حضرت خضر نے اس لڑکے کو قتل کر ڈالا۔ حضرت موسیٰ پھر بول اٹھے۔ کہ اے خضر! یہ تم نے کیا کیا؟ ایک بچے کو مار ڈالا۔ خضر بولے۔ موسیٰ! آپ پھر بولے

جا سکتے! میرا اور آپ کا ساتھ مشکل ہے۔ حضرت موسےٰ فرمانے لگے۔ ایک بار اور موقعہ دیجئے اب اگر بولا۔ تو مجھے الگ کر دینا۔ چنانچہ پھر چلے۔ تو ایک ایسے گاؤں میں پہنچے۔ جس گاؤں کے باشندوں نے موسیٰ و خضر علیہما السلام کو کھانا تک نہ پوچھا۔ بلکہ انہوں نے کھانا طلب فرمایا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس گاؤں میں ایک شکستہ مکان کی دیوار گرنے والی تھی۔ حضرت خضر نے اس دیوار کو اپنے ہاتھ سے سیدھا کر کے مضبوطی سے قائم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ گاؤں والے تو اتنے بخیل ہیں کہ کھانا تک دینے کو تیار نہیں۔ اور یہ خضر اس قدر شفقت پر اتر آئے ہیں کہ ان کی گرنے والی دیواریں قائم کرنے لگے ہیں۔ یہ دیکھ کر پھر بول اٹھے کہ اے خضر! اگر آپ چاہتے۔ تو اس دیوار کے کھڑا کر دینے کی آپ ان سے اجرت بھی لے سکتے تھے۔ مگر آپ نے تو مفت کام کر دیا۔ حضرت خضر بولے۔ موسیٰ بس اب میری اور آپ کی جدائی ہے۔ لیکن جدا ہونے سے پہلے ان باتوں کی حکمت بھی سنتے جائیے۔ وہ جو میں نے کشتی کو تھوڑا سا توڑ دیا تھا اس کی حکمت یہ تھی کہ دریا کے دوسرے کنارے ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا تھا۔ مگر جس کشتی میں کوئی عیب ہوتا اسے نہیں چھینتا تھا۔ کشتی والے کو اس بات کا علم نہ تھا۔ میں اگر کشتی کا کچھ حصہ نہ توڑتا۔ تو اس غریب کی ساری کشتی چھن جاتی اور وہ جو لڑکا میں نے مار ڈالا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ اس کے ماں باپ مسلمان تھے اور یہ لڑکا، میں ڈرا کہ بڑا ہو کر کافر نکلے گا۔ اور اس کے ماں باپ بھی اس کی محبت میں دین سے پھر جائیں گے۔ تو میں نے ارادہ کر لیا کہ اس کے ماں باپ کو اللہ اس سے بہتر لڑکا دے۔ اور اسے میں نے مار ڈالا۔ تاکہ

اس کے ماں باپ اس فتنہ سے محفوظ رہیں۔ اور جو میں نے گاؤں میں گرنے والی دیوار کو سیدھا کر دیا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی۔ . . . اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا۔ اور باپ ان کا بڑا صالح تھا تو رب کی یہ مرضی تھی کہ دونوں بچے جوان ہو جائیں اور اپنا خزانہ آپ نکال لیں یہ تھی ان باتوں کی حکمت جو آپ نے دیکھیں۔

(قرآن کریم پ ۱۶ ع ۱) (روح البیان ص ۴۹۱ جلد ۱)

سبق: - دین کی باتوں میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے اور آدمی کو علم کی تلاش جاری رکھنی چاہیئے۔ چاہے وہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کو یہ علم ہوتا ہے۔ کہ فلاں بچہ بڑا ہو کر مومن یا کافر ہوگا۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندے جس بات کا ارادہ کر لیں۔ خدا ویسے ہی کر دیتا ہے کیوں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر کے یوں فرمایا تھا۔ فَاَرَدْنَا اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ

"پس ہم نے ارادہ کر لیا۔ کہ ان دونوں کا رب انہیں اس سے بہتر عطا فرمائے۔"

چنانچہ خدا نے حضرت خضر علیہ السلام کے ارادہ کے مطابق ان دونوں کو اس سے بہتر بچہ عطا فرما دیا۔

حکایت نمبر ۸۸

جانوروں کی بولیاں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک شخص حاضر ہوا۔ اور یہ کہنے لگا حضور! مجھے جانوروں کی بولیاں سکھا دیجئے۔ مجھے اس بات کا بڑا شوق ہے آپ نے فرمایا۔ تمہارا یہ شوق اچھا نہیں۔ تم اس بات کو رہنے دو۔ اس نے کہا۔ حضور! آپ کا اس میں کیا نقصان ہے۔ میرا ایک شوق ہے۔ اُسے پورا کر ہی دیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کی کہ مولا۔ یہ بندہ مجھ سے اس بات کا اصرار کر رہا ہے۔ ارشاد فرما کہ میں کیا کروں۔ حکم الٰہی ہوا کہ جب یہ شخص باز نہیں آتا تو تم اسے جانوروں کی بولیاں سکھا دو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جانوروں کی بولیاں سکھا دیں۔

اس شخص نے ایک مرغ اور ایک کتا پال رکھا تھا۔ ایک دن کھانا کھانے کے بعد اس کی خادمہ نے دستر خوان جو جھاڑا۔ تو روٹی کا ایک ٹکڑا گرا۔ اس کا کتا اور مرغ دونوں اس کی طرف لپکے اور وہ روٹی کا ٹکڑا اس مرغ نے اٹھا لیا۔ کتے نے اس مرغ سے کہا۔ ارے ظالم میں بھوکا تھا۔ یہ ٹکڑا مجھے کھا لینے دیتے۔ تیری خوراک تو دانا دُنکا ہے۔ مگر تم نے یہ ٹکڑا بھی نہ چھوڑا۔ مرغ بولا۔ گھبراؤ نہیں کل ہمارے مالک کا یہ بیل مر جائے گا۔ تم کل جتنا چاہو گے۔ اس کا گوشت کھا لینا اس شخص نے ان کی یہ گفتگو سن لی اور بیل کو فوراً بیچ ڈالا۔ وہ بیل دوسرے دن مر تو گیا لیکن نقصان خریدار کا ہوا اور یہ شخص نقصان سے بچ گیا۔ دوسرے دن

کتے نے مرغ سے کہا۔ بڑے جھوٹے ہو تم۔ خواہ مخواہ مجھے آج کی امید میں رکھا۔ بتاؤ کہاں ہے وہ بیل؟ جس کا گوشت میں کھا سکوں۔ مرغ نے کہا میں جھوٹا نہیں ہوں۔ ہمارے مالک نے نقصان سے بچنے کے لئے بیل بیچ ڈالا ہے۔ اور اپنی بلا دوسرے کے سر ڈال دی ہے۔ مگر لو سنو! کل ہمارے مالک کا گھوڑا مرے گا۔ کل گھوڑے کا گوشت جی بھر کے کھانا۔ اس شخص نے یہ بات سنی۔ تو گھوڑا بھی بیچ ڈالا۔ دوسرے دن کتے نے شکایت کی تو مرغ بولا۔ بھئی! کیا بتاؤں۔ ہمارا مالک بڑا بے وقوف ہے جو اپنی آئی غیروں کے سر ڈال رہا ہے۔ اس نے گھوڑا بھی بیچ ڈالا۔ اور وہ گھوڑا خریدار کے گھر جا کر مر گیا ہے۔ بیل اور گھوڑا اگر اسی گھر میں مرتے۔ تو ہمارے مالک کی جان کا فدیہ بن جاتے۔ مگر اس نے ان کو بیچ کر اپنی جان پر آفت مول لے لی ہے۔ لو سنو اور یقین کر لو۔ کہ کل ہمارا مالک خود ہی مر جائے گا۔ اور اس کے مرنے پر جو کھانے والے بٹیں گے۔ اس میں سے بہت کچھ تمہیں بھی مل جائے گا۔

اس شخص نے جب یہ بات سنی۔ تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ کہ اب میں کیا کروں۔ کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اور دوڑتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور بولا حضور! میری غلطی معاف فرمائیے۔ اور موت سے مجھے بچا لیجئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ نادان! اب یہ بات مشکل ہے۔ آئی قضا ٹل نہ سکے گی۔ تمہیں اب جو بات سامنے نظر آئی ہے۔ مجھے اسی دن نظر آ رہی تھی جب تم جانوروں کی بولیاں سیکھنے پر اصرار کر رہے تھے۔ اب مرنے کے لئے تیار رہو۔ چنانچہ دوسرے دن وہ شخص مر گیا۔ (مثنوی شریف)

سبق: مال و دولت پر اگر کوئی آفت نازل ہو۔ اور کسی قسم کا کوئی نقصان ہو

جائے۔ تو انسان کو غم اور شکوہ نہ کرنا چاہیئے بلکہ اپنی جان کا فدیہ سمجھ کر اللہ کا شکر ہی ادا کرنا چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو ہوا بہتر ہوا۔ اگر مال پر یہ آفت نازل نہ ہوتی۔ تو ممکن ہے۔ جان ہلاکت میں پڑ جاتی۔

حکایت نمبر ۸۹

طوفانِ باد

قومِ عاد ایک بڑی زبردست قوم تھی۔ جو علاقہ یمن کے ایک ریگستان احقاف میں رہتی تھی۔ ان لوگوں نے زمین کو فسق و فجور سے بھر دیا تھا۔ اور اپنے زور و قوت کے زعم میں دنیا کی دوسری قوموں کو اپنی جفاکاریوں سے پامال کر ڈالا تھا۔ یہ لوگ بت پرست تھے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے ان کو درس توحید دیا۔ اور جور و ستم سے روکا تو وہ لوگ آپ کے منکر اور مخالف ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ آج ہم سے زیادہ زور آور کون ہے؟ کچھ لوگ حضرت ہود علیہ السلام پر ایمان لائے مگر وہ بہت تھوڑے تھے۔ قوم نے جب حد سے زیادہ بغاوت و شقاوت کا مظاہرہ کیا۔ اللہ کے پیغمبر کی مخالفت کی تو ایک سیاہ رنگ کا ابر آیا۔ جو قومِ عاد پر چھا گیا۔ وہ لوگ دیکھ کر خوش ہوئے کہ پانی کی ضرورت ہے۔ اس سے پانی خوب برسے گا۔ مگر اس میں سے ایک ہوا چلی۔ وہ اس شدت سے تھی۔ کہ اونٹوں اور آدمیوں کو اڑا اڑا کر کہیں سے کہیں لے جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ گھروں میں داخل ہوئے اور اپنے دروازے

بند کر لئے۔ مگر ہوا کی تیزی سے نہ بچ سکے۔ اس نے دروازے بھی اکھیڑ دیئے اور ان لوگوں کو ہلاک بھی کر دیا۔ پھر قدرت الٰہی سے کچھ سیاہ پرندے نمودار ہوئے جنہوں نے ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اپنے چند مومنوں کو لے کر قوم سے جدا ہو گئے تھے۔ اس لئے وہ سلامت رہے۔

(قرآن کریم پ۸ ع۱۷)

(خزائن العرفان ص۲۲۱، روح البیان ص۳۰۱)

سبق:۔ خدا سے بغاوت اور اس کے رسول کی نافرمانی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ یہ عناصر اربعہ مٹی، پانی، آگ اور ہوا بھی ہمارے لئے عذاب بن جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۹۰

پتھر کی اونٹنی

قوم عاد کی ہلاکت کے بعد قوم ثمود پیدا ہوئی۔ یہ لوگ حجاز و شام کے درمیانی قطع میں آباد تھے۔ ان کی عمریں بہت بڑی ہوتیں۔ پتھر کے مضبوط مکان بناتے۔ وہ ٹوٹ پھوٹ جاتے۔ مگر یکین بدستور باقی رہتے جب اس قوم نے بھی اللہ کی نافرمانی شروع کی۔ تو اللہ نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ قوم نے انکار کرنا شروع کیا۔ بعض غریب غریب لوگ آپ پر ایمان لے آئے ان لوگوں کا سال کے بعد ایک ایسا دن آتا تھا جس میں یہ میلے کے طور پر عید منایا کرتے تھے۔ اس میں دور دور سے آ کر لوگ شریک ہوتے۔ یہ میلے کا دن آیا۔

تو لوگوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو بھی اس میلے میں بلایا۔ حضرت صالح علیہ السلام ایک بہت بڑے مجمع میں تبلیغ حق کی خاطر تشریف لے گئے۔ قوم ثمود کے بڑے بڑے لوگوں نے وہاں حضرت صالح علیہ السلام سے یہ کہا۔ کہ اگر آپ کا خدا سچا ہے۔ اور آپ اس کے رسول ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھلائیے آپ نے فرمایا۔ بولو! کیا دیکھنا چاہتے ہو۔ ان کا سب سے بڑا سردار بولا۔ وہ سامنے جو پہاڑی نظر آرہی ہے۔ اپنے رب سے کہئیے کہ اس میں سے وہ ایک بہت بڑی اونٹنی نکال دے، جو دس ماہ کی حاملہ ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس پہاڑی کے قریب آکر دو رکعت نماز ادا کی۔ اور دعا کی۔ تو وہ پہاڑی لرزنے لگی۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پہاڑی شق ہوئی۔ اور اس میں سے سب کے سامنے ایک اونٹنی نکلی۔ جو حاملہ تھی۔ اور پھر اس نے اسی وقت بچہ بھی جنا۔ اس واقعہ سے قوم میں ایک حیرت پیدا ہوئی۔ کچھ لوگ مسلمان ہوئے اور بہت سے اپنے کفر پر ہی قائم رہے۔ (قرآن کریم پ ۸ ع ۱۷، روح البیان ص ۲۵ جلد ۱)

سبق! - انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات برحق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار کافروں کا ہی کام ہے۔

حکایت نمبر ۹۱

ٹھنڈا چشمہ

حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائی تھیں

حسنِ صورت بھی۔ کثرتِ اولاد بھی اور کثرتِ اموال بھی۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو ابتلاء میں ڈالا۔ اور آپ کے فرزند و اولاد مکان کے گرنے سے دب کر مر گئے۔ تمام جانور جن میں ہزار ہا اونٹ اور ہزار ہا بکریاں تھیں سب مر گئے۔ تمام کھیتیاں اور باغات برباد ہو گئے۔ کچھ باقی نہ رہا۔ اور جب آپ کو ان چیزوں کے ہلاک ہونے اور ضائع ہو جانے کی خبر ملتی۔ تو آپ حمدِ الٰہی بجا لاتے اور فرماتے تھے میرا کیا ہے۔ جس کا تھا اس نے لے لیا۔ جب تک مجھے دیا۔ میرے پاس رہا اس کا شکر ہی ادا نہیں ہو سکتا۔ میں اس کی مرضی پر راضی ہوں۔ پھر آپ بیمار ہو گئے۔ بدن مبارک پر آبلے پڑ گئے۔ جسم شریف سب زخموں سے بھر گیا۔ سب لوگوں نے چھوڑ دیا۔ بجز آپ کی بی بی صاحبہ کے کہ وہ آپ کی خدمت کرتی رہی اور یہ حالت کتنی مدت تک رہی۔ آخر ایک روز حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی۔ تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ اے ایوب! تو اپنا پاؤں زمین پر مار۔ تیرے پیر مارنے سے ایک ٹھنڈا چشمہ نکل آئے گا۔ اس کا پانی پینا۔ اور اس سے نہانا۔ چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو ایک ٹھنڈا چشمہ نکل آیا۔ جس سے آپ نہائے اور پانی پیا۔ تو آپ کا تمام مرض جاتا رہا (قرآن کریم پ ۲۳ ع ۱۲) (خزائن العرفان ص ۶۴۷)

سبق :- اللہ والے مصائب و آلام اور بیماریوں میں گھر کر بھی اللہ کا شکر ہی ادا کرتے ہیں۔ اور اس کا شکوہ نہیں کرتے اور اللہ کے مقبولوں کے پاؤں میں بھی یہ برکت ہے۔ کہ وہ پاؤں ماریں تو ایسا چشمہ نکل آئے جس کا پانی دافع البلاء ہو پھر جو ان مقبولانِ حق کے فیوض و برکات کا انکار کرتا ہے۔ کس قدر جاہل و بدبخت ہے۔

حکایت نمبر ۹۲

ایک عظیم الشان حکومت

حضرت سلیمان علیہ السّلام کو اللہ نے ایک عظیم الشان حکومت عطا فرمائی تھی اور آپ کے بس میں ہوا کر دی تھی۔ آپ ہوا کو جہاں حکم فرماتے تھے۔ وہ ہوا آپ کے تخت کو اڑا کر وہاں پہنچا دیتی تھی۔ اور جن و انسان اور پرندے سب آپ کے تابع اور لشکری تھے آپ حیوانات کی بولیاں بھی جانتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت المقدس کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو آپ نے حرم شریف (مکہ معظمہ) پہنچنے کا عزم فرمایا۔ چنانچہ تیاری شروع ہوئی اور آپ نے جنوں، انسانوں پرندوں اور دیگر جانوروں کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ ایک بہت بڑا لشکر تیار ہوگیا۔ یہ عظیم لشکر تقریباً تیس میل میں پورا آیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا تو ہوا نے تختِ سلیمان کو معہ اس لشکرِ عظیم کے اٹھایا۔ اور فوراً حرم شریف میں پہنچا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حرم شریف میں کچھ عرصہ ٹھہرے اس عرصہ میں آپ مکہ معظمہ میں ہر روز پانچ ہزار اونٹ۔ پانچ ہزار گائے اور بیس ہزار بکریاں ذبح فرماتے تھے۔ اور اپنے لشکر میں ہمارے حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سناتے رہے کہ یہیں سے ایک نبی، عربی پیدا ہوں گے

ل قرآن کریم پ۱۷ ع۶۔ ۲ پ۱۹ ع۱۷۔ ۳ پ۱۹ ع۱۷۔

جن کے بعد پھر کوئی اور نبی پیدا نہ ہوگا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کچھ عرصہ کے بعد مکہ معظمہ میں مناسک ادا فرمانے کے بعد ایک صبح کو وہاں سے چل کر صنعاء ملک یمن میں پہنچے۔ مکہ معظمہ سے صنعاء کا ایک مہینے کا سفر ہے۔ اور آپ مکہ معظمہ سے صبح کو روانہ ہوئے۔ اور صنعاء زوال کے وقت پہنچ گئے۔ آپ نے یہاں بھی کچھ عرصہ ٹھہرنے کا ارادہ فرمایا۔ یہاں پہنچ کر پرندہ ہُدہُد ایک روز اوپر اڑا اور بہت اوپر تک جا پہنچا۔ اور ساری دنیا کے طول و عرض کو دیکھا۔ اس کو ایک سرسبز باغ نظر آیا۔ یہ باغ ملکہ بلقیس کا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس باغ میں ایک ہُدہُد بیٹھا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہُدہُد کا نام یعفور تھا۔ یعفور کی اور یمنی ہدہد کی حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

یمنی ہدہد :۔ بھئی تم کہاں سے آئے اور کہاں جاؤ گے؟۔

یعفور :۔ میں ملک شام سے، اپنے بادشاہ سلیمان کے ساتھ آیا ہوں۔

یمنی ہُدہُد :۔ سلیمان کون ہے؟

یعفور :۔ وہ جنوں، انسانوں، شیاطین، پرندوں، جانوروں اور ہوا کا ایک عظیم الشان فرمانروا اور سلطان ہے اس میں بڑی طاقت ہے ہوا اس کی سواری ہے۔ اور ہر چیز اس کی تابع ہے۔ اچھا تم بتاؤ کہ تم کس ملک کے ہو۔

یمنی ہدہد :۔ میں اسی ملک کا رہنے والا ہوں۔ ہمارے اس ملک کی بادشاہ ایک عورت ہے۔ جس کا نام بلقیس ہے۔ اس کے ماتحت بارہ ہزار سپہ سالار ہیں۔ اور ہر سپہ سالار کے ماتحت ایک ایک لاکھ سپاہی ہے

پھر اس نے یعفور سے کہا۔ تم میرے ساتھ ایک عظیم ملک اور لشکر دیکھنے چلو گے؟۔

یعفور:۔ بھئی میرے بادشاہ سلیمان علیہ السلام کی نماز عصر کا وقت ہو رہا ہے اور انہیں وضو کے لئے پانی درکار ہو گا۔ اور پانی کی جگہ بتانے پر میں مامور ہوں۔ اگر دیر ہو گئی تو وہ ناراض ہوں گے۔

یمنی ہُدہُد:۔ نہیں بلکہ یہاں کے ملک اور فرمانروا بلقیس کی مفصل خبر سن کر خوش ہوں گے۔

یعفور:۔ اچھا تو چلو۔

(دونوں اڑ گئے۔ اور یعفور ملک یمن کو دیکھنے لگا)

اور ادھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نماز عصر کے وقت ہدہد کو طلب فرمایا۔ تو وہ غیر حاضر نکلا۔ آپ بڑے جلال میں آ گئے۔ اور فرمایا۔ کیا ہوا۔ کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا۔ یا وہ واقعی حاضر نہیں ضرور میں اُسے سخت عذاب کروں گا۔ یا ذبح کر دوں گا۔ یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے (قرآن کریم پ ۱۹ ع ۱۷)

اور پھر عقاب کو حکم دیا۔ کہ وہ اڑ کر دیکھے۔ کہ ہدہد کہاں ہے؟ چنانچہ عقاب اڑا۔ اور بہت اوپر پہنچ کر ساری دنیا کو اس طرح دیکھنے لگا جس طرح آدمی اپنے ہاتھ کے پیالے کو دیکھتا ہے۔ اچانک اُسے ہدہد یمن کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا۔ عقاب فوراً اس کے پاس پہنچا اور کہا غضب ہو گیا۔ اپنی فکر کر لے اللہ کے نبی سلیمان نے تمہارے لئے قسم کھائی ہے۔ کہ میں ہدہد کو سخت سزا دوں گا۔ یا ذبح کر دوں گا"

ہُدہُد نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔ اور اللہ کے نبی نے اس حلف میں کسی بات کا استثناء بھی فرمایا ہے یا نہیں؟ — عقاب نے کہا۔ ہاں یہ فرمایا ہے کہ "یا کوئی روشن سند میرے پاس لائے۔"

ہُدہُد نے کہا تو پھر میں بچ گیا۔ میں ان کے لئے ایک بہت بڑی خبر لے کر آیا ہوں۔ پھر عقاب اور ہدہد دونوں بارگاہِ سلیمانی میں حاضر ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے رعب و جلال میں فرمایا۔ "ہدہد کو حاضر کرو۔"

ہدہد بے چارہ دم بخود، اپنی دم نیچے کئے ہوتے پر زمین سے ملتا ہوا اور کانپتا ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام کے قریب آیا۔ تو حضرت سلیمان نے اس کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔ اس وقت ہدہد نے کہا: — اُذْكُرْ وُقُوفَكَ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ "حضور! اللہ کے سامنے اپنی حاضری کو یاد کر لیجئے۔"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بات سن کر اُسے چھوڑ دیا اور اسے معاف فرما دیا پھر ہُدہُد نے اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کی۔ اور بتایا کہ میں ایک بہت بڑی ملکہ کو دیکھ کر آیا ہوں۔ خدا نے اُسے ہر قسم کا سامان عیش و عشرت دے رکھا ہے اور وہ سورج کی پجارن ہے۔ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔

روایت ہے کہ یہ تخت سونے اور چاندی کا بنا ہوا تھا اور بڑے بڑے قیمتی جواہرات سے مرصع تھا۔ بلقیس نے ایک مضبوط گھر بنوایا تھا۔ جس گھر میں دوسرا گھر تھا۔ پھر اس گھر کے اندر تیسرا گھر تھا۔ اور پھر اس تیسرے گھر کے اندر چوتھا گھر تھا۔ اسی طرح پھر اس میں پانچواں اور پانچویں میں چھٹا اور چھٹے میں

ساتواں گھر تھا۔ اس ساتویں گھر میں وہ تخت مقفل تھا اور سات ہی غلاف اس تخت کو چڑھا رکھے تھے اور اس تخت کے چار عدد پائے تھے۔ ایک پایہ سرخ یاقوت کا۔ دوسرا زرد یاقوت کا۔ تیسرا سبز زمرد کا اور چوتھا سفید موتی کا تھا۔ یہ تخت اسی ۸۰ گز لمبا۔ چالیس ۴۰ گز چوڑا اور تیس ۳۰ گز اونچا تھا۔ بلقیس ساتویں گھر کے اندر رکھے ہوئے اس تخت عظیم پر بیٹھا کرتی تھی۔ ہر گھر کے باہر سخت پہرہ تھا۔ اور بلقیس تک پہنچنا ایک دشوار امر تھا۔

ہُدہُد نے جب سلیمان علیہ السلام کو بلقیس کی بات سنائی تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ میرا ایک خط لے جاؤ اور بلقیس کو پہنچا آؤ۔ چنانچہ آپ نے ایک خط لکھا۔ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر لکھا۔ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ "میرے معاملہ میں بڑائی ظاہر نہ کرو۔ اور مسلمان بن کر میرے حضور حاضر ہو جاؤ" اور اس خط پر شاہی مہر ثبت کر کے ہُدہُد کو دے دیا۔ ہُدہُد گیا اور ساتوں قلعوں کے پہروں سے بے نیاز ہو کر نبی کا یہ چھٹی رساں روشن دانوں میں سے گزرتا ہوا بلقیس تک جا پہنچا بلقیس اس وقت سو رہی تھی۔ ہُدہُد وہ خط بلقیس کے سینے پر رکھ کر باہر نکل آیا۔

بلقیس جب اٹھی تو یہ خط پا کر گھبرائی۔ اور اعیان سلطنت سے مشورہ طلب کیا۔ کہ کیا کیا جائے؟ وہ بولے کہ آپ ڈرتی کیوں ہیں؟ ہم زور والے اور لڑنے میں ماہر ہیں۔ سلیمان اگر لڑنا چاہتا ہے۔ تو لڑے۔ ہم شکست تسلیم نہیں کرتے۔ آئندہ جو آپ کی مرضی۔ بلقیس نے کہا۔ کہ جنگ اچھی چیز نہیں بادشاہ جب کسی شہر میں اپنے زور و قوت سے داخل ہوتے ہیں تو اُسے تباہ کر دیتے ہیں میرا خیال ہے کہ میں

سلیمان کی طرف ایک تحفہ بھیجوں[1] اور پھر دیکھوں کہ سلیمان اُسے قبول کرتے ہیں یا نہیں اگر وہ بادشاہ ہیں تو تحفہ قبول کر لیں گے۔ اور اگر نبی ہیں تو میرا یہ تحفہ قبول نہ کریں گے بجز اس کے کہ ان کے دین کا اتباع کیا جائے۔

چنانچہ بلقیس نے پانچ سو غلام اور پانچ سو باندیاں بہترین ریشمی لباس اور زیورات کے ساتھ آراستہ کر کے انہیں ایسے گھوڑوں پر بٹھایا جن کی کاٹھیاں سونے کی اور لگامیں جواہرات سے مرصع تھیں۔ اور ایک ہزار سونے اور چاندی کی اینٹیں اور ایک تاج جو بڑے بڑے قیمتی موتیوں سے مزین تھا۔ وغیرہ وغیرہ معہ ایک خط کے اپنے قاصد کے ساتھ روانہ کیے۔

ہُدہُد دیکھ کر چل دیا۔ اور سلیمان علیہ السلام کو سارا قصہ سنا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے جنی لشکر کو حکم دیا۔ کہ سونے چاندی کی اینٹیں بنا کر چھ میل تک انہیں اینٹوں کی سڑک بنا دی جائے اور سڑک کے ادھر ادھر سونے اور چاندی کی بلند دیواریں کھڑی کر دی جائیں اور سمندر کے جو خوبصورت جانور ہیں۔ اسی طرح خشکی کے بھی جو خوبصورت جانور ہیں وہ سب حاضر کیے جائیں۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل فوراً کی گئی۔ چھ میل سونے چاندی کی سڑک بن گئی اس سڑک کے دونوں طرف سونے چاندی کی دیواریں بھی بن گئیں اور خشکی و تری کے خوبصورت جانور بھی حاضر کر دیئے گئے۔ اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے تخت کی دائیں جانب چار ہزار سونے کی کرسیاں اور بائیں جانب بھی چار ہزار سونے کی کرسیاں رکھوائیں اور ان پر اپنے مقربین و خواص کو بٹھایا۔ اور اپنے جنی لشکر اور انسانی لشکر کو دور

---

[1] ۔ پ ۱۹ ع ۱۸ ۔

دور تک صف بہ صف کھڑا کر دیا۔ اور وحشی جانوروں، اور درندوں اور چوپایوں کو بھی صف بہ صف کھڑا کر دیا۔ اس قسم کا شاہی دبدبہ اور جلال اور اس شان و شوکت کی حکومت چشم فلک نے کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔

بلقیس کا قاصد اپنے زعم میں بڑا قیمتی تحفہ لا رہا تھا مگر جب اس نے سونے چاندی کی بنی ہوئی سڑک پر قدم رکھا۔ اور اردگرد سونے چاندی کی دیواریں دیکھیں اور پھر سلیمان علیہ السلام کی جاہ و عزت اور شان و شوکت کے نظارے دیکھے تو اس کا دل دھک دھک کرنے لگا۔ اور شرم کے مارے پانی پانی ہو گیا اور سوچنے لگا کہ میں یہ بلقیس کا تحفہ کس منہ سے سلیمان کی خدمت میں پیش کروں گا۔ بہرحال جب وہ بارگاہ سلیمانی میں پہنچا۔ تو حضرت نے فرمایا۔ کیا تم لوگ مال دنیا سے میری مدد کرنا چاہتے ہو تم لوگ اہل مفاخرت ہو۔ دنیا پر فخر کرتے ہو۔ ایک دوسرے کے تحفہ و ہدیہ پر خوش ہوتے ہو۔ مجھے نہ دنیا سے خوشی ہوتی ہے۔ نہ اس کی حاجت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے اور اتنا کچھ دیا ہے کہ اوروں کو نہ دیا۔ باوجود اس کے دین و نبوت سے مجھ کو مشرف فرمایا ہے۔ لہٰذا اے بلقیس کے قاصد پلٹ جا۔ اور یہ اپنا تحفہ لے جاؤ اپنے ساتھ ہی اور جا کر کہہ دو۔ کہ اگر وہ مسلمان ہو کر ہمارے حضور حاضر نہیں ہوتی۔ تو ہم اس پر وہ لشکر لائیں گے۔ کہ اس کے مقابلہ کی اُسے طاقت نہ ہوگی۔ اور ہم اُسے ذلیل کر کے شہر سے نکال دیں گے۔

بلقیس کا قاصد یہ پیغام لے کر واپس پلٹا۔ اور بلقیس سے سارا قصہ تفصیل سے کہا۔ بلقیس نے غور سے سنا۔ اور بولی۔ بیشک وہ نبی ہے اور اس سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کا کام نہیں۔ پھر اس نے اعیان سلطنت سے مشورہ طلب کرنے

کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں خود حاضر ہونے کا ارادہ کر لیا۔ ہُدہُد نے یہ ساری رپورٹ حضرت سلیمان علیہ السلام تک پہنچا دی۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھرے دربار میں یہ اعلان فرمایا:-

اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ

"کون ہے جو بلقیس کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہلے اس کا تخت یہاں لے آئے"

عفریت نامی ایک جن اٹھا۔ اور بولا:-

اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ

"آپکا اجلاس برخاست ہونے سے پہلے پہلے میں لے آؤں گا"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ ہم اس سے بھی زیادہ جلدی منگوانا چاہتے ہیں۔

تو پھر ایک عالم کتاب اُٹھا۔ اور بولا۔

اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ

"میں ایک پل مارنے سے بھی پہلے لے آؤں گا"

یہ کہا اور پل کی پل میں وہ تخت لے بھی آیا۔ اور سلیمان نے دیکھا تو تخت سامنے رکھا تھا۔ پھر بلقیس بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور حضرت کی شان و شوکت اور صداقت و نبوت کا نظارہ کر کے مسلمان ہو گئی۔

(حیوٰۃ الحیوان صفحہ ۳۰۵ جلد ۲) (روح البیان صفحہ ۸۹۶ جلد ۲)

سبق: حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار، اور بلقیس کے تخت کے مقام

کا درمیانی فاصلہ دو مہینہ کی راہ کا تھا۔ اور طول و عرض اس کا آپ پڑھ چکے کہ تیس گز اونچا۔ چالیس گز چوڑا اور اسّی گز لمبا تھا۔ اتنی طویل مسافت اور اتنے وزن دار ہونے اور اتنے محفوظ مقام میں ہونے کے باوجود سلیمان علیہ السلام کا ایک سپاہی اسے پل بھر میں لے آیا۔ تو پھر جو سلیمان علیہ السلام کے بھی آقا و مولیٰ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اولیاء امت ہیں وہ کیوں دور دراز کی مسافت سے کسی مظلوم کی اعانت و حمایت کو نہیں پہنچ سکتے؟۔

۲ - وہ عالمِ کتاب وہ تخت لانے کے لئے بھرے دربار سے بلقیس کے محل میں گیا۔ اور وہاں سے تخت اٹھا کر واپس آیا۔ مگر اس عرصہ میں وہ حضرت سلیمان کے دربار سے غائب بھی نہیں ہوا۔ اور مقام تخت تک بھی پہنچ گیا معلوم ہوا کہ اللہ والوں میں یہ طاقت ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد جگہ حاضر ہو سکتے ہیں اور یہ طاقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک سپاہی کی ہے۔ پھر جو حضرت سلیمان کے بھی آقا و مولےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کا ایک وقت میں متعدد جگہ تشریف فرما ہونا کیوں ممکن نہیں؟

۳ - حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس سپاہی نے دو مہینے کی راہ کو پل بھر میں طے کر لیا۔ اور پل بھر میں چلا بھی گیا۔ اور آ بھی گیا۔ پھر حضور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا شب معراج پل بھر میں عرش پر تشریف لے جانا۔ اور واپس تشریف لے آنا کیوں ممکن نہیں؟۔

۴ :- تخت سلیمان علیہ السلام کو معہ ایک لشکر عظیم کے ہوا اٹھا لیتی تھی یہ "ربی" کا تصرف و اختیار ہے۔ اور جو انبیاء کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں ان میں

سے کوئی صاحب ذرا اپنی بیوی سمیت ہی کسی چھت سے ہوا میں چھلانگ لگا کر دکھائیں تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔

۵ ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حرم شریف میں پہنچ کر ہر روز پانچہزار اونٹ پانچہزار گائے اور بیس ہزار بکریاں ذبح فرماتے رہتے۔ مگر ایک فرقہ آج کل ایسا بھی ہے۔ جو ایام حج میں ایک بکری تک کی قربانی کو بھی فضول کہتا ہے اور مسلمانوں کو اس شرعی امر سے روکتا ہے۔

۶ ۔ جن و انس، وحش و طیور، خشکی اور تری کے حیوانات اور دیگر اللہ کی زبردست مخلوق بھی سلیمان علیہ السلام کی تابع تھی۔ اور آج جو لوگ انبیاء کو اپنی مثل بشر کہتے ہیں۔ ان کے گھر کی طرف نظر دوڑائیے۔ تو ان کی بیوی بھی ان کے تابع نہیں۔ فیا للعجب!

حکایت نمبر ۹۳

سلیمان علیہ السّلام کا فیصلہ

حضرت داؤد علیہ السّلام کی عدالت میں دو شخص حاضر ہوئے، ایک نے یہ دعویٰ کیا۔ کہ اس دوسرے شخص کی بکریاں رات کو میرے کھیت میں گھس گئیں اور انہوں نے میرا سارا کھیت کھالیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ دیا کہ سب بکریاں کھیت والے کو دے دی جائیں ان بکریوں کی قیمت کھیت کے نقصان کے برابر تھی۔ جب وہ دونوں شخص واپس ہوئے۔ تو حضرت

سلیمان علیہ السلام سے راستے میں ملاقات ہوگئی۔ ان دونوں نے سلیمان علیہ السلام کو حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ سنایا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ اس فیصلہ سے بہتر ایک اور فیصلہ بھی ہے۔ اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر شریف گیارہ برس کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے جو سلیمان علیہ السلام کے والد تھے جب اپنے صاحبزادے کی یہ بات سنی تو سلیمان علیہ السلام کو بلا کر دریافت فرمایا۔ کہ بیٹا! وہ کون سا فیصلہ ہے جو بہتر ہے؟ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ بکریوں والا اس کھیت کی کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھائے اور کھیتی اس حالت میں پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی واپس کر دی جائے بکریوں والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں۔ یہ فیصلہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی پسند فرمایا۔ (قرآن کریم پ۱۷ ع۱) (روح البیان ص۱۵۲ جلد ۲)

سبق: حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام کے یہ دونوں فیصلے از روئے اجتہاد تھے۔ معلوم ہوا کہ اجتہاد کرنا انبیاء کرام علیہما السلام کی سنت ہے

حکایت نمبر ۹۴

ماں کی مامتا

حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں دو عورتیں تھیں۔ دونوں کی گود میں

دو بیٹے تھے۔ وہ دونوں کہیں جا رہی تھیں کہ راستے میں ایک بھیڑیا آیا۔ اور ایک کا بچہ اٹھا کر لے گیا۔ وہ عورت جس کا بچہ بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا۔ دوسری عورت کے بچے کو چھین کر بولی کہ یہ بچہ میرا ہے۔ بھیڑیا تیرے بچے کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ بچے کی ماں نے کہا۔ بہن اللہ سے ڈر۔ یہ بچہ تو میرا ہے۔ بھیڑیئے نے تیرے بچے کو اٹھایا ہے۔ ان دونوں میں جب جھگڑا بڑھ گیا۔ تو دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں حاضر ہوئیں حضرت داؤد علیہ السلام نے وہ بچہ بڑی عورت کو دلا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ابا جان! ایک فیصلہ میرا بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ چھری منگوائی جائے میں اس بچے کے دو ٹکڑے کرتا ہوں۔ اور آدھا بڑی کو اور آدھا چھوٹی کو دے دیتا ہوں۔ یہ فیصلہ سن کر بڑی تو خاموش رہی۔ اور چھوٹی بولی۔ کہ حضور! آپ بچہ بڑی کو ہی دے دیں۔ لیکن خدارا بچے کے ٹکڑے نہ کیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ بچہ اسی چھوٹی کا ہے جس کے دل میں شفقتِ مادری پیدا ہو گئی۔ چنانچہ وہ بچہ چھوٹی کو دے دیا گیا۔ (فتح الباری ص۲۶۵ جز ۱۲ مشکوٰۃ شریف ص۵۰۱)

سبق :۔ اجتہاد کے ساتھ بڑے بڑے مشکل مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۹۵

سلیمان علیہ السّلام اور ملک الموت

حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربارِ عالی میں ایک آدمی گھبرایا ہوا حاضر ہوا

اور عرض کرنے لگا۔ حضور! ہوا کو حکم دیجئے۔ کہ مجھے سرزمین ہند میں پہنچا دے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ بات کیا ہوئی۔ یہاں سے کیوں جانا چاہتے ہو۔ وہ کہنے لگا۔ حضور! ابھی ابھی میں نے ملک الموت کو دیکھا ہے جو مجھے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھئے وہ مجھے اب بھی گھور رہا ہے۔ حضور! میری خیر نہیں مجھے ابھی ہند پہنچا دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا۔ تو ہوا فوراً اس کو ہند چھوڑ آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا۔ حضور! سنا آپ نے اس آدمی کا قصہ؟ خدا کا مجھے حکم تھا۔ کہ اس شخص کی جان سرزمین ہند میں قبض کرو۔ میں حیران تھا۔ کہ اس کی جان ہند میں قبض کرنے کو فرمایا گیا ہے۔ اور یہ یہاں آپ کے پاس کھڑا ہے۔ میں اسی حیرانی میں اسے دیکھ رہا تھا۔ کہ خود ہی اس نے ہند جانے کی تمنا ظاہر کر دی۔ چنانچہ اُدھر آپ نے ہوا کو حکم دیا اور وہ اُسے اُڑا کر ہند لے گئی اور ادھر میں اس کے پیچھے گیا۔ اور جس وقت وہ سرزمین ہند پر اترا ہے۔ اس کا وقت آچکا تھا۔ اسی وقت میں نے وہاں اس کی جان قبض کر لی۔

(مثنوی شریف)

سبق:۔ موت سے بھاگنا مشکل ہے۔ جہاں پہنچو گے، یہ آجائے گی۔

حکایت نمبر ۹۶

سوتیلی بیٹی

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس کی بیوی کسی قدر

بڑھیا تھی۔ اس بڑھیا کی پہلے خاوند سے ایک نوجوان لڑکی تھی۔ بڑھیا کو یہ خوف ہوا کہ میں تو بڑھیا ہو گئی ہوں۔ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ بادشاہ کسی غیر عورت سے شادی کرلے۔ اور میری سلطنت جاتی رہے اس لئے یہ بہتر ہے کہ اپنی جوان لڑکی سے اس کا عقد کردوں۔ اس خیال سے ایک دن شادی کا انتظام کرکے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بلا کر پوچھا کہ میرا یہ ارادہ ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ نکاح حرام ہے۔ جائز نہیں۔ یہ فرما کر آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔ اس بدخیال دنیادار بڑھیا کو بہت غصہ آیا۔ اور آپ کی دشمن ہوگئی۔ رات دن آپ کے قتل کرنے کا فکر کرتی تھی۔ ایک دن موقعہ پاکر بادشاہ کو شراب پلا کر اپنی بیٹی کو بنا کر سنوار کر بادشاہ کے پاس خلوت میں بھیج دیا جب بادشاہ اپنی سوتیلی بیٹی کی طرف راغب ہوا۔ تو بڑھیا نے کہا کہ میں اس کام کو خوشی سے منظور کرتی ہوں۔ مگر یحییٰ اجازت نہیں دیتے۔ بادشاہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بلا کر پوچھا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمہاری حقیقی بیٹی کی طرح تم پر حرام ہے۔ بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ یحییٰ کو ذبح کردو۔ فوراً جلادوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کردیا۔ شہید ہونے کے بعد بھی حضرت یحییٰ کے سرِ انور سے آواز آئی۔ کہ اے بادشاہ یہ عورت تجھ پر حرام ہے۔ اے بادشاہ یہ عورت تجھ پر حرام ہے۔ اے بادشاہ یہ عورت تجھ پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے

(سیرۃ الصالحین صفحہ ۸)

سبق ۱۔ فاسق و فاجر حاکم اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے بڑے بڑے مظالم ڈھاتے ہیں اور فاسقہ و فاجرہ عورتوں کو خوش کرنے کی خاطر اللہ کے پیاروں کے درپئے آزار ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ والے پیغامِ حق پہنچانے

ہیں جان تک کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔

حکایت نمبر ۹۷

تیرہ سو ۱۳۰۰ سال کی عمر کا بادشاہ

حضرت دانیال علیہ السلام ایک دن جنگل میں چلے جاتے تھے۔ آپ کو ایک گنبد نظر آیا۔ آواز آئی۔ کہ اے دانیال! ادھر آ۔ دانیال علیہ السلام اس گنبد کے پاس گئے۔ معلوم ہوا کہ کسی مقبرہ کا گنبد ہے جب آپ مقبرہ کے اندر تشریف لے گئے تو دیکھا۔ بڑی عمدہ عمارت ہے اور عمارت کے بیچ ایک عالیشان تخت بچھا ہوا ہے۔ اس پر ایک بڑی لاش پڑی ہے پھر آواز آئی۔ کہ دانیال تخت کے اوپر آؤ۔ آپ اوپر تشریف لے گئے۔ تو ایک لمبی چوڑی تلوار مردہ کے پہلو میں رکھی ہوئی نظر آئی۔ اس پر یہ عبارت لکھی ہوئی نظر آئی۔ کہ میں قوم عاد سے ایک بادشاہ ہوں۔ خدا نے تیرہ سو سال کی مجھے عمر عطا فرمائی۔ بارہ ہزار میں نے شادیاں کیں۔ آٹھ ہزار بیٹے ہوئے لاتعداد خزانے میرے پاس تھے اس قدر نعمتیں لے کر بھی میرے نفس نے خدا کا شکر نہ کیا۔ بلکہ الٹا کفر کرنا شروع کیا۔ اور خدائی دعوی کرنے لگا خدا نے میری ہدایت کے لیے ایک پیغمبر کو بھیجا۔ ہرچند انہوں نے مجھے سمجھایا۔ مگر میں نے کچھ نہ سنا۔ انجام کار وہ پیغمبر مجھے بد دعا دے کر چلے گئے۔ حق تعالےٰ نے مجھ پر اور میرے ملک پر قحط مسلط کر دیا جب میرے ملک میں کچھ پیدا نہ ہوا تب میں نے

دوسرے ملکوں میں حکم بھیجا۔ کہ ہر ایک قسم کا غلہ اور میوہ میرے ملک میں بھیجا جائے۔ بموجب میرے حکم کے ہر قسم کا غلہ اور میوہ میرے ملک میں آنے لگا جس وقت وہ غلہ یا میوہ میرے شہر کی سرحد میں داخل ہوتا۔ فوراً مٹی بن جاتا اور وہ ساری محنت بے کار جاتی۔ اور کوئی دانہ مجھے نصیب نہ ہوتا۔ اسی طرح سات دن گزر گئے۔ میرے قلعہ سے سارے اہالی موالی بیویاں بچے سب بھاگ گئے۔ میں تنہا قلعہ میں رہ گیا۔ سوائے فاقہ کے میری کوئی غذا نہ تھی۔ ایک دن میں نہایت مجبور ہو کر فاقہ کی تکلیف میں قلعہ کے دروازہ پر آیا۔ وہاں مجھے ایک شخص نظر آیا۔ جس کے ہاتھ میں کچھ غلہ کے دانے تھے جن کو وہ کھاتا چلا جاتا تھا۔ میں نے اس جانے والے سے کہا کہ ایک بڑا برتن بھرا ہوا موتیوں کا مجھ سے لے لے اور یہ اناج کے دانے مجھے دے دے مگر اس نے نہ سنا۔ اور جلدی سے ان دانوں کو کھا کر میرے سامنے سے چلا گیا انجام یہ ہوا۔ کہ اس فاقہ کی تکلیف سے میں مر گیا۔ یہ میری سرگذشت ہے جو شخص میرا حال سنے۔ وہ کبھی دنیا کے قریب نہ آئے۔

(سیرۃ الصالحین ص۹)

سبق: ۔ خدا سے ہر قسم کی نعمت پا کر پھر اس کی ناشکری کرنا۔ انتہائی ناعاقبت اندیشی ہے۔ اور اللہ کی ناشکری سے بھوک، فاقہ، قحط اور مختلف قسم کی بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان چاہے کتنی بڑی عمر پالے۔ ایک دن اس نے مرنا ضرور ہے۔

حکایت نمبر ۹۸

بے ثباتیٔ دُنیا

بنی اسرائیل کے ایک نوجوان عابد کے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لایا کرتے تھے۔ یہ بات اس وقت کے بادشاہ نے سنی تو اس نوجوان عابد کو کو بلایا اور پوچھا کہ کیا یہ بات سچ ہے کہ تمہارے پاس حضرت خضر علیہ السلام آیا کرتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں' بادشاہ نے کہا۔ اب جب وہ آئیں تو انہیں میرے پاس لے کر آنا۔ اگر نہ لاؤ گے۔ تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ چنانچہ ایک دن حضرت خضر علیہ السلام اس عابد کے پاس تشریف لائے۔ تو عابد نے ان سے سارا واقعہ عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا چلو اس بادشاہ کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ آپ اس بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے پوچھا۔ کیا آپ ہی خضر ہیں؟ فرمایا ہاں! بادشاہ نے کہا۔ تو ہمیں کوئی بڑی عجیب بات سنائیے۔ فرمایا میں نے دنیا کی بڑی بڑی عجیب باتیں دیکھی ہیں۔ مگر ان میں سے ایک سناتا ہوں۔ لو سنو! میں ایک دفعہ ایک بہت بڑے خوبصورت اور آباد شہر سے گزرا میں نے اس شہر کے ایک باشندہ سے پوچھا۔ یہ شہر کب سے بنا ہے؟ تو اس نے کہا۔ یہ شہر بہت پرانا شہر ہے۔ اس کی ابتداء کا نہ مجھے علم ہے۔ اور نہ ہمارے آباؤ اجداد کو۔ خدا جانے کب سے یہ شہر

یونہی آباد چلا آ رہا ہے۔ پھر میں پانچ سو سال کے بعد اسی جگہ سے گزرا تو وہاں شہر کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ایک جنگل تھا اور وہاں ایک آدمی لکڑیاں چن رہا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا یہ شہر کب سے برباد ہو گیا ہے؟ وہ مجھے دیکھ کر ہنسا اور کہا۔ یہاں شہر تھا ہی کب؟ یہ جگہ تو مدتوں سے جنگل چلی آ رہی ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد نے بھی یہاں جنگل ہی دیکھا ہے پھر میں پانچ سو سال کے بعد وہاں سے گزرا تو وہاں ایک عظیم الشان دریا بہہ رہا تھا۔ اور کنارے پر چند شکاری بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا یہ جنگل دریا کب سے بن گیا ہے؟ تو وہ لوگ مجھے دیکھ کر کہنے لگے آپ جیسا آدمی ایسا سوال کرے؟ یہاں تو ہمیشہ ہی سے دریا بہتا چلا آ رہا ہے میں نے پوچھا۔ کیا اس سے پہلے یہ جگہ جنگل نہ تھی؟ وہ کہنے لگے ہرگز نہیں نہ ہم نے دیکھی۔ اور نہ ہی اپنے آباؤ اجداد سے سنی۔ پھر میں پانچ سو سال کے بعد وہاں سے گزرا۔ تو وہ جگہ ایک بہت بڑا چٹیل میدان دیکھا جہاں ایک آدمی کو پھرتے دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ یہ جگہ خشک کب سے ہو گئی؟ وہ بولا کہ یہ جگہ تو ہمیشہ سے یونہی چلی آتی ہے میں نے پوچھا۔ یہاں کبھی دریا نہیں بہتا تھا؟ اس نے کہا۔ ایسا نہ کبھی دیکھا نہ اپنے آباؤ اجداد سے سنا۔ پھر میں پانچ سو سال کے بعد وہاں سے گزرا تو وہاں ایک عظیم الشان شہر آباد دیکھا۔ جو پہلے شہر سے بھی زیادہ خوبصورت اور آباد تھا۔ میں نے ایک باشندہ سے پوچھا یہ شہر کب سے ہے؟ وہ بولا۔ یہ شہر بڑا پرانا ہے۔ اس کی ابتدا کا نہ ہمیں علم ہے نہ ہمارے

آباؤ اجداد کو۔ (عجائب المخلوقات للقزوینی ص۱۲۹ ج ۱)

سبق :۔ اس دنیا کو ثبات نہیں ہے۔ یہ ہزاروں رنگ بدلتی ہے۔ کبھی آبادی، کبھی بربادی، کبھی ماتم، کبھی شادی۔

حکایت نمبر۹۹

یوسف علیہ السلام اور آئینہ

حضرت یوسف علیہ السلام کا ایک دوست آپ سے ملاقات کرنے آیا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ بھئی دوست دوست کے پاس آتا ہے۔ تو اس کے لئے کوئی تحفہ لاتا ہے۔ بتاؤ تم میرے لئے کیا لائے ہو؟ دوست نے جواب دیا۔ اس وقت دنیا میں آپ سے بڑھ کر کوئی اور حسین و جمیل چیز ہے ہی نہیں۔ جو میں آپ کیلئے لاتا۔ اس لئے میں تو آپ کی خدمت میں آپ ہی کو لایا ہوں۔ اور یوسف کے لئے تحفہ بھی یوسف ہی لایا ہوں یہ کہہ کر ایک آئینہ یوسف علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا۔ اور کہا لیجئے اس میں اپنے حسن و جمال کا نظارہ کیجئے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا تحفہ ہوگا۔ (مثنوی شریف)

سبق :۔ انسان کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنا دل مثل آئینہ کے صاف و شفاف بنالے۔ اور کل جب خدا پوچھے کہ میرے لئے کیا لائے ہو تو یہی دل حاضر کر دے اور عرض کرے کہ الٰہی یہ دل لایا ہوں۔ جس میں تیرے ہی

جلوے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۰۰

برادرانِ یوسف

حضرت یوسف علیہ السلام بڑے حسین و جمیل تھے۔ آپ کی عمر شریف گیارہ سال کی ہوئی تو آپ نے ایک خواب دیکھا۔ کہ آسمان سے گیارہ ستارے اترے ہیں۔ اور ان کے ساتھ سورج اور چاند بھی ہیں۔ ان سب نے آپ کو سجدہ کیا ہے۔ آپ نے اپنا یہ خواب اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا۔ تو یعقوب علیہ السلام اس خواب کی تعبیر سمجھ گئے۔ کہ میرا یوسف شرفِ نبوت سے سرفراز کیا جائے گا۔ اور اس کے گیارہ بھائی اس کے مطیع ہوں گے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف سے بڑی محبت تھی۔ اس محبت کے باعث برادرانِ یوسف کے دلوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف جذبات تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس ساری حالت کا علم تھا۔ اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام سے فرمایا۔ بیٹا! یہ خواب اپنے بھائیوں سے مت بیان کرنا تاکہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال نہ چلیں۔ اس دن سے حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام سے اور بھی زیادہ محبت کرنے لگے۔

برادرانِ یوسف پر یہ بات بڑی ناگوار گزری۔ اور انہوں نے باہم مل کر یہ مشورہ کیا۔ کہ کوئی ایسی ترکیب کریں کہ والد صاحب کو ہماری طرف زیادہ التفات ہو جائے۔ اس مجلس مشورہ میں شیطان بھی شریک ہوا۔ اور اس نے یوسف علیہ السلام کے قتل کا مشورہ دیا اور طے یہ پایا کہ یوسف کو کسی بہانے جنگل میں لے جا کر کسی گہرے کنوئیں میں پھینک دیا جائے۔ چنانچہ برادرانِ یوسف اکٹھے ہو کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ ابا جان! یہ کیا بات ہے کہ آپ یوسف (علیہ السلام) کو ہمارے ساتھ نہیں رہنے دیتے۔ اور ہمارا اعتبار نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ کل اسے ہمارے ساتھ تفریح کے لئے بھیج دیجئے۔ پھر پھرا کر ہم واپس آجائیں گے۔ اور آپ کوئی فکر نہ کیجئے۔ وہ ہماری حفاظت میں رہے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے اعتبار نہیں ہے۔ اگر تم اسے لے گئے۔ تو ڈرتا ہوں کہ تمہاری غفلت سے کوئی بھیڑیا اسے کھا لے۔ وہ بولے! واہ ابا جان! ہمارے ہوتے ہوئے اگر کوئی بھیڑیا اُسے کھا لے تو پھر ہم کسی مصرف کے نہیں۔ آپ گھبرائیے نہیں اور اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ چنانچہ ان کے مجبور کرنے پر یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قمیص مبارک جو جنت کی بنی ہوئی تھی۔ جس وقت کہ ابراہیم علیہ السلام کے کپڑے اتار کر آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے وہ قمیص آپ کو پہنائی تھی۔ وہ قمیص حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت

اسحٰق علیہ السلام اور ان سے ان کے فرزند حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہنچی تھی۔ وہ قمیص حضرت یعقوب علیہ السلام نے تعویذ بنا کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دی۔

برادرانِ یوسف نے یعقوب علیہ السلام کے سامنے تو بڑی محبت سے یوسف علیہ السلام کو کندھے پر اٹھالیا۔ اور پھر جب دور ایک جنگل میں پہنچ گئے۔ تو یوسف علیہ السلام کو زمین پر دے ٹپکا اور پھر دلوں میں جو عداوت تھی وہ ظاہر ہوئی۔ جس کی طرف جاتے تھے وہ مارتا تھا۔ اور وہ خواب جو انہوں نے کسی طرح سن پایا تھا۔ بیان کر کر کے طعنے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تعبیر ہے تمہارے خواب کی۔ پھر انہوں نے ایک بہت بڑے گہرے اور تاریک کنوئیں میں بڑی بے دردی کے ساتھ آپ کو پھینک دیا۔ اور اپنے گمان میں یوسف علیہ السلام کو مار ڈالا۔

(قرآن کریم پ ۱۲ ع ۱۲، خزائن العرفان ص ۳۳۶)

سبق: کسی بھائی کی عزت و وقار اور اس کا عروج دیکھ کر جلنا اچھی بات نہیں ہے۔ اس قسم کے جذبات کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا علم تھا کہ میرا یوسف نبی بننے والا ہے۔ اور یہ بھی علم تھا کہ اس کے بھائی اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کریں گے۔ اور بھائیوں نے جو واپس آکر عذر پیش کرنا تھا۔ کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ اس کا بھی یعقوب علیہ السلام کو علم تھا۔ اسی لئے آپ نے فرمایا تھا کہ یوسف کو تمہارے ساتھ بھیج دینے میں یہ ڈر ہے کہ

اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والوں کے کپڑے بھی مشکلات کے وقت ذریعہ نجات ہیں۔ اور تعویذ بنانا اور گلے میں ڈالنا پیغمبروں کی سنت ہے۔

حکایت نمبر ۱۰۱

روشن قمیص

حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اُن کے بھائیوں نے ایک بہت بڑے گہرے کنوئیں میں پھینکا۔ تو جبریل امین کو حکم الٰہی ہوا کہ اے جبریل! سدرۃ المنتہیٰ سے اسی وقت پرواز کرو۔ اور یوسف کو کنوئیں کی تہ تک پہنچنے سے پہلے پہلے اپنے پروں پر اُسے اٹھالو۔ اور بڑے آرام سے اس پتھر پر جو کنوئیں میں ایک طرف رکھا ہے۔ بیٹھادو۔ چنانچہ جبریل امین لمحہ بھر میں وہاں پہنچے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پروں پر لے کر آرام کے ساتھ اس پتھر پر بیٹھا دیا۔ اور پھر وہ قمیص ابراہیم بطور تعویذ یعقوب علیہ السلام نے گلے میں ڈال دی تھی وہ تعویذ کھول کر آپ کو پہنا دیا۔ اس سے اندھیرے کنوئیں میں روشنی پیدا ہو گئی۔

(روح البیان صفحہ ۱۴۷ ج ۲۔ خزائن العرفان صفحہ ۳۳۶)

سبق:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قمیص مبارک سے اگر اندھیرے کنوئیں میں روشنی پیدا ہو گئی اور ایک پیغمبر کی قمیص بھی نور ہے

تو سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کیوں نورٌ علیٰ نور نہیں اور آپ کے وجود نور سے کیوں تاریک دنیا روشن نہ ہو۔

حکایت نمبر ۱۰۲

جعل سازی

برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک عمیق کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور اپنے زعم میں انہیں مار ڈالا۔ پھر آپ کی قمیص مبارک جو کنوئیں میں پھینکنے کے وقت ان کے بدن سے انہوں نے اتاری تھی اس کو ایک بکری کے خون میں رنگ کر ساتھ لے لیا۔ اور واپس آئے اور جب مکان کے قریب پہنچے۔ تو رونا شروع کر دیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کو اس حال میں دیکھا۔ تو پوچھا۔ میرے فرزندو کیا ہوا۔ اور یہ تو بتاؤ کہ یوسف کہاں ہے؟ وہ روتے ہوئے بولے۔ ابا جان! ہم آپس میں ایک دوسرے سے دوڑ کرتے تھے۔ کہ کون آگے نکل جاتا ہے اس دوڑ میں ہم سب بہت دور نکل گئے اور یوسف کو ہم اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تھے۔ وہ اکیلا رہ گیا۔ اور ایک بھیڑیا موقعہ پاکر اُسے کھا گیا ہے یہ اس کی خون آلود قمیص ہے۔ ابا جان! آپ ہمارا یقین تو نہ کریں گے مگر بات در اصل یہی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا بیٹو! تمہارے دلوں نے یہ ایک بات گھڑی ہے اچھا میں تو اب صبر کروں گا۔ اور اللہ

ہی سے اس بات میں فیصلہ چاہوں گا۔

(قرآن کریم پ ۱۲ ع ۱۲) خزائن العرفان ص ۳۳۶)

سبق :- ظالم اپنا ظلم چھپانے کے لئے بڑی بڑی جعل سازیوں سے کام لیتے ہیں۔ اور اپنی مظلومیت ثابت کرنے کے لئے رو کر بھی دکھا دیتے ہیں۔ معلوم ہوا۔ کہ ہر رونے والا ضروری نہیں کہ سچا ہی ہو یہ بھی معلوم ہوا کہ قمیص کو مصنوعی خون سے رنگ کر اُسے اصل خون بتانا یہ بھی جعلسازی ہی ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا سب علم تھا کہ میرے یوسف کو بھیڑیئے نے ہرگز نہیں کھایا۔ بلکہ ان کے دل کی یہ بنائی ہوئی بات ہے اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جہاں برادرانِ یوسف نے جعلسازی سے رونا چلانا شروع کر دیا۔ وہاں اللہ کے پیغمبر حضرت یعقوب علیہ السلام نے صبر کا مظاہرہ فرمایا۔ گویا صبر کا مظاہرہ، یہی حق ہے نہ کہ چیخنا چلاّنا۔

حکایت نمبر ۱۰۳
خوش نصیب قافلہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے جنگل کے ایک تاریک کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور یہ سمجھ کر کہ ہم نے یوسف کو مار ڈالا ہے واپس چلے آئے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں

میں محفوظ رکھا۔ تین دن تک آپ اس کنوئیں میں رہے یہ کنواں جنگل میں آبادی سے بہت دور تھا۔ اور اس کا پانی بے حد کھاری تھا مگر یوسف علیہ السلام کی برکت سے اس کا پانی میٹھا ہو گیا۔ ایک روز وہاں سے ایک قافلہ گزرا۔ یہ قافلہ مدین سے مصر کی طرف جا رہا تھا۔ یہ قافلے والے اس کنوئیں کے قریب اترے تو انہوں نے اس کنوئیں پر ایک آدمی بھیجا تاکہ وہ اس سے پانی کھینچ کر لائے۔ اس نے کنوئیں میں اپنا ڈول ڈالا تو یوسف علیہ السلام نے وہ ڈول پکڑ لیا اور اس میں لٹک گئے ڈول والے نے ڈول کھینچا تو یوسف علیہ السلام باہر تشریف لے آئے۔ اس نے جو آپ کا حسن و جمال دیکھا تو نہایت خوشی میں آ کر اپنے ساتھیوں کو مژدہ سنایا کہ یہ دیکھو کنوئیں سے ایک خوبصورت لڑکا نکلا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جو جنگل میں اپنی بکریاں چراتے تھے وہ دیکھ بھال رکھتے تھے آج جو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں نہ دیکھا تو انہیں تلاش ہوئی اور قافلہ میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو سالار قافلہ سے کہا کہ یہ غلام ہے۔ ہمارے پاس سے بھاگ آیا ہے کسی کام کا نہیں۔ نافرمان ہے اگر خریدو تو ہم اسے سستا بیچ دیں گے۔ پھر اسے کہیں اتنی دور لے جانا کہ اس کی خبر بھی ہمارے سننے میں نہ آ سکے۔ یوسف علیہ السلام ان کے خوف سے خاموش رہے اور پھر آپ کے بھائیوں نے آپ کو قافلہ والوں کے ہاتھ چند کھوٹے داموں پر بیچ دیا اور قافلے والے آپ کو خرید

کر اپنے ساتھ مصر لے گئے۔

(قرآن کریم پ ۱۲ ع ۱۲) (خزائن العرفان ص ۳۳۷)

سبق :- جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔ زمانہ لاکھ برا چاہے مگر وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی برکت سے کھاری پانی بھی میٹھے ہو جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۰۴

شمع اور اُس کے پروانے

برادرانِ یوسف نے یوسف علیہ السلام کو جنگل میں ایک تاریک کنوئیں میں پھینک دیا۔ اللہ نے آپ کو بچا لیا۔ اور ایک خوش نصیب قافلے نے اس طرف سے گزرتے ہوئے کنوئیں سے پانی نکالنا چاہا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام اس ڈول کے ساتھ باہر آ گئے اور قافلے والوں کا ستارۂ قسمت چمک اٹھا۔ یہ خوش نصیب قافلہ حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر لے آیا اور جب یوسف علیہ السلام کے مصر تشریف لانے کی خبر مشہور ہوئی۔ تو صدہا آدمی صبح ہی صبح سالارِ قافلہ کے مکان پر جمع ہو گئے۔

سالارِ قافلہ مکان کی چھت پر چڑھ کر بولا۔ لوگو! تم یہاں کیوں آئے ہو؟ وہ بولے۔ آپ کے ساتھ جو کنعانی غلام ہے۔ ہم اس کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ سالارِ قافلہ نے کہا۔ اچھا جو شخص اس کی زیارت کرنا چاہے وہ ایک

اشرفی منہ دکھائی دے۔ سب نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ اور دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ سالار قافلہ نے دروازہ کھولا اور مکان کے صحن میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک کرسی پر بٹھایا۔ ہر شخص ایک ایک اشرفی حضرت یوسف علیہ السلام کے پیروں میں ڈال کر آپ کی زیارت کرتا تھا۔ اسی طرح دو دن میں سالارِ قافلہ کے پاس ہزاروں اشرفیاں جمع ہو گئیں۔ پھر تیسرے دن اس نے منادی کرادی کہ جو شخص کنعانی غلام کے خریدنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ وہ آج مصر کے بازار میں چلا آئے یہ منادی سن کر ہر ایک شخص آپ کی خریداری پر آمادہ ہو گیا۔ اور سارا مصر آپ کو دیکھنے آیا۔ یہاں تک کہ پردہ والی عورتیں اور عبادت گزار بڈھے اور سارے گوشہ نشین بھی آپ کی زیارت کے مشتاق ہو کر مصر کے بازار میں آگئے اور خود عزیز مصر بھی شاہی خزانے ساتھ لے کر خریدار یوسف بن کر آگیا۔

(سیرت الصالحین صـ ۱۴۶)

سبق:۔ اللہ کے مقبول اور انعام یافتہ حضرات مرجع خلائق ہوتے ہیں۔ اور یہ دنیا ان کے قدموں پر گرتی ہے اور ان کی طفیل دوسرے لوگ کھاتے ہیں۔ پھر اگر کوئی ایسا شخص جو شومئی قسمت سے صبح ہی صبح نظر آجائے تو دیکھنے والے کو سارا دن روٹی نہ ملے وہ اگر ان اللہ والوں کی مثل بننے لگے تو کس قدر جاہل و بے خبر ہے۔

حکایت نمبر ۱۰۵

مصر کی رئیس زادی

حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے بازار میں بکنے کے لئے لائے گئے۔ اور ایسے جاہ و جلال کے وقت جب کہ یوسف کے حسن کا بازار نہایت گرم تھا۔ جب کہ ہزارہا مرد و عورت بیخود اور بے دم ہو کر مر رہے تھے۔ ایک عورت جس کا نام فارغہ تھا اور مصر کی ایک رئیس زادی تھی وہ متعدد خچر مال و دولت کے ساتھ لے کر حضرت یوسف کو خریدنے کے لئے آئی۔ جب اس کی نظر یک بیک حضرت یوسف علیہ السلام پر پڑی۔ آنکھیں اس کی چندھیا گئیں اور بے خود ہو کر بولی کہ اے یوسف! آپ کون ہیں؟ آپ کا حسن و جمال دیکھ کر میری تو عقل قائم نہیں رہی۔ میں جتنا مال و دولت آپکو خریدنے کے لیے لائی ہوں۔ اب آپ کو دیکھ کر مجھے معلوم ہوا۔ کہ یہ ساری دولت تو آپ کے ایک پیر کی بھی قیمت نہیں۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ کو بنایا کس نے ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں اپنے خدا کا بندہ ہوں۔ اسی نے مجھے بنایا ہے۔ اور اسی نے میری صورت ایسی حسین بنائی ہے کہ تم دیکھ کر حیران رہ گئی ہو۔ یہ بات سن کر وہ عورت بولی کہ اے یوسف! میں ایمان لائی اس ذات پر، جس نے تیرے جیسے حسین کو پیدا فرمایا۔ جب آپ اس کی مخلوق ہو کر اس قدر حسین ہیں تو خالق

کے حسن و جمال کی کیا شان ہو گی؟ یہ کہہ کر اس عورت نے سارا مال اللہ کی راہ میں غریبوں، مسکینوں کو دے دیا۔ اور سب کچھ چھوڑ کر محبوب حقیقی کی تلاش میں لگ گئی۔ (سیرۃ الصالحین ص۱۴۵)

سبق:۔ اللہ والوں کے ذریعہ سے خدا مل جاتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کا حسن و جمال دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔ پھر جن لوگوں کو دیکھ کر گاندھی یاد آنے لگے۔ وہ اگر ان پاک لوگوں کی مثل بننے لگیں تو کس قدر ظلم ہے۔

حکایت نمبر ۱۰۶

عزیز مصر

یوسف علیہ السلام جب مصر کے بازار میں لائے گئے۔ اس زمانہ میں مصر کا بادشاہ ایان ابن ولید عملیقی تھا۔ اور اس نے اپنی عنانِ سلطنت قطفیر مصری کے اقتدار میں دے رکھی تھی۔ تمام خزائن اسی کے تحت اور تصرف میں تھے۔ اس کو عزیز مصر کہتے تھے۔ اور وہ بادشاہ کا وزیر اعظم تھا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بازار میں بیچنے کے لئے لائے گئے تو ہر شخص کے دل میں آپ کی طلب پیدا ہوئی اور خریداروں نے قیمت بڑھانا شروع کی تا آنکہ آپ کے وزن کے برابر سونا اور اتنی ہی چاندی اتنا ہی مشک اور اتنا ہی حریر قیمت مقرر ہوئی اور آپ کا وزن چار سو رطل

تھا۔ اور عمر شریف اس وقت تیرہ سال کی تھی۔ عزیزِ مصر نے اس قیمت پر آپ کو خرید لیا۔ اور اپنے گھر لے آیا۔ اور دوسرے خریدار اس کے مقابلہ میں خاموش ہو گئے۔ (خزائن العرفان ص۳۳۷)

سبق:- خدا تعالیٰ کے مقربین اور مقبول بندوں کے بڑے بڑے بادشاہ اور وزیر بھی طالب و محتاج ہوتے ہیں۔ پھر جس کی پرواہ اس کی بیوی بھی نہ کرے۔ وہ ان اللہ والوں کی مثل کیسے ہو سکتا ہے۔

حکایت نمبر ۱۰

زلیخا

زلیخا بڑی حسین عورت تھی۔ اور شاہِ مغرب طیموس کی بیٹی تھی اس نے ایک رات خواب میں ایک پیکرِ حسن و جمال شخص کو دیکھا اور اس سے پوچھا۔ کہ تم کون ہو؟ تو اس نے بتایا۔ کہ میں عزیز مصر ہوں۔ زلیخا کے دل میں اس خواب کا نقشہ جم گیا اور ہر وقت وہ خواب پیشِ نظر رہنے لگا۔

بڑے بڑے بادشاہوں کے پیغام عقد آئے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اور اپنا ارادہ ظاہر کر دیا کہ میں تو عزیز مصر ہی سے نکاح کروں گی۔ چنانچہ شاہ طیموس نے اپنی بیٹی زلیخا کا نکاح عزیز مصر سے کر دیا۔ زلیخا نے جب عزیز مصر کو دیکھا۔ تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ وہ

نہیں ہے جیسے خواب میں دیکھا تھا۔ حتیٰ کہ عزیز مصر نے مصر کے بازار میں بکتے ہوئے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا۔ اور انہیں گھر لایا زلیخا نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا۔ تو خواب کے نقشہ کے مطابق پایا۔ اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں وارفتہ ہو گئی اور پھر اس نے ایک محل بنوایا۔ جس کے اندر سات کمرے تھے اور اس محل کو خوب مزیّن کیا۔ اور خود بھی آراستہ ہو کر کسی بہانے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس محل میں لے گئی۔ اور پہلے کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کمرے کا دروازہ بند کر لیا۔ پھر دوسرے کمرے میں لے گئی اور اس کا دروازہ بھی بند کر دیا۔ پھر تیسرے میں پھر چوتھے میں۔ حتیٰ کہ سب کمروں کے دروازے بند کرتے ہوئے ساتویں کمرے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو لے گئی۔ اور اور وہاں جا کر حضرت یوسف علیہ السلام سے قباحت کی طلب گار ہوئی حضرت یوسف علیہ السلام یہ صورت حال دیکھ کر حیران رہ گئے اس وقت اس کمرے کی چھت پھٹی اور یوسف علیہ السلام نے دیکھا۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی انگلی مبارک دانتوں میں دبائے۔ ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ بیٹا! خبردار! کوئی برا خیال تک نہ آنے پائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا سے فرمایا۔" اللہ سے ڈر اور اس محل سرور کو محل حزن نہ بنا اور میرے درپے نہ ہو۔ زلیخا نے نہ مانا اور وہ بے حد درپے آزار ہو گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ صورت حال دیکھی۔ تو آپ وہاں سے بھاگے۔ زلیخا بھی پیچھے بھاگی۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھاگتے ہوئے جس کمرے کا بھی رخ کیا اس کمرے کے دروازے کا قفل خود بخود کھلتا گیا۔

زلیخا نے پیچھا کرتے ہوئے آپ کا کرتہ مبارک پیچھے سے پکڑ کر آپ کو کھینچا کہ آپ نکلنے نہ پائیں مگر آپ غالب آ گئے اور باہر نکل آئے۔ اس کشمکش کے وقت باہر کے دروازے پر عزیز مصر کھڑا تھا۔ اس نے دونوں کو دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تو زلیخا نے اپنی برات ظاہر کرنے اور یوسف علیہ السلام کو خائف کرنے کے لئے حیلہ تراشا اور اپنے خاوند سے کہنے لگی کہ جو تیری بیوی سے برائی کے ساتھ پیش آئے۔ اس کی کیا سزا ہے۔ میں سو رہی تھی کہ اس نے آ کر میرا کپڑا اور کہا کہ مجھے پھسلایا ہے۔ اسے قید کر دو۔ یا کوئی اور تکلیف دہ سزا دو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ غلط کہتی ہے۔ واقعہ اس کے برعکس ہے پھسلانا تو یہ خود چاہتی تھی۔ اور میرا نام لگاتی ہے۔ عزیز مصر نے کہا۔ اس بات کا ثبوت؟ اس کمرے میں زلیخا کے ماموں کا ایک شیر خوار بچہ جس کی تین ماہ کی عمر تھی۔ پنگھوڑے میں لیٹا ہوا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا اس بچے سے پوچھ لو۔ عزیز مصر نے کہا۔ اس تین مہینے کے بچے سے کیا پوچھوں۔ اور یہ کیا بتائے گا۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا تعالے اسے بولنے کی طاقت دینے اور میری سچائی ظاہر کرنے پر قادر ہے۔ عزیز مصر نے اس بچے سے دریافت کیا۔ تو وہ بچہ بولا اور کہنے لگا کہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ دیکھ لو۔ اگر ان کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو

زلیخا سچی اور اگر پیچھے سے پھٹا ہے تو یوسف علیہ السلام سچے۔ چنانچہ کرتہ دیکھا گیا۔ تو وہ پیچھے سے پھٹا تھا اور یہ حال صاف یہ بتا رہا تھا۔ کہ یوسف علیہ السلام زلیخا سے بھاگے تھے اور زلیخا پیچھے پڑی تھی۔ اس لئے کرتہ پیچھے سے پھٹا عزیز مصر نے یہ حقیقت دیکھ کر جان لیا۔ کہ یوسف علیہ السلام سچے ہیں۔ پھر اس نے یوسف علیہ السلام سے معذرت طلب کی۔

(قرآن کریم پ ۱۲ ع ۱۳، روح البیان ص ۱۵۶، ص ۱۵۸)

سبق:۔ انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے پاک۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ انسان جب اللہ سے ڈر کر اللہ کی طرف رجوع کر لے تو راستے کی ساری رکاوٹیں خود بخود دور ہو جاتی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے پیارے یوسف کے حالات سے باخبر تھے۔ اور آپ کو علم تھا کہ اس وقت یوسف علیہ السلام کہاں ہیں اور اس وقت ان سے یہ معاملہ درپیش ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ والے بظاہر چاہے کوسوں دور بھی ہوں لیکن مشکل کے وقت امداد کے لئے پہنچ جاتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اللہ تعالےٰ اپنے مقربین کی براءت کے لئے تین مہینہ کے بچے کو بھی قوت گویائی دے دیتا ہے۔ اور اپنے پاک بندوں کے دامنِ عصمت پر شک وشبہ کی میل کا دھبہ تک نہیں آنے دیتا۔

حکایت نمبر۱۰۸

تاثیرِ حُسن

زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں کچھ ایسی دارفتہ ہوئی کہ اُسے اپنا ہوش نہ رہا اور اس کی اس محبت کے چرچے سارے مصر میں ہونے لگے اور شریف گھرانے کی عورتیں کہنے لگیں کہ زلیخا کو تو اپنے ننگ و ناموس اور پردے و عفت کا لحاظ بھی نہ رہا اور وہ ایک نوجوان کا دل لبھانے لگی ہے۔ زلیخا نے جب اپنے متعلق یہ باتیں سنیں تو اس نے ایک دعوت کا انتظام کیا جس میں مصر کے شریف گھرانوں کی چالیس عورتیں بلائیں۔ ان عورتوں میں وہ عورتیں بھی تھیں جو زلیخا کے متعلق باتیں کرتی تھیں اور اسے ملامت کرتی تھیں۔ زلیخا نے ان کے لیئے مسندیں تیار کیں اور انہیں بڑی عزت و احترام کے ساتھ بٹھایا اور ان کے سامنے دستر خوان بچھائے جن پر قسم قسم کے کھانے اور میوے چُنے اور پھر ہر عورت کو ایک ایک چھری بھی دی تاکہ وہ اس سے گوشت کاٹیں اور میوے چیریں۔ اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو عمدہ لباس پہنا کر ان سے کہا کہ آپ ذرا ان عورتوں کے سامنے آ کر ان کو اپنا حسن و جمال دکھا دیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے تو انکار فرمایا۔ لیکن پھر زلیخا کی مخالفت کے اندیشہ سے آپ ان عورتوں کے سامنے تشریف

لے آئے۔ ان عورتوں نے جب یوسف علیہ السلام کی طرف نظر کی۔ اور اس جمال عالم افروز کے ساتھ نبوت و رسالت کے انوار اور تواضع و انکسار کے آثار اور شاہانہ ہیبت و اقتدار دیکھا۔ تو تعجب میں آگئیں۔ اور آپ کی عظمت و ہیبت دلوں میں بیٹھ گئی اور حسن و جمال نے ایسا وارفتہ کیا کہ ان عورتوں کو خود فراموشی ہو گئی اور بجائے لیموں کے انہوں نے ان چھریوں سے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور تاثیر حسن کے باعث انہیں تکلیف کا کچھ احساس نہ ہوا۔ اور پھر عالم حیرت میں بول اٹھیں کہ حاشاللہ! یہ بشر تو نہیں ہے یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔

زلیخا نے کہا۔ دیکھ لیا اس کے حسن و جمال کو؟ یہی ہے وہ حسن و جمال کا پیکر جس کا تم مجھے طعنہ دیتی تھیں۔

(قرآن کریم پ ۱۲ ع ۱۴، خزائن العرفان ص ۳۳۹)

سبق: حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والی عورتیں پکار اٹھیں کہ یہ تو کوئی فرشتہ ہے بشر ہرگز نہیں پھر جو شخص حضرت یوسف علیہ السلام کے بھی سردار حضور احمد مختار صلے اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا کچھ بھی خیال نہ کرے اور یوں کہے کہ وہ ہماری مثل ایک بشر ہیں تو وہ شخص کس قدر جاہل، بے ادب اور عورتوں سے بھی گیا گزرا ہے۔

حکایت نمبر ۱۰۹

ساقی و باورچی

زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو تنگ کرنے کے لئے۔ اور اپنی بات منوانے کے لئے کسی بہانے ان کو جیل بھیج دیا۔ اسی دن جس دن حضرت یوسف علیہ السلام جیل بھیجے گئے۔ دو نوجوان اور بھی جیل میں داخل کئے گئے۔ یہ دونوں بادشاہ مصر عملیقی کے خاص ملازم تھے ایک اس کا ساقی تھا۔ اور ایک باورچی۔ ان دونوں پر بادشاہ کو زہر دینے کا الزام تھا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل میں اپنے علم و فضل کا اظہار شروع فرما دیا۔ اور توحید کی تبلیغ شروع فرمادی اور آپ نے یہ بھی ظاہر فرمایا کہ میں خوابوں کی تعبیر بھی خوب سمجھتا ہوں۔ چنانچہ وہ دو نوجوان جو آپ کے ساتھ ہی جیل میں داخل کئے گئے تھے۔ کہنے لگے ہم نے آج رات کو خواب دیکھے ہیں۔ ان کی تعبیر بتائیے۔

ساقی نے کہا۔ میں نے دیکھا ہے۔ کہ میں ایک باغ میں ہوں اور انگور کے خوشے میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور میں ان خوشوں سے شراب نچوڑتا ہوں۔

باورچی نے کہا۔ اور میں نے دیکھا ہے۔ کہ میرے سر پر کچھ روٹیاں ہیں جن میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔ فرمائیے ان کی کیا تعبیر ہے؟

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ساقی! تو تو اپنے عہدے پر بحال کیا جائیگا۔ اور حسبِ سابق اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ اور اے باورچی! تو سولی دیا جائے گا۔ اور پرندے تیرا سر کھائیں گے۔

یہ تعبیر سن کر وہ دونوں کہنے لگے۔ خواب تو ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا ہم تو محض مذاق کر رہے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اب جو کچھ بھی ہو۔ خواب تم نے دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو۔ مگر میں نے جو کچھ کہہ دیا۔ وہ ہو کر رہے گا۔ اور اب میرا یہ کہنا کسی صورت ٹل نہیں سکتا۔

چنانچہ وہی ہوا۔ جو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ساقی پر الزام ثابت نہ ہو سکا۔ اور وہ اپنے عہدے پر بحال ہو گیا اور باورچی مجرم ثابت ہوا۔ اور وہ سولی دے دیا گیا۔

(قرآن کریم پ ۱۲ ع ۱۵، روح البیان ص ۱۷۱ جلد ۲)

سبق: پیغمبر کی یہ شان ہوتی ہے۔ کہ وہ جو بات فرمادے وہ ہو کر رہتی ہے۔ پھر جو یہ بات کہے۔ کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اور رسول نفع ضرر کا مالک نہیں۔ کس قدر جاہل اور گمراہ ہے۔

حکایت نمبر ۱۱

بادشاہ کا خواب

مصر کے بادشاہ ایان بن ولید عملیقی نے ایک رات خواب دیکھا کہ سات فربہ گائیں ہیں۔ جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اور سات ہری بالیں ہیں جنہیں سات سوکھی بالیں کھا رہی ہیں۔ بادشاہ کو اس خواب سے بڑی پریشانی ہوئی اور بڑے بڑے ساحروں اور کاہنوں سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ مگر کوئی بھی اس کی تعبیر بیان نہ کر سکا۔

بادشاہ کا ساقی جو جیل میں رہ چکا تھا اور یوسف علیہ السلام کے فرمانے کے مطابق اپنے عہدے پر بحال ہو چکا تھا۔ بادشاہ سے کہنے لگا کہ جیل میں ایک عالم ہے۔ جو خواب کی تعبیر بتانے میں یکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ تو تم اس کے پاس جا کر میرا خواب بیان کرو۔ اور اس سے تعبیر پوچھ کر آؤ۔ چنانچہ وہ ساقی جیل میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کرنے لگا۔ اے یوسف ہمارے بادشاہ نے یہ خواب دیکھا ہے۔ اس کی تعبیر کیا ہے ؟ آپ نے فرمایا۔ اس کی تعبیر یہ ہے۔ کہ تم سات برس لگاتار کھیتی کرو گے اور غلّہ خوب ہوگا۔ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالوں کا اسی طرف اشارہ ہے۔ اور پھر اس کے بعد سات برس بڑے سخت اور قحط کے

آئیں گے۔ ان سالوں میں تم پہلے سات سالوں کا جمع کردہ غلہ کھا جاؤ گے۔ سات دُبلی گائیں اور خشک بالوں کا اشارہ اسی طرف ہے۔ پھر اس کے بعد ایک برس ایسا آئے گا۔ جس میں خوشحالی کا دور ہوگا اور زمین سرسبز ہوگی۔ اور درخت خوب پھلیں گے۔

ساقی نے یہ تعبیر جب بادشاہ کو سنائی۔ تو بادشاہ اس تعبیر کو سن کر مطمئن ہوگیا۔ اور جان گیا۔ کہ تعبیر یہی ہو سکتی ہے اور اس کو شوق پیدا ہوا کہ یہ تعبیر یوسف علیہ السلام کی اپنی زبانی سنے۔ اس لئے اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بادشاہ کا قاصد پہنچا۔ اور اس نے کہا۔ کہ بادشاہ آپ کو بلاتا ہے تو آپ نے اس قاصد سے فرمایا۔ پہلے تم بادشاہ کو جا کر میرا پیام دو کہ میرے معاملے کی تحقیق کرے۔ اور دیکھ لے کہ مجھے بلاوجہ جیل میں بھیج دیا گیا ہے۔ قاصد یہ پیام لے کر بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ نے سارا قصہ معلوم کر کے عورتوں کو جمع کیا۔ اور زلیخا کو بھی بلایا۔ اور اُن سب سے یوسف علیہ السلام کے متعلق پوچھا۔ تو سب نے متفقہ طور پر کہا کہ حاشا للّٰہ! ہم نے یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی۔ اور زلیخا کو بھی یہ کہنا پڑا کہ اصلی بات کھل گئی اور واقعی میرا ہی قصور تھا۔ اور وہ بالکل سچا ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کے حکم سے بڑی عزت و احترام کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام جیل سے رہا کر دیئے گئے۔

(قرآن کریم پ ۱۲ ع ۱۶، خزائن العرفان ص ۳۴۲)

سبق !۔ انبیاء کرام کے علوم حق ہیں اور انجام کار حق و صداقت ہی کی فتح ہوتی ہے۔

حکایت نمبر ۱۱۱

تاجپوشی

حضرت یوسف علیہ السلام جب جیل سے بڑی عزت و احترام کے ساتھ رہا کئے گئے۔ تو بادشاہِ مصر ریان ابن ولید نے آپ کو بڑے ادب و احترام کے ساتھ اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ اور پھر اپنا خواب جو اس نے دیکھا تھا حضرت یوسف علیہ السلام سے خود بیان کیا۔ اور اس کی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان حق ترجمان سے اس نے سُنی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے تو بادشاہ کا دیکھا ہوا خواب مفصل بیان فرمایا۔ اور پھر تفصیل سے اس کی تعبیر بیان فرمائی۔ بادشاہ یہ دیکھ کر کہ باوجودیکہ آپ سے یہ خواب پہلے مجملاً بیان کیا گیا تھا۔ مگر آپ نے تفصیل سے وہ سارا خواب سنا دیا، بڑا حیران ہوا اور کہا کہ خواب تو عجیب تھا ہی مگر اس سے بھی عجیب تر آپ کا بیان کر دینا ہے پھر تعبیر سن کر بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے مشورہ طلب

کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب لازم ہے کہ غلہ جمع کیا جائے اور ان فراخی کے سالوں میں کثرت سے کاشت کی جائے اور غلہ مع بالوں کے محفوظ رکھا جائے اور رعایا کی پیداوار میں سے خمس لیا جائے اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر و حوالی مصر کے باشندوں کے لئے کافی ہوگا اور پھر خلق خدا ہر طرف سے تیرے پاس غلہ خریدنے آئے گی اور تیرے یہاں اپنے خزائن و اموال جمع ہوں گے جو تجھ سے پہلوں کے لئے جمع نہ ہوئے، بادشاہ نے کہا، مگر یہ انتظام کون کرے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، تم اپنی قلمرو کے تمام خزانے میرے سپرد کردو، بادشاہ نے کہا بہت اچھا آپ سے زیادہ مستحق اور کون ہوسکتا ہے اور اس کو منظور کرلیا اور یوسف علیہ السلام کے زیر تصرف ملک کے سارے خزانے کردیئے اور پھر ایک سال کے بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بلاکر آپ کی تاجپوشی کی اور تلوار و مہر آپ کے سامنے پیش کی اور آپ کو طلائی تخت پر بٹھاکر اپنا ملک آپ کے سپرد کردیا اور عزیز مصر کو معزول کردیا اور خود بھی مثل رعایا کے حضرت یوسف علیہ السلام کے تابع ہوگیا

(قرآن کریم پ: ۱۳ ع ۱، خزائن العرفان ص: ۳۴۳)

سبق: اللہ تعالے بڑا بے نیاز، قادر و توانا اور حکیم ہے اور اس نے اپنے پیغمبروں کو بڑے بڑے تصرف و اختیار اور خزائن ارض پر تسلط عطا فرمایا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اقامت عدل اور حفاظت دین کی خاطر کسی ظالم بادشاہ سے عہدہ طلب کرنا اور قبول کرلینا جائز ہے

حکایت نمبر ۱۱۲

یوسف و زلیخا

حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بن گئے اور سارا مصر آپ کے زیرِ اختیار آ گیا، زلیخا کے خاوند عزیزِ مصر کا انتقال ہو گیا اور زلیخا مایوس و پریشان خاطر ہو کر اپنے اقتدار کے دور کے کچھ زر و جواہرات ساتھ لے کر ایک جنگل میں چلی گئی اور جنگل میں ہی ایک کٹیا بنالی جس میں رہنے لگی اب اس کا وہ حسن و جمال اور عالمِ شباب بھی باقی نہ رہا، یوسف علیہ السلام کے عروج و اقتدار کے تو ڈنکے بجنے لگے اور زلیخا گوشۂ گمنامی میں جا پڑی حضرت یوسف علیہ السلام ایک دن اپنے لشکر سمیت بڑی شان و شوکت اور شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ اس جنگل سے گزرے زلیخا کو پتہ چلا تو اپنی کٹیا سے نکلی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو شاہانہ انداز سے گزرتے ہوئے دیکھ کر بے ساختہ بولی :-

سُبْحٰنَ مَنْ جَعَلَ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا بِالْمَعْصِيَةِ وَ جَعَلَ الْعَبِيْدَ مُلُوْكًا بِالطَّاعَةِ-

"پاک ہے وہ ذات جس نے نافرمانی کے باعث بادشاہوں کو غلام بنا دیا اور فرمانبرداری کے صدقہ میں غلاموں کو بادشاہ بنا دیا"

زلیخا کی یہ آواز یوسف علیہ السلام نے سنی تو رو پڑے اور اپنے ایک

غلام سے فرمایا، اس بڑھیا کی حاجت پوری کرو، وہ غلام زلیخا کے پاس پہنچا اور کہا کہ اے بڑھیا! تمہاری کیا حاجت ہے؟ وہ بولی، میری حاجت یوسف ہی پوری کر سکیں گے۔

چنانچہ وہ غلام زلیخا کو شاہی محل میں ساتھ لے آیا، حضرت یوسف علیہ السلام جب محل میں پہنچے اور آپ نے اپنا شاہی لباس اتارا اور اللہ کی عبادت کے لئے اپنے مصلّے پر بیٹھے تو اس وقت آپ کو پھر وہی جملہ یاد آیا سُبْحٰنَ مَنْ جَعَلَ الْمُلُوْكَ عَبِيْدًا وَّجَعَلَ الْعَبِيْدَ مُلُوْكًا اور آپ رونے لگے، پھر غلام کو بلا کر پوچھا کہ اس بڑھیا کی حاجت پوری کی یا نہیں؟ اس نے عرض کیا، حضور! وہ بڑھیا یہیں آگئی ہے اور کہتی ہے کہ میری حاجت تو یوسف خود ہی پوری کریں گے، فرمایا اچھا! اسے یہاں لے آؤ، چنانچہ زلیخا خدمت میں حاضر کی گئی اور اس نے حاضر ہوتے ہی سلام عرض کیا، حضرت یوسف علیہ السلام نے سر جھکائے ہوئے ہی سلام کا جواب دیا اور پھر فرمایا، اے عورت! تمہاری جو حاجت ہو بیان کر، وہ بولی حضور! کیا آپ مجھے بھول گئے؟ فرمایا، کون ہو تم؟ وہ بولی ؎

بگفت آنم کہ چو روئے تو دیدم | ترا از جملہ عالم بر گزیدم!
فشاندم گنج دگوہر در بہایت | دل و جاں وقف کردم در ہوایت
جوانی در غمت برباد دارم | دریں پیری کہ می بینی فتادم
گرفتی شاہدِ ملک اندر آغوش | مرا یکبارہ تو کردی فراموش

اے یوسف! میں زلیخا ہوں۔

حضرت یوسف علیہ السلام یہ سن کر پکار اٹھے :۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ

پھر آپ نے زلیخا سے پوچھا کہ تمہارا وہ عالم شباب اور حسن و جمال اور مال کہاں گیا؟ زلیخا نے جواب دیا، وہ لے گیا جس نے آپ کو جیل سے نکالا اور مصر کی حکومت آپ کو عطا فرمائی، یوسف علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو بتاؤ! اب تمہاری کیا حاجت ہے؟ وہ بولی، کیا آپ پوری فرما دیں گے؟ پہلے وعدہ کیجئے، فرمایا ہاں! ضرور پوری کروں گا، وہ بولی تو سنیئے تین حاجتیں ہیں :۔

پہلی یہ کہ میں آپ کے غم فراق میں رو رو کر اندھی ہو چکی ہوں خدا تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ وہ میری نظر مجھے واپس دیدے۔

دوسری یہ کہ میرا حسن و شباب مجھے واپس مل جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی اور مثل سابق وہ جوان اور حسین بھی ہو گئی۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا، بتا اب تیسری حاجت کیا ہے؟ وہ بولی اے یوسف! تیسری حاجت یہ ہے کہ آپ مجھ سے نکاح فرمالیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام خاموش ہو گئے اور سر کو جھکا لیا تھوڑی کے بعد جبریل حاضر ہوئے اور کہا اے یوسف! آپ کا رب آپکو سلام

فرماتا ہے اور فرماتا ہے زلیخا جو حاجت پیش کررہی ہے اس کے پورا کرنے میں بخل سے کام نہ لو، اس کی دو حاجتیں تیری دعا سے ہم نے پوری کردیں، یہ تیسری حاجت اس کی تم پورا کردو ۔

که ما عجز زلیخا را بچو دیدیم !! بتو عرض نیازش راشنیدیم !!
دلش از تیغ نومیدی نخستیم بتو بالائے عرشش عقد بستیم

اے یوسف! ہم نے تمہارے ساتھ اس کا نکاح عرش پر کردیا ہے پس آپ اس سے نکاح کرلیجئے کہ دنیا و آخرت میں یہ آپ کی بیوی ہے ۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بحکم الٰہی حضرت زلیخا سے نکاح کرلیا اور آسمانوں سے فرشتوں نے آکر مبارک بادیں دیں اور خدا نے بھی مبارکبادی فرمائی، پھر زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ بات بھی ظاہر کردی کہ عزیز مصر عورت کے ناقابل تھا اور اللہ نے مجھے آپ کے لئے محفوظ و مامون رکھا ہے ۔

چنانچہ حضرت زلیخا کے ہاں پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے دو صاحبزادے پیدا ہوئے ایک کا نام افرائیم اور دوسرے کا بیشا تھا اور دونوں ہی حسن و جمال کے پیکر تھے ۔ (روح البیان ص: ۱۸۲ تا ۱۸۴ ج ۲)

سبق : زلیخا کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کی خاطر عزیز مصر سے جو اس کا جائز شوہر تھا محفوظ رکھا، پھر سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ بیوی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر آج جو لوگ

معاذ اللہ کسی قسم کا الزام لگائیں کس قدر گمراہ، جاہل اور بے دین ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے حضرت زلیخا کا نکاح اللہ کے حکم سے عرش پر پھر فرش پر بھی ہوا اور آپ کے بطن سے حضرت یوسف علیہ السلام کے دو فرزند بھی ہوئے۔

حکایت نمبر ۱۱۳

قحط سالی

حضرت یوسف علیہ السلام مصر کے بادشاہ بن گئے اور آپ نے ملک میں عدل و انصاف اور امن و امان قائم فرمادیا اور آنیوالی قحط سالی کے پیش نظر غلے کے بڑے بڑے ذخیرے جمع فرمائے پھر جب قحط کا دور آیا تو سارے ملک میں یہ بلائے عظیم عام ہوگئی اور تمام بلاد و امصار اس مصیبت میں مبتلا ہو گئے اور ہر جانب سے لوگ غلہ خریدنے مصر آنے لگے، حضرت یوسف علیہ السلام ہر کسی کو ایک اونٹ سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے تاکہ سب کی امداد ہو سکے اور جس طرح یہ قحط کی مصیبت تمام شہروں میں نازل ہوئی اسی طرح کنعان بھی قحط کی لپیٹ میں آگیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کے سوا دسوں بیٹوں کو غلہ خریدنے مصر بھیجا، جب یہ دسوں بھائی مصر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں پہچان لیا مگر وہ حضرت

یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے اس لئے کہ ان کا خیال تھا کہ یوسف علیہ السلام اتنے طویل عرصہ میں کہیں انتقال فرما چکے ہوں گے اور اس لئے بھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام اس وقت شاہی لباس میں ملبوس تشریف فرما تھے، ان دسوں بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے عبرانی زبان میں گفتگو کی اور یوسف علیہ السلام نے بھی عبرانی میں میں جواب دیا، آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟ وہ بولے، ہم شام کے رہنے والے ہیں اور ہم بھی قحط کے باعث پریشان ہیں اور آپ سے غلہ خریدنے آئے ہیں، آپ نے فرمایا، تم جاسوس تو نہیں؟ وہ بولے، ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم جاسوس نہیں ہیں ہم سب بھائی ہیں اور ایک باپ کی اولاد ہیں ہمارے باپ بہت معمّر بزرگ ہیں اور ان کا نام نامی حضرت یعقوب (علیہ السلام) ہے۔ وہ اللہ کے نبی ہیں، آپ نے فرمایا، تم کتنے بھائی ہو؟ وہ بولے کہتے تو ہم بارہ مگر ایک بھائی ہمارے ساتھ جنگل میں گیا تھا وہاں ہلاک ہو گیا اور والد صاحب کو ہم سب سے پیارا تھا، فرمایا، اب تم کتنے بھائی ہو؟ وہ بولے دس! فرمایا گیارہواں کہاں ہے؟ کہا وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ جو ہلاک ہو گیا تھا وہ ماں کی طرف سے بھی اس کا حقیقی بھائی تھا ہے اس لئے اب والد صاحب کو اسی سے کچھ تسلی ہو جاتی ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بھائیوں کی بڑی عزت کی اور ان کی میزبانی فرمائی اور پھر ہر بھائی کا اونٹ غلہ سے بھر دیا اور زادِ سفر بھی دیا اور

رخصت فرماتے ہوئے فرمایا کہ اب جو آؤ تو اپنے گیارہویں بھائی کو بھی ساتھ لانا میں اس کے حصہ کا ایک اونٹ بھر غلہ اور زیادہ تمہیں دونگا دیکھو میں کتنا مہمان نواز ہوں اور اگر تم اسے ساتھ نہ لائے تو پھر میرے پاس نہ آنا، تمہیں مجھ سے کچھ نہ ملے گا، پھر آپ نے غلاموں سے فرمایا کہ ان دسوں بھائیوں نے غلہ کی جو قیمت دی ہے یہ ساری پونجی بھی ان کے غلہ میں رکھ دو۔

چنانچہ وہ دسوں واپس کنعان پہنچے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے بادشاہ مصر کی اور اس کے حسن سلوک کی بڑی تعریف کی اور پھر جب غلہ کو کھولا تو اپنی ادا کردہ قیمت بھی اس میں نکل آئی، یہ دیکھ کر وہ بڑے متاثر ہوئے اور کہا اباجان! یہ بادشاہ تو بڑا ہی دریا دل اور سخی ہے، دیکھئے غلہ بھی دے دیا ہے اور قیمت بھی لوٹا دی، اباجان! اس نے ہمیں یہ بھی کہا ہے کہ تم اگر اپنے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لے آؤ تو میں اس کے حصہ کا غلہ بھی دے دوں گا تو اباجان! آپ بنیامین کو بھی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ اس کے حصہ کا بھی غلہ مل جائے، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا، اس سے پہلے میں بنیامین کے بھائی یوسف کو تمہارے ساتھ بھیج کر دیکھ چکا ہوں اب اسے بھی تمہارے ساتھ بھیج کر تمہارا پھر اعتبار کیسے کرلوں؟ وہ بولے اباجان! ہم اس کی ضرور حفاظت کریں گے اور اس بات پر ہم اللہ کا ذمہ دیتے ہیں اور اسے ضرور ہمارے ساتھ بھیجئے، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا

اچھا خدا نگہبان ہے جاؤ بنیامین کو لے جاؤ، چنانچہ یہ لوگ بنیامین کو لے کر پھر مصر آئے اور یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کہا، جناب ہم اپنے گیارہویں بھائی کو بھی ساتھ لے آئے ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور ان کی بڑی خاطر مدارات کی اور پھر ایک دعوت کا انتظام فرما کر ایک وسیع دستر خوان بچھایا اور دو، دو صاحبوں کو بٹھایا، وہ دسوں بھائی تو دو دو ہو کر بیٹھ گئے مگر بنیامین اکیلے رہ گئے وہ رو پڑے اور کہنے لگے اگر آج میرے بھائی یوسف زندہ ہوتے تو میرے ساتھ وہ بیٹھتے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، تمہارا ایک بھائی اکیلا رہ گیا ہے لہٰذا اسے میں اپنے ساتھ بٹھاتا ہوں چنانچہ بنیامین کے ساتھ آپ خود بیٹھ گئے اور اس سے فرمایا کہ اگر تمہارے گمشدہ بھائی یوسف کی جگہ میں تمہارا بھائی ہو جاؤں تو کیا تم پسند کرو گے؟

بنیامین نے کہا، سبحان اللہ! آپ جیسا بھائی اگر میسر آئے تو زہے نصیب! لیکن یعقوب کا فرزند اور راحیل (یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی ماں کا نام) کا نور نظر ہونا تو آپ کو حاصل نہیں ہو سکتا، حضرت یوسف علیہ السلام رو پڑے اور بنیامین کو گلے لگالیا اور فرمایا میں ہی تمہارا بھائی یوسف ہوں تم جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں اس کا کوئی غم نہ کرو اللہ کا یہ احسان ہے کہ اس نے ہم کو پھر جمع فرما دیا اور دیکھو اس راز کی اطلاع اپنے بھائیوں نہ دینا، بنیامین یہ سن کر خوشی سے بے خود ہو گئے۔ (قرآن کریم پ ۱۳ ع ۳، خزائن العرفان ص: ۳۴۴)

سبق: اللہ والے برا سلوک کرنے والوں سے خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں اور بجائے برائی کے برائی کا بدلہ بھی نیکی سے دیتے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۱۴

پیالے کی گمشدگی

بن یامین اپنے دسوں بھائیوں کے ساتھ غلہ لینے کے لئے مصر پہنچے تو بادشاہِ مصر نے ان کی خوب خاطر مدارات کی اور ایک دعوت کا بھی انتظام کیا، اس دعوت میں شاہِ مصر بنیامین کے ساتھ بیٹھے اور یہ راز ظاہر کر دیا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں، بنیامین یہ سن کر بڑے خوش ہوئے، کہنے لگے بھائی جان! اب آپ مجھے کسی ترکیب سے اپنے پاس ہی رکھ لیجئے اور جدا نہ کیجئے، یوسف علیہ السلام نے فرمایا بہت اچھا۔

یوسف علیہ السلام نے پھر سب بھائیوں کو ایک ایک بارِ اونٹ غلہ دیا اور بنیامین کے حصہ کا بھی ایک بار اونٹ غلہ تیار کیا اس وقت بادشاہ کے پانی پینے کا جواہرات سے مرصع جو پیالہ تھا، غلہ ناپنے کا کام اس پیالہ سے لیا جا رہا تھا، یہ پیالہ یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے کجاوے میں رکھوا دیا اور یہ قافلہ کنعان کے ارادہ سے روانہ ہو گیا، جب شہر سے باہر جا چکا تو انبار خانہ کے کارکنوں کو معلوم

ہو گیا کہ پیالہ نہیں ہے ان کے خیال میں یہی آیا کہ یہ قافلے والوں کا کام ہے چنانچہ انہوں نے جستجو کے لئے کچھ آدمی قافلے کے پیچھے بھیجے اور قافلہ کو روک لیا اور کہا کہ شاہی پیالہ نہیں ملتا اور ہمیں آپ لوگوں پر شبہ ہے، وہ بولے خدا کی قسم ہم ایسے لوگ نہیں ہیں، انہوں نے کہا، اچھا تلاشی دو اور اگر وہ پیالہ تمہارے کجاووں میں سے کسی کجاوے سے نکل آیا تو پھر تمہیں کیا سزا دی جائے؟ وہ بولے جس کے کجاوے سے پیالہ نکل آئے اس کے بدلے میں اس کجاوے والے ہی کو اپنے پاس رکھ لینا، چنانچہ سامان کی تلاشی لی گئی تو پیالہ بنیامین کے کجاوے سے نکل آیا اور وہ دسوں بھائی بہت شرمندہ ہوئے اور جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش کئے گئے تو وہ دسوں بھائی بولے جناب! اس بنیامین نے اگر چوری کی ہے تو تعجب کی بات نہیں، اس کا بھائی یوسف بھی چوری کر چکا ہے، حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ بات سن کر صبر فرمایا اور راز فاش نہیں فرمایا۔

پھر وہ دسوں بھائی کہنے لگے، ہمارے والد صاحب بہت بوڑھے ہیں اور انہیں بنیامین سے بڑی محبت ہے اس لئے آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو لے لیں اور اسے چھوڑ دیں، یوسف علیہ السلام نے فرمایا، ہم اس کو لینے کے مستحق ہیں جس کے کجاوے میں ہمارا مال نکلا اس کے بدلے دوسرے کو لینا تو

ظلم ہوگا۔

یہ صورت حال دیکھ کر وہ دسوں بھائی آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ اب کیا کیا جائے، ان میں سے بڑا بولا کہ ہم والد صاحب سے بنیامین کے بارے میں اللہ کا ذمہ دے کر آئے ہیں، اب بنیامین کو نہ پا کر وہ ہمیں کیا کہیں گے، میں تو یہیں رہتا ہوں اور تم جاؤ اور والد صاحب سے سارا واقعہ کہہ دو چنانچہ بڑا بھائی وہیں رہا اور باقی واپس کنعان پہنچے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے سارا واقعہ بیان کر دیا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے سارا قصہ سن کر پھر فرمایا کہ اچھا میں تو اب بھی صبر ہی کروں گا اور عنقریب مجھے اللہ تعالیٰ ان تینوں سے ملا دیگا پھر یعقوب علیہ السلام الگ ہو کر یوسف علیہ السلام کو یاد فرمانے لگے بیٹے بولے ابا جان! کیا آپ ہمیشہ یوسف ہی کی یاد کرتے رہیں گے؟ آپ نے فرمایا، میں اپنے غم کی فریاد اپنے اللہ ہی سے تو کرتا ہوں اور سن لو جو کچھ اپنے اللہ سے میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، میرے بیٹو! جاؤ، یوسف اور اس کے بھائی کا سراغ لگاؤ اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ (قرآن کریم پ ۱۳ ع ۴، خزائن العرفان ص ۳۴۸)

سبق: اللہ والے ہر حال میں صبر و شکر ہی سے کام لیتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یعقوب علیہ السلام کو اس بات کا علم تھا کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اسی لئے فرمایا کہ عنقریب اللہ مجھے ان تینوں سے ملا دے گا، تینوں کون؟ بنیامین اور وہ بڑا بھائی

جو مصر رہ گیا تھا اور یوسف علیہ السلام اور اسی لئے فرمایا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے پھر جو شخص یہ کہے کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کا علم نہ تھا وہ کس قدر خود ہی بے خبر اور بے علم ہے۔

حکایت نمبر ۱۱۵

افشائے راز

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو اور یوسف کی تلاش کرو چنانچہ وہ پھر مصر پہنچے اور یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ اے شاہِ مصر! ہم بڑی مصیبت میں ہیں ہماری حقیر سی پونجی قبول کر کے ہمیں اور غلّہ دے اور ہم پر خیرات بھی کر، حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کا یہ عجز و انکسار اور انکی پریشانی دیکھ کر فرمانے لگے کیا تمہیں کچھ خبر ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ یعنی یوسف کو مارنا، کنویں میں پھینکنا، بیچنا اور ان کے بعد ان کے بھائی کو تنگ رکھنا، پریشان کرنا کیا کچھ یاد ہے؟ اور یہ فرماتے ہوئے یوسف علیہ السلام کو ہنسی بھی آگئی اور بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے گوہرِ دنداں کا حسن دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو جمالِ یوسفی

کی شان معلوم ہوتی ہے اور پھر کہنے لگے کہ آپ ہی تو یوسف نہیں ہیں؟ فرمایا ہاں! میں ہی یوسف ہوں اور یہ ہے میرا بھائی بنیامین، اللہ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے اور اللہ پرہیزگاروں اور صابروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

وہ سب بصد ندامت بولے، خدا کی قسم! بے شک اللہ نے آپکو ہم پر فضیلت دی اور ہم واقعی خطا کار تھے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مگر اے بھائیو! تم پر میری طرف سے کوئی ملامت نہیں اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ بڑا مہربان ہے۔

(قرآن کریم پ۱۳ ع ۴، خزائن العرفان ص۳۴۹)

سبق: خدا کے مقبول بندوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ اپنی ذات کا جائز بدلہ لینے کی طاقت رکھ کر بھی معاف فرما دیتے ہیں اور کوئی ملامت نہیں کرتے۔

حکایت نمبر ۱۱۶

قمیص یوسف

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سامنے افشائے راز فرما دیا اور بتا دیا کہ میں ہی یوسف ہوں اور پھر اپنے بھائیوں سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال دریافت فرمایا، وہ کہنے لگے کہ آپ کے

فراق میں روتے روتے ان کی نظر بحال نہیں رہی، یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو یہ لو میری قمیض لے جاؤ، اسے والد ماجد کے منہ پر ڈال دو ان کی بینائی واپس آجائے گی، حضرت یوسف علیہ السلام کی اس قمیض مبارک کی یہ شان تھی کہ کسی بیمار پر بھی ڈالی جاتی تو وہ اچھا ہو جاتا، چنانچہ وہ لوگ قمیض لے کر واپس لوٹے اور وہ بھائی جس نے یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینکنے کے بعد آپ کی قمیض خون آلود کر کے یعقوب علیہ السلام کو دکھائی تھی کہنے لگا کہ اس دن بھی میں نے قمیض یوسف اٹھائی تھی اور والد صاحب کو رنج پہنچایا تھا اور آج بھی میں ہی قمیض یوسف اٹھاتا ہوں اور والد صاحب کو خوش کروں گا چنانچہ قمیض یوسف اسی نے اٹھائی اور کنعان کی طرف روانہ ہوئے ادھر یہ لوگ مصر سے نکلے اور ادھر کنعان میں یعقوب علیہ السلام نے اپنے اور احباب سے فرمانے لگے کہ آج مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے وہ کہنے لگے آپ تو اسی پرانی وارفتگی میں ہیں بھلا اب یوسف کہاں ؟

اتنے میں برادران یوسف آ پہنچے اور وہ قمیض حضرت یعقوب علیہ السلام کے منہ پر ڈالی گئی تو فوراً آپ کی بینائی پھر آئی آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

(قرآن کریم پ ۱۳ ع ۵، روح البیان ص: ۲۰۵ جلد ۲)

سبق: اللہ والوں کے بدن انور سے جو چیز لگ جائے وہ دافع البلاء اور بیماریوں کے لئے شفا بن جاتی ہے پھر اللہ والے خود کیوں نہ دافع البلاء ہوں گے اور انہیں دافع البلاء کہنا شرک کیسے ہو سکتا ہے؟

حکایت نمبر ۱۱۷

بچھڑوں کا ملاپ

یعقوب علیہ السلام کی مبارک آنکھیں قمیص یوسف کی برکت سے اچھی ہوگیئں اور یعقوب علیہ السلام نے وقت سحر بعد نماز ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے صاحبزادوں کے لئے دعا کی وہ قبول ہوئی اور یعقوب علیہ السلام کو وحی فرمائی گئی کہ صاحبزادوں کی خطا بخش دی گئی ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کو مع ان کے اہل وعیال کے بلانے کے لئے دو سو سواریاں اور بہت سا سامان بھیجا اور یعقوب علیہ السلام نے مصر کا ارادہ فرمایا اور اپنے اہل کو جمع کیا، کل مرد و زن بہتّر ۷۲ تھے اور جب یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام ہزار ہا لشکری اور کثیر تعداد مصری سواروں کو ہمراہ لے کر استقبال کے لئے ریشمیں پھریرے اڑاتے قطاریں باندھے روانہ ہوئے، یعقوب علیہ السلام نے دیکھا تو بیٹے یہودا سے فرمایا، بیٹا! کیا یہ فرعون مصر کا لشکر ہے جو اس شان و شکوہ کے ساتھ آرہا ہے؟ عرض کیا نہیں یہ حضور کے فرزند یوسف ہیں پھر جبریل نے حاضر ہو کر عرض کیا حضور! اوپر دیکھئے آج کے جشن مسرت میں شرکت کے لئے فرشتے بھی حاضر ہیں جو آپ کے غم میں رویا کرتے تھے ملائکہ کی تسبیح، گھوڑوں کا ہنہنانا، طبل و بوق کی آوازیں عجیب کیفیت پیدا

کر رہی تھیں، یہ محرم کی دسویں تاریخ تھی جب دونوں باپ بیٹا قریب ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے سلام عرض کرنا چاہا، جبریل نے کہا آپ توقف کیجئے، والد کو موقع دیجئے، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا اے غم دور کرنے والے! السلام علیک! پھر دونوں نے معانقہ کیا اور خوب روئے اور مزین و نفیس فرودگاہ میں جو خیموں وغیرہ سے آراستہ تھے داخل ہوئے اور پھر جب مصر میں داخل ہوئے اور یوسف علیہ السلام اپنے تخت پر بیٹھے تو آپ نے اپنے ماں باپ کو بھی تخت پر بیٹھایا حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ نشان و شوکت اور یہ رفعت و عظمت دیکھی تو آپ کے والدین اور آپ کے سب بھائی آپ کے لئے سجدہ میں گر گئے اور اس خواب کی جو آپ نے دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج انہیں سجدہ کر رہے ہیں تعبیر پوری ہو گئی۔

(قرآن کریم پ: ۱۳ ع: ۵) (خزائن العرفان ص: ۳۵۰)

سبق: والدین کا اکرام وادب ہر ایک پر لازم ہے اور سجدۂ تعظیم و تحیت جو یوسف علیہ السلام کو کیا گیا اس شریعت میں جائز تھا اور ہماری شریعت میں یہ سجدہ جائز نہیں، ہاں! ہماری شریعت میں مصافحہ و معانقہ اور تعظیماً دست بوسی یہ جائز ہے

حکایت نمبر ۱۱۸

بے موسم کا پھل

حضرت مریم علیہا السّلام کی والدہ نے حالت حمل میں یہ نذر مانی تھی

کہ اے رب میرے! میں تیرے لئے منت مانتی ہوں کہ جو میرے پیٹ میں ہے وہ خالص تیری خدمت کے لئے رہے گا چنانچہ آپ کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام مریم رکھا گیا اور والدۂ مریم اپنی اس بچی کو بیت المقدس میں لے گئیں اور مسجد کی خدمت کے لئے وہاں داخل کر دیا بیت المقدس کے متولیوں میں حضرت زکریا علیہ السلام بھی تھے اور آپ مریم کے عزیز بھی تھے آپ کی اہلیہ مریم کی خالہ تھیں اس لئے مریم کو آپ نے اپنی نگہبانی میں رکھا، زکریا علیہ السلام نے مریم کے لئے مسجد میں ایک کمرہ بنوایا اور مریم کو اپنی زیر نگرانی اس میں رکھا، آپ کے سوا اس کمرہ میں کوئی نہ جا سکتا تھا آپ جب باہر جاتے تو کمرے کے دروازے بند کر کے جاتے اور تشریف لاتے تو خود ہی کھولتے، حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت دیکھئے کہ زکریا علیہ السلام جب بھی اس کمرہ میں داخل ہوتے تو اس بند کمرے میں مریم کے پاس مختلف قسم کے تازہ پھل موجود پاتے، گرمیوں کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں وہاں رکھے ہوتے، حضرت زکریا علیہ السلام نے یہ صورت دیکھی تو فرمایا اے مریم! یہ پھل تمہیں اس بند کمرے میں کون دے جاتا ہے؟ اور یہ پھل کہاں سے آتے ہیں مریم علیہا السلام نے فرمایا، "وہ اللہ کے پاس سے آتے ہیں وہ جسے چاہے بے حساب دے۔"

حضرت زکریا علیہ السلام کی عمر شریف پچھتر سال سے بھی زیادہ تھی سر انور سفید ہو چکا تھا اور آواز مبارک میں بھی ضعف آچکا تھا اور آپ کے

ہاں اولاد نہ تھی، آپ نے خیال فرمایا کہ خدا تعالےٰ مریم کو بے موسم کے پھل عطا فرماتا ہے تو مجھے بھی اس بڑھاپے میں جب کہ میری بیوی بھی بانجھ ہے یقیناً اولاد دینے پر قادر ہے اس خیال سے آپ نے اسی جگہ جہاں آپ مریم کے پاس بیٹھے تھے دعا کی کہ" اے اللہ مجھے اپنے پاس سے صاف ستھری اولاد دے بے شک تو دعا سننے والا ہے"

آپ کی اس دعا کے بعد جبریل حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بشارت دی ہے کہ آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ (قرآن کریم پ: ۳ ع: ۱۲) (روح البیان ص: ۳۲۴ جلد ۱)

سبق: اولیاء کی کرامات برحق ہیں، مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھل موجود ہونا، یہ ان کی کرامت تھی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جس جگہ اللہ والوں کے قدم آجائیں اس جگہ کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہو جاتی ہے اور اس جگہ جو دعا مانگی جاتے وہ خدا جلدی سنتا ہے اس لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے اس جگہ جہاں مریم تھی دعا مانگی اور وہ قبول ہو گئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے بتانے سے انبیاءِ کرام کو مافی الارحام کا بھی علم ہو جاتا ہے کیونکہ جب اللہ نے بشارت دی کہ تمہارے ہاں یحییٰ پیدا ہوگا تو زکریا علیہ السلام کو علم ہو گیا کہ میری اہلیہ کے پیٹ میں لڑکا ہے

حکایت نمبر ۱۱۹

خدا کی نشانی

حضرت مریم علیہا السلام ایک روز اپنے مکان میں الگ بیٹھی تھیں کہ آپ کے پاس جبریل امین ایک تندرست آدمی کی شکل میں آئے، مریم علیہا السلام نے جو ایک غیر آدمی کو اپنے پاس موجود دیکھا تو آپ نے فرمایا تم کون ہو؟ اور یہاں کیوں آئے ہو، دیکھو خدا سے ڈرنا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، جبریل امین نے کہا، ڈر مت میں تو اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں، مریم بولیں، بیٹا میرے کہاں سے ہوگا جبکہ میں ابھی بیاہی ہی نہیں گئی اور کسی آدمی نے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور کوئی بدکار عورت بھی نہیں ہوں، جبریل بولے، یہ ٹھیک ہے مگر رب نے فرمایا ہے کہ باپ کے بغیر بھی بیٹا دینا میرے لئے کچھ مشکل نہیں اور یہ بات بھی مجھے آسان ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے یہاں بغیر باپ کے بیٹا پیدا کر کے اپنی رحمت کا اور لوگوں کے لئے ایک نشانی کا مظاہرہ کریں اور یہ کام ہو کر ہی رہے گا، حضرت مریم یہ بات سن کر مطمئن ہو گئیں پھر جبریل امین نے ان کے گریبان میں ایک پھونک ماری تو مریم علیہا السلام اسی وقت حاملہ ہو گئیں آپ کا بغیر شوہر کے حاملہ ہو جانا لوگوں کے لئے باعث تعجب ہوا، سب سے پہلے آپ کے حمل کا علم آپ کے چچا زاد بھائی

یوسف نجار کو ہوا جو بیت المقدس کا خادم تھا، وہ حضرت مریم کا زہد و اتقا اور آپ کی عبادت اور مسجد سے غیر حاضری یاد کرتا اور پھر آپ کا حاملہ ہو جانا دیکھتا تو بڑا حیران ہوتا کہ یہ کیا بات ہے؟ آخر ایک دن اس نے جرأت کر کے مریم علیہا السلام سے پوچھ لیا اور بات اس طرح شروع کی کہ اے مریم! مجھے بتاؤ کیا کھیتی بغیر تخم اور درخت بغیر بارش کے اور بچہ بغیر باپ کے پیدا ہو سکتا ہے، مریم علیہا السلام نے جواب دیا کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو سب سے پہلے کھیتی پیدا کی وہ بغیر تخم کے ہی پیدا کی اور درخت بغیر بارش کے اپنی قدرت سے لگائے اور کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوّا کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا، یوسف نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ ان سب امور پر قادر ہے اور میرا شبہ رفع ہو گیا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مریم کو الہام کیا کہ وہ اپنی قوم سے علیحدہ چلی آئیں اس لئے وہ ایک دور جگہ چلی گئیں اور جب بچہ جننے کا درد شروع ہوا تو آپ ایک خشک درخت سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئیں اور فضیحت و ندامت کے اندیشہ سے بولیں، ہائے! کسی طرح میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی، مریم نے جب یہ بات کہی تو انہیں ایک آواز آئی کہ اے مریم! اپنی تنہائی کا، لوگوں کی چہ میگوئی کا اور کھانے پینے کا کوئی غم نہ کر، تیرے رب نے تیرے نیچے ایک نہر جاری کر دی ہے اور راس کھجور کے درخت کی جڑ پکڑ کر اسے ہلا، چنانچہ مریم نے اس درخت کو ہلایا تو وہ فوراً سر سبز و شاداب ہو گیا اور اسے تازہ پھل بھی لگ گیا اور

پکی کھجوریں گرنے لگیں، پھر جب آپ کے پیٹ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو آواز آئی کہ لے پھل بھی کھا پانی بھی کھا اور اپنے نورِ عین بچے سے آنکھیں بھی ٹھنڈی رکھ اور جب کوئی شخص تجھ سے اس معاملہ میں پوچھے تو تم خود کچھ مت کہنا بلکہ اسی اپنے بچہ کی طرف اشارہ کر دینا۔

حضرت مریم پھر اپنے بچے کو گود میں لے کر اپنی قوم کے پاس آئی تو لوگوں نے یہ عجیب بات دیکھ کر کہ کنواری مریم کی گود میں بچہ ہے کہا کہ اے مریم! تم نے یہ اچھا کام نہیں کیا، تیرے ماں باپ تو ایسے نہ تھے، افسوس! تم نے یہ بہت بری بات کی، مریم علیہا السلام نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ مجھ سے کچھ نہ کہو، اگر کچھ کہنا ہے تو اس سے کہو لوگ یہ بات سن کر اور بھی غصے میں آ گئے اور بولے کہ ہم اس دودھ پیتے پنگھوڑے کے بچے سے کیسے بات کریں؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے، سنو! میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور مبارک کیا ہے جہاں ہیں کہیں بھی ہوں اور اللہ نے مجھے نماز و زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے اور مجھے ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا اور بدبخت نہیں بنایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس شہادت سے وہ لوگ حیران اور خاموش ہو گئے۔ (قرآن کریم پ ۱۶ ع ۵) (خزائن العرفان ص: ۴۳۴)

سبق: اللہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ کسی ذریعہ کا محتاج نہیں ہے جو چاہے کر سکتا ہے اسباب کو فاعل جاننا یا بغیر ان کے خدا کو عاجز ماننا سراسر جہالت، کفر اور حماقت ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نورانی مخلوق بشریت کا لبادہ اوڑھ کر آجائے تو وہ ہماری مثل بشر نہیں ہو جاتی اور اسکی حقیقت نور بدل نہیں جاتی جیسے کہ جبریل امین جو نورانی تھے ایک تندرست آدمی کی شکل میں آئے مگر وہ ہماری طرح بشر نہ تھے اور نہ ہیں بلکہ نور ہی تھے اور نور ہی ہیں اسی طرح ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی جو سب نوروں کے منبع نور ہیں ہمارے پاس لباس بشریت میں تشریف لائے تو اس لبادۂ بشریت کے اوڑھ لینے سے آپ ہماری مثل بشر ہرگز نہ تھے اور نہ ہیں بلکہ آپ نور ہی تھے اور نور ہی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی کوئی نعمت جس ذریعہ سے ملے اس نعمت کا ملنا اس ذریعہ کی طرف منسوب کر دینا جائز ہے جیسے کہ بیٹا دینا اللہ کا کام ہے مگر جبریل نے یوں کہا کہ "میں اس لئے آیا ہوں تاکہ تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں"۔

چونکہ مریم علیہ السلام کو بیٹا ملا جبریل کی وساطت سے تھا اس لئے قرآن نے یہ بیٹا دینے کی نسبت جبریل کی طرف کر دی اور اس بات کا اعلان فرما دیا کہ مریم کو بیٹا جبریل نے دیا ہے گویا مطابق آیتِ قرآنی کے عیسیٰ علیہ السلام کا دوسرا نام جبریل بخش ہے، بنا بریں کسی اللہ والے کی دعا کی وساطت سے کوئی کام ہو جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ کام فلاں بزرگ نے کیا ہے۔ یا پیر و مرشد کی دعا سے اللہ بیٹا دے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ

یہ بچہ "پیر" نے دیا ہے اور اس کا نام پیر بخش رکھ سکتے ہیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے نبیوں کو آنے والی باتوں کا پہلے ہی علم ہوتا ہے اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیرخوارگی کے عالم ہی میں سب سے پہلے جو بات کی وہ یہ کی کہ میں اللہ کا بندہ ہوں یعنی آپ کو اس بات کا علم تھا کہ مجھے لوگ اللہ اور اللہ کا بیٹا کہیں گے اس لئے آپ نے سب سے اول اپنی عبودیت ہی کا اعلان فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد خشک کھجور سے اللہ تعالیٰ نے تازہ کھجوریں نچھاور کیں تو اگر محفلِ میلاد شریف میں سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر میلاد کے بعد ہم مٹھائی تقسیم کریں تو منع کیوں کہا جائے؟

حکایت نمبر ۱۲۰

شاگرد یا استاد؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب چلنے پھرنے لگے تو مریم علیہ السلام آپ کو استاد کے پاس لے کر آئیں اور کہا کہ اس بچے کو پڑھا دے، استاد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا اے عیسیٰ! پڑھ! بسم اللہ! عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، استاد نے پھر کہا کہو ا ب ج د، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ان حروف کا معنی کیا

ہے؟ استاد نے کہا ان حروف کا معنیٰ تو میں نہیں جانتا فرمایا تو مجھ سے سنو الف سے مراد ہے اللہ، ب سے مراد اللہ کی بہجت، ج سے مراد ہے اللہ کا جلال اور د سے مراد ہے اللہ کا دین، استاد نے حضرت مریم علیہا السلام سے کہا کہ آپ اس بچے کو واپس لے جائیں، یہ کسی استاد کا محتاج نہیں بھلا میں اسے کیا پڑھا سکتا ہوں جب کہ یہ خود مجھے پڑھا رہا ہے۔ (نزہتہ المجالس ص: ۲۴۲ ج ۲)

سبق: نبی کسی دنیوی استاد کے محتاج نہیں ہوتے اور اس کا استاد و معلم خدا ہوتا ہے اور نبی ایسے ایسے علوم کا منبع ہوتا ہے جن سے دوسرے لوگ بے خبر ہوتے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۲۱

دست مسیحا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی کمسن بچے ہی تھے کہ آپ کا گزر اپنی والدہ مریم کے ساتھ ایک شہر میں ہوا جہاں کے لوگ اپنے بادشاہ کے دروازے پر جمع تھے، عیسیٰ علیہ السلام نے اس اژدہام کی وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ بادشاہ کی بیوی بچہ جننے کے قریب ہے اور بچہ پیدا نہیں ہوتا یہ لوگ اپنے نبیوں سے اس تکلیف سے نجات کے لئے گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر میرا ہاتھ بادشاہ کی بیگم کے پیٹ پر رکھ دیا جائے

تو فوراً بچہ پیدا ہو جائے گا، لوگوں نے یہ گفتگو سنی تو آپ کو بادشاہ کے پاس لے گئے، عیسیٰ علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا اے بادشاہ! میں اگر یہ بھی بتا دوں کہ اس عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور پھر پیٹ پر ہاتھ رکھ دوں اور بچہ پیدا ہو جائے تو کیا تو ایک اللہ پر ایمان لے آئے گا؟ بادشاہ نے کہا بے شک! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تو سن! اس کے پیٹ میں لڑکا ہے جس کے رخسار پر سیاہ تل اور پیٹھ پر سفید تل ہے، اس کے بعد آپ نے فرمایا اے بچے! میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے سب مخلوق کو پیدا فرمایا تو جلدی پیٹ سے باہر آجا، آپ کے یہ کہتے ہی بچہ پیدا ہو گیا اور سب نے دیکھا کہ اس کے رخسار پر سیاہ تل اور پیٹھ پر سفید تل تھا آپ کا اعجاز دیکھ کر بادشاہ مسلمان ہونے کو تیار ہوا مگر قوم نے یہ کہہ کر کہ یہ جادو ہے بادشاہ کو مسلمان ہونے سے روک دیا۔ (نزہۃ المجالس ص:۳۳۴ ج۲)

سبق: اللہ کا نبی بڑے بڑے علوم و اختیار لے کر آتا ہے اور انکی نظر ما فی الارحام تک بھی پہنچ جاتی ہے اور انکے ہاتھ بھی دافع البلاء ہوتے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۲۲

اندھا اور لنگڑا چور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی نو عمر ہی تھے کہ آپ اپنی والدہ کے

ساتھ مصر کے ایک امیر کبیر کے ہاں مہمان ہوئے اس امیر آدمی کے ہاں بہت سے مفلس اور محتاج آدمی مہمان رہا کرتے تھے، اتفاق سے ایک دن اس کے ہاں چوری ہوگئی اور کچھ مال جاتا رہا، اس امیر آدمی کو انہیں مفلس اور محتاج لوگوں پر جو اس کے پاس رہتے تھے شبہ تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ اس امیر آدمی کو کہیئے کہ ان سب مفلسوں کو ایک جگہ اکٹھا کرے جب اس شخص نے ان مفلسوں کو ایک جگہ جمع کرلیا تو آپ ان میں تشریف لے گئے اور ان میں سے ایک لنگڑے آدمی کو اٹھا کر ایک اندھے شخص کی گردن پر بیٹھا دیا اور کہا اے اندھے! اس لنگڑے کو اٹھا کر کھڑا ہوجا، وہ اندھا بولا میں نہایت ضعیف اور کمزور آدمی ہوں اسے کیونکر اٹھا سکتا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا گذشتہ شب کو تم میں اس کے اٹھانے کی طاقت کہاں سے آگئی تھی؟ یہ سن کر وہ اندھا کانپنے لگا، دراصل اسی اندھے نے اس لنگڑے کو اٹھایا تھا اور اس کے ذریعہ یہ چوری کی تھی چنانچہ وہ دونوں چور پکڑے گئے۔

(نزہۃ المجالس ص۳۳۴ جلد۲)

سبق: اللہ کے نبی چھپی ہوئی باتوں کو جو ہوچکیں یا ہونیوالی ہوں، سب کو جان لیتے ہیں، نبی کو بے خبر جاننا بے خبر دل کا کام ہے۔

حکایت نمبر ۱۲۳

دنیا پرست کا انجام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سفر میں نکلے تو ان کے ساتھ ایک یہودی ہولیا، اس یہودی کے پاس دو روٹیاں تھیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک روٹی تھی، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آؤ دونوں مل کر روٹی کھائیں، یہودی نے مان لیا مگر جب اس نے دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک روٹی اور میرے پاس دو روٹیاں ہیں تو پچھتایا کہ میں نے شرکت کا وعدہ کیوں کر لیا چنانچہ جب کھانے کا وقت ہوا تو یہودی نے ایک ہی روٹی نکالی، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، تمہارے پاس تو دو روٹیاں تھیں ایک کہاں گئی؟ یہودی بولا میرے پاس تو ایک ہی روٹی تھی، دو کب تھیں؟ کھانا کھانے کے بعد جب آگے بڑھے تو راستے میں ایک اندھا ملا، عیسیٰ علیہ السلام اس کے لئے دعا کی تو وہ بینا ہو گیا یہ معجزہ دکھا کر عیسیٰ علیہ السلام نے یہودی سے فرمایا، تجھے اس اللہ کی قسم! جس نے میری دعا سے اس اندھے کو آنکھیں دے دیں سچ سچ بتا دوسری روٹی کہاں گئی؟ وہ بولا مجھے اسی اللہ کی قسم! میرے پاس تو ایک ہی روٹی تھی، پھر جب اور آگے بڑھے تو ایک ہرن دکھائی دیا، عیسیٰ علیہ السلام نے اسے بلایا، وہ آگیا آپ نے اسے

ذبح کیا، بھونا اور رکھا یا اور پھر اس کی ہڈیوں سے فرمایا، قم باذن اللہ! وہ ہرن پھر زندہ ہوگیا، عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تجھے اس اللہ کی قسم جس نے ہمیں یہ ہرن کھلایا اور اسے پھر زندہ کر دیا، سچ سچ بتاؤ کہ دوسری روٹی کہاں گئی؟ وہ یہودی بولا مجھے اسی اللہ کی قسم! میرے پاس تو دوسری روٹی تھی ہی نہیں، آگے بڑھے تو ایک قصبہ آگیا، عیسیٰ علیہ السلام نے وہاں قیام کیا، یہودی نے موقع پاکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عصا چرالیا اور خوش ہوا کہ میں اس سونٹے سے مردے زندہ کر لیا کروں گا چنانچہ اس قصبہ میں اس نے اعلان کیا کہ مردے زندہ کرانے ہوں تو مجھ سے کرالو، لوگ اسے حاکم شہر کے پاس لے گئے جو بڑا سخت بیمار تھا اور کہا یہ بیمار ہے اسے اچھا کر دو، یہودی نے پہلے تو اس حاکم کے سر پر زور سے وہ ڈنڈا مارا جس سے وہ حاکم مر گیا اور پھر کہنے لگا، لو دیکھو اب میں اسے زندہ کرتا ہوں چنانچہ اس نے پھر اس ڈنڈے کو اس پر مارا اور کہا، قم باذن اللہ! مگر وہ زندہ نہ ہو سکا، اب تو یہ گھبرایا لوگوں نے پکڑ لیا اور پھانسی پر لٹکانے لگے، اتنے میں عیسیٰ علیہ السلام پہنچ گئے اور فرمایا تمہارا حاکم میں زندہ کر دیتا ہوں اسے چھوڑ دو چنانچہ آپ نے قم باذن اللہ فرمایا تو وہ حاکم زندہ ہوگیا اور لوگوں نے یہودی کو چھوڑ دیا، عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا تجھے اسی خدا کی قسم جس نے تمہاری جان بچائی سچ سچ بتاؤ، وہ دوسری روٹی کہاں گئی؟ وہ بولا مجھے اسی خدا کی قسم! جس نے میری جان بچائی دوسری روٹی میرے

پاس تھی ہی نہیں، آگے بڑھے تو سونے کی تین اینٹیں ملیں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ ان میں سے ایک اینٹ میری دوسری تیری اور تیسری اس کی جس نے تیسری روٹی کھائی۔ وہ بولا، اے عیسیٰ! خدا کی قسم! تیسری روٹی میں نے ہی کھائی تھی، آپ نے وہ تینوں اینٹیں اسے دے دیں اور فرمایا اب تم میرا ساتھ چھوڑ دو چنانچہ وہ ان اینٹوں کو لے کر خوشی خوشی واپس ہوا لیکن راستے ہی میں اللہ نے اسے اینٹوں سمیت زمین میں دھنسا دیا۔ (نزہۃ المجالس ص: ۲۰۷ ج ۲)

سبق: دنیا پرست بے حد جھوٹا ہوتا ہے اور دنیا کی محبت میں خدا اور اس کے رسول کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور ایسے ناعاقبت اندیش کا انجام بڑا ہولناک ہوتا ہے۔

حکایت نمبر ۱۲۴

ناکام قاتل

یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت دشمن تھے ایک روز یہودیوں کے ایک گروہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دیں اور یوں کہا کہ تم جادوگر ہو اور تمہاری ماں بھی جادوگرنی ہے اور تم بدکار ہو اور تمہاری ماں بھی بدکار ہے (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس بات سے بڑا رنج ہوا اور خدا سے دعا مانگی کہ اے اللہ! میں تیرا

پیغمبر ہوں اور یہ لوگ مجھے اور میری ماں کو برا بھلا کہہ رہے ہیں الٰہی! ان کو اپنے عذاب کا مزا چکھا دے چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور وہ یہودی عذاب مسخ میں مبتلا ہو کر بندر اور سؤر بن گئے، یہودیوں کے امیر نے جب یہ قصہ سنا تو وہ دوڑا کہ کہیں عیسیٰ ہم سب کو ایسا نہ بنا ڈالے اس ڈر سے اس نے سارے یہودیوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ کسی صورت عیسیٰ کو قتل کر ڈالو، ادھر جبریل نے عیسیٰ علیہ السلام کو مطلع کر دیا کہ یہودی آپ کو قتل کرنے آئیں گے اور آپ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا جائے گا چنانچہ ایک روز سب یہودیوں نے اکٹھے ہو کر عیسیٰ علیہ السلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور سب سے پہلے ایک آدمی کو اندر بھیجا تاکہ وہ پتہ لے کہ عیسیٰ گھر میں ہے یا نہیں وہ آدمی جب اندر گیا تو اس کی شکل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہو گئی اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے اوپر آسمان پر اٹھا لیا تھوڑی دیر بعد جب یہودی اندر گھسے تو انہوں نے اپنے آدمی کو ہی عیسیٰ سمجھ کر قتل کر ڈالا اور سمجھا یہ کہ ہم نے عیسیٰ کو مار ڈالا ہے، اس کے بعد وہ خود ہی سوچنے لگے کہ ہمارا آدمی جو اندر آیا تھا، وہ کہاں گیا؟ اگر یہ مقتول عیسیٰ ہے تو وہ کہاں؟ اور اگر یہی ہے تو پھر عیسیٰ کہاں؟

اپنے گمان میں تو انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا مگر ایسا ہوا نہیں بلکہ انہوں نے اپنے ہی آدمی کو قتل کر ڈالا اور عیسیٰ

علیہ السلام آسمانوں پر زندہ اٹھا لئے گئے۔

(قرآنِ کریم پ ٦، ع ۲، روح البیان ص ۵۱۳، ج ۱)

سبق: حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں اور جو لوگ ان کے قتل ہو جانے یا مر جانے کے قائل ہیں وہ محض دھوکے میں ہیں۔

خلفاءِ راشدین

رضوان اللہ علیہم اجمعین

محمدؐ ماہ و گردش چار اختر
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

چوتھا باب
خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین

حکایت نمبر ۱۲۵

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خواب

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ قبل از اسلام بہت بڑے تاجر تھے آپ ایک مرتبہ ملک شام میں گئے تو وہاں آپ نے ایک خواب دیکھا آپ نے دیکھا کہ چاند اور سورج آسمان سے نیچے اتر آئے ہیں اور دونوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی گود میں داخل ہو گئے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دونوں کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور اپنی چادر مبارک اوپر ڈال دی، صبح آپ بیدار ہوئے تو اس عجیب و غریب خواب کی تعبیر

لہ یہ حکایت غلطی سے دوبارہ درج ہو گئی ہے حکایت نمبر ۱ بھی یہی حکایت ہے تاہم دونوں موقعے اس حکایت کے لئے موزوں ہیں۔

پوچھنے کے لئے ایک راہب کے پاس پہنچے اس راہب نے سارا خواب سن کر پوچھا، آپ کا نام کیا ہے اور آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اور کون سے قبیلہ کے ہیں؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا نام ابوبکر ہے مکہ کا رہنے والا ہوں اور بنی ہاشم سے ہوں، راہب نے پوچھا اور کام کیا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تجارت کرتا ہوں، راہب نے کہا تو سیار رک ہو مکہ سے اور قبیلہ بنی ہاشم سے نبی آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے اگر یہ نبی پاک نہ ہوتے تو اللہ تعالے زمین و آسمان کو پیدا نہ فرماتا اور ساری کائنات بھی کبھی ظاہر نہ ہوتی اور جملہ انبیائے کرام بھی کبھی پیدا نہ ہوتے وہ نبی پاک رسولوں کے سردار ہوں گے اور سب انہیں "محمد الامین" کے نام سے یاد کریں گے اور اے ابوبکر! اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم اس کے دین میں داخل ہو گے اور اس کے اولیں وزیر بنو گے اور اس کے خلیفہ ہو گے۔

اے ابوبکر! میں نے اس نبی پاک کی توریت میں تعریف پڑھی ہے انجیل و زبور میں اس کا ذکر پڑھا ہے اور میں اس پر ایمان لا چکا ہوں اور اس کے دین میں داخل ہو چکا ہوں اور عیسائیوں کے خوف سے اپنا ایمان چھپا رہا ہوں آج تم سے ساری حقیقت بیان کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ تعبیر سن کر بڑے متاثر ہوئے اور دل پر رقت طاری ہوئی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے شوق کا غلبہ ہوا اور فوراً مکہ واپس آئے اور حضور کی خدمت میں حاضر

ہوئے حضور کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا حضور بھی ابوبکر کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا ابوبکر! جلدی کلمہ پڑھو اور میرے دین میں آجاؤ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضور! کیا کوئی معجزہ دیکھ سکتا ہوں؟ حضور نے مسکرا کر فرمایا:-

ملک شام میں جو خواب دیکھ کر آئے ہو اور راہب نے جو تعبیر سنائی تھی وہ میرا معجزہ ہی تو ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فوراً پکار اٹھے

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

(جامع المعجزات ص ۴ ۔ نزہۃ المجالس ص ۳۰۲ جلد ۲)

سبق: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر اول اور خلیفۂ بلافصل ہیں اور یہ بات پہلے ہی سے مقرر ہو چکی تھی اور انجیل و توریت کے عالم بھی اس حقیقت سے باخبر تھے پھر جو آپ کی وزارت و خلافت کا انکار کرے وہ کس قدر ناواقف و بے خبر ہے!

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم اگلی پچھلی دن اور رات کی سب باتیں جانتے تھے اور آپ سے کوئی بات غائب نہ تھی۔

....

حکایت نمبر ۱۲۶

یارِ غار

مکہ معظمہ میں جب مسلمانوں کو کفار کی طرف سے بہت ایذا دی جانے لگی تو اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ سے ہجرت فرما جانے کا اذن دے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا ذکر صدیقِ اکبر سے فرمایا اور فرمایا کہ میں عنقریب یہاں سے ہجرت کر جاؤں گا۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں بھی حضور کے ساتھ ہی چلوں گا۔

چنانچہ شبِ ہجرت جب کفارِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے کی نیت سے حضور کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورۂ یٰسین تلاوت فرماتے ہوئے اس محاصرہ سے سب کے سامنے گھر سے باہر تشریف لے آئے اور حضور کا باہر نکلنا کسی کو بھی نظر نہ آسکا تو حضور گھر سے نکل کر سیدھے صدیقِ اکبر کے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے ابوبکر! مجھے ابھی اسی وقت ہجرت فرمانے کا اذن مل چکا ہے اور میں مکہ چھوڑ کر جا رہا ہوں، صدیقِ اکبر نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں بھی ساتھ چلوں؟ فرمایا چلو۔ صدیقِ اکبر حضور سے حضور کی معیت کی اجازت پا کر فرطِ مسرت

سے رونے لگے اور حضور کے ساتھ ہو لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر کو ہمراہ لے کر مکہ معظمہ سے چل دیئے۔ صدیق اکبر کبھی حضور سے آگے اور کبھی پیچھے رہ کر چلتے۔ حضور نے اس کی وجہ دریافت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ دشمن تعاقب کرتا ہوا آگے یا پیچھے سے آجائے تو اس کا وار مجھی پر ہو اور حضور پر میں ہی قربان ہوں اور حضور کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ چلتے چلتے ثور پہاڑ پر پہنچے اس پہاڑ میں ایک غار تھا جس کا نام غارِ ثور تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں تشریف فرما ہونے کا قصد فرمایا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ٹھہر جائیے پہلے مجھے اندر جانے دیجئے، پرانا غار ہے پہلے میں اندر جاتا ہوں اور اسے صاف کرتا ہوں، صاف کرلوں تو آپ اندر آجائیے گا۔

چنانچہ پہلے اس غار میں صدیق اکبر گئے اور اسے صاف کرنے لگے اس غار میں کئی بل تھے صدیق اکبر ان بلوں کو اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کرنے لگے صرف اس لئے کہ کوئی موذی جانور حضور کو تکلیف نہ پہنچائے اس غار میں ایک بہت بڑا سانپ رہتا تھا صدیق اکبر نے اس کا بل جو دیکھا تو کپڑا ختم ہونے کے باعث کپڑے سے تو اسے بند نہ کر سکے اور اپنی ایڑی اس میں رکھ دی اپنی جان کی پروا نہ کی اور یہی سوچا کہ مجھے جو چاہے تکلیف پہنچے مگر حضور کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اس بل پر ایڑی رکھنے کے بعد صدیق اکبر نے پھر حضور کو اندر بلا لیا اور حضور اندر تشریف

لے آئے اور اپنا سرِ انور صدیقِ اکبر کی گود میں رکھ کر سو گئے، وہ بل جس پر صدیقِ اکبر کی ایڑی تھی اس میں سے زہریلے سانپ نے صدیقِ اکبر کو ڈس لیا، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو تکلیف تو ہوئی مگر آپ اپنی جگہ سے ہلے تک نہیں تاکہ حضور کی نیند مبارک میں خلل نہ آئے، سانپ کے زہر کی تکلیف سے صدیقِ اکبر کے آنسو نکل آئے اور چند آنسو حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر گرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ابوبکر کیوں رو رہے ہو؟ صدیقِ اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اپنا لعابِ دہن شریف لگا دیا تو صدیقِ اکبر کی ساری تکلیف دور ہو گئی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبر جب اس غار میں داخل ہوئے تو غار سے دور ایک درخت تھا حضور نے اس درخت کو حکم دیا تو وہ درخت اپنی جگہ سے چل کر غار کے منہ پر آکر کھڑا ہو گیا یوں معلوم ہونے لگا کہ یہ درخت یہیں اگا ہوا ہے اور غار کا منہ اس درخت کی شاخوں سے بند ہو گیا اور اللہ نے اسی وقت ایک مکڑی کو بھیجا جس نے اس درخت کی شاخوں کے اندر جالا بن دیا، یہ سب سامان اس لئے کیا گیا تاکہ کافر اگر حضور کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں تک آئیں تو وہ غار کے منہ کے آگے درخت اور اس کی شاخوں میں جالا بنا ہوا دیکھیں تو انہیں حضور کے اندر چلے جانے کا شبہ بھی نہ گزرے

چنانچہ ادھر جب کافروں کو پتہ چلا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ابوبکر کی معیت میں مکہ سے چلے گئے تو بہت حیران ہوئے اور حضور کی تلاش کرنے لگے اور کچھ کھوجی حضور کا کھوج نکالنے کے لیے مقرر کر دیئے ان کھوج نکالنے والوں میں سے ایک شخص کھوج نکالتا ہوا غار تک آپہنچا اور پھر کہنے لگا کہ یہاں تک تو محمد اور ابوبکر آئے ہیں لیکن اس کے بعد پتہ نہیں چل رہا کہ دائیں گئے یا بائیں، کافر وہاں جمع ہو گئے لیکن وہیں حیران کے حیران کھڑے رہے کچھ پتہ نہ چلے کہ یہاں سے آگے کدھر گئے ہیں، صدیق اکبر نے جب کافروں کے قدم غار سے باہر دیکھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر میں آپ پریشان سے ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی فکر نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اتنے میں ان کافروں میں سے ایک کافر بولا، ذرا اس غار کے اندر تو جا کر دیکھیں، یہ سن کر دوسروں نے جواب دیا بیوقوف ہو غار کے منہ کے آگے درخت اگا ہوا ہے اور اس پر مکڑی کا جالا بھی بنا ہوا ہے اگر اندر کوئی گیا ہوتا تو یہ شاخیں اور ان کا جالا ضرور ٹوٹا پھوٹا نظر آتا مگر یہ بات تو نظر نہیں آتی پھر کسی کے اندر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چنانچہ وہ مایوس ہو کر وہاں سے لوٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اپنے اللہ کی حفاظت میں بالکل

خیریت سے رہے" قرآن کریم پ۱۰ ع ۱۲" (مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۸، روح البیان ج ۱۰۹۰۲)

سبق: ۱۔ قرآن پاک میں اس واقعہ کے ضمن میں اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ فرما کر اللہ تعالےٰ نے صدیق اکبر کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا صحابی فرمایا ہے لہٰذا جو شخص صدیقِ اکبر کی صحابیت کا منکر ہے وہ کافر ہے۔

۲۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرما کر یعنی "غم نہ کر اللہ ہمارے یعنی ہم دونوں کے ساتھ ہے" یہ ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالےٰ صدیق اکبر کے ساتھ ہے، معلوم ہوا کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو تختِ خلافت پر متمکن ہوئے یہ آپ ہی کا حق تھا اور آپ غاصب و ظالم نہ تھے اس لئے کہ اللہ غاصب و ظالم کے ساتھ نہیں ہوتا پھر اگر کوئی ظالم آپ کو ظالم کہے تو اس نے گویا آیت لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کا انکار کر دیا۔

۳۔ شبِ ہجرت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر کے گھر تشریف لے جا کر انہیں اپنے ساتھ لے چلنا اور صدیقِ اکبر کا سب کچھ چھوڑ کر حضور کے ساتھ چل پڑنا بتاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیقِ اکبر سے اور صدیقِ اکبر کو حضور سے انتہائی محبت تھی۔

۴۔ غار کے اندر حضور کو باہر ٹھہرا کر صدیقِ اکبر کا پہلے خود اندر جانا اور بلوں کو اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر بند کرنا اور پھر ایک بل پر اپنی ایڑی رکھ دینا بتاتا ہے کہ صدیقِ اکبر کو مال و جان سے بھی حضور زیادہ پیارے

تھے اور یہی کمالِ ایمان کی نشانی ہے جو سب سے زیادہ صدیقِ اکبر میں نظر آتی ہے۔

۵۔ مقامِ ڈنک پر حضور کا اپنا لعابِ دہن شریف لگا کر شفا بخش دینا ثابت کرتا ہے کہ حضور کا لعابِ دہن شریف بھی دافع البلاء ہے۔

۶۔ ارشادِ مصطفےٰ کی تعمیل کرتے ہوئے درخت کا اپنے مقام سے چل کر غار کے منہ پر آ جانا بتاتا ہے کہ ہمارے حضور کا حکم و تصرف کائنات کے ہر ذرہ پر جاری ہے۔

۷۔ کافروں کا غار کے منہ تک آ پہنچنا اور پھر وہاں سے مایوس و نامراد لوٹنا بتاتا ہے کہ حق کے مقابلہ میں ساری سکیمیں اور تدبیریں خاک میں مل جاتی ہیں۔

حکایت نمبر ۱۲۷

آسمان کے تارے

ایک رات جب کہ آسمان صاف تھا اور ستارے چمک رہے تھے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے حضرت عائشہ نے آسمان کی طرف دیکھ کر حضور سے دریافت فرمایا یا رسول اللہ! جتنے آسمان کے تارے ہیں اتنی کسی شخص کی نیکیاں بھی ہیں؟ حضور نے فرمایا ہاں! صدیقہ نے

عرض کیا، حضور! وہ کس کی؟ حضور نے فرمایا عمر کی۔

ام المومنین عائشہ صدیقہ کا خیال تھا کہ حضور صدیق اکبر کا نام لیں گے مگر حضرت عمر کا نام سن کر صدیقہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اور میرے والد کی نیکیاں کدھر گئیں، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عائشہ! عمر کی سب نیکیاں ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہیں۔
(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۲)

سبق: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی شان ہے، نبیوں کے بعد سب سے بڑا مرتبہ آپ ہی کا ہے اور آپ جو شب ہجرت حضور صلے اللہ علیہ کی معیت میں رہے اس ایک ہی نیکی کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ آسمان کے تاروں کے برابر نیکیاں بھی اس ایک نیکی کے برابر نہیں ہو سکتیں۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے نیک و بد اعمال غائب نہیں بلکہ حضور سب کے اعمال کو جانتے ہیں، بعض نیکیاں علی الاعلان ہوتی ہیں مگر کئی نیکیاں پوشیدہ بھی ہوتی ہیں اور حضرت عمر کی جملہ نیکیاں جن میں علانیہ نیکیاں بھی تھیں اور پوشیدہ نیکیاں بھی ان سب نیکیوں کا علم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو تھا، جبھی تو فرمایا کہ عمر کی نیکیاں آسمان کے تاروں کے برابر ہیں۔

حکایت نمبر ۱۲۸

پانچ چیزیں

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جناب! یہ تو فرمایئے آپ اتنے بڑے مرتبہ کو کن باتوں سے پہنچ گئے؟

صدیق اکبر نے فرمایا، پانچ باتوں سے:۔

۱۔ میں نے لوگوں کو دو طرح کا پایا، ایک وہ جو دنیا کی طلب میں سرگرداں ہیں دوسرے وہ جو آخرت کی طلب میں کوشاں ہیں، میں نے مولیٰ کی طلب میں کوشش کی ہے۔

۲۔ میں جب سے اسلام میں آیا ہوں کبھی دنیا کا کھانا پیٹ بھر کر نہیں کھایا کیونکہ عرفانِ حق کی لذت نے مجھے اس دنیا کے کھانے سے بے نیاز کر دیا ہے۔

۳۔ جب سے اسلام لایا ہوں کبھی سیر ہو کر پانی نہیں پیا، کیونکہ محبتِ الٰہی کے پانی سے سیراب ہو چکا ہوں۔

۴۔ جب بھی مجھے دنیا و آخرت کے دو کام پیش آئے تو میں نے اخروی کام کو مقدم کیا اور دنیوی کام کی کچھ پرواہ کئے بغیر اخروی کام ہی کو اختیار کیا۔

۵۔ میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا اور میری یہ صحبت حضور کے ساتھ بڑی اچھی رہی۔ (نزہتہ المجالس ص ۳۰۴ ج ۲)

سبق: حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امت میں سب سے بڑے طالب مولا عارف کامل محبِ حق متقی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔

حکایت نمبر ۱۲۹

پلصراط کی راہداری

ایک دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے، مولا علی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا جناب مجھے دیکھ کر آپ مسکرائے کیوں؟ صدیق اکبر نے فرمایا اے علی! مبارک ہو، مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک علی کسی کو پلصراط سے گذرنے کی چٹھی نہ دے گا تب تک وہ پلصراط سے گذر نہ سکے گا، اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسکرا پڑے اور فرمایا اے خلیفۃ المسلمین! آپ کو بھی مبارک ہو، مجھ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! تم اس شخص کو پلصراط کی راہداری ہرگز نہ دینا جس کے دل میں ابوبکر کی عداوت ہو بلکہ اسی کو دینا جو ابوبکر کا محب ہو۔ (نزہتہ المجالس ص ۳۰۶ جلد ۲)

سبق: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت و غلامی سے کچھ فائدہ جبھی حاصل ہو سکتا ہے جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت بھی دل

میں ہو ورنہ برائے نام محبتِ علی کسی کام کی نہیں۔

حکایت نمبر ۱۳۰

انگوٹھی کا نقش

ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی انگوٹھی مبارک دی اور فرمایا کہ اس پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھوا لاؤ، صدیق اکبر گئے اور انگوٹھی پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھوالائے جب انگوٹھی حضور کی خدمت میں پیش کی تو اس پر لکھا تھا:۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اس کے ساتھ ہی صدیق اکبر کا اپنا نام بھی لکھا تھا، حضور نے دریافت فرمایا ابوبکر! ہم نے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھوانے کو کہا تھا مگر تم ہمارا نام بھی اور اپنا نام بھی لکھوالائے، عرض کیا حضور! میرا دل نہ مانتا تھا کہ خدا کے نام کے ساتھ آپ کا نام نہ ہو یہ آپ کا نام تو میں نے ہی لکھوایا ہے مگر میرا نام؟ یہ تو یہاں تک آتے آتے ہی لکھا گیا ہے ورنہ میں نے ہرگز نہیں لکھوایا اتنے میں جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! خدا فرماتا ہے، صدیق اس امر پر راضی نہ ہوئے کہ آپ کا نام ہمارے نام سے جدا کریں اور ہم اس امر پر راضی نہ ہوئے کہ صدیق کا نام آپ کے نام سے جدا کریں، صدیق نے آپ کا نام ہمارے نام کے ساتھ لکھوا دیا اور ہم نے صدیق کا نام آپ کے نام کے ساتھ لکھ

دیا (تفسیر کبیر صفحہ ۹۱ جلد ۱)

سبق: صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے رفیق ہیں اور ہر جگہ حضور کے ساتھ ہیں اور خود اللہ تعالےٰ اس رفاقت کا مؤید و شاہد ہے۔

حکایت نمبر ۱۳۱

خدا کی تصدیق

حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ایک دن یہودیوں کے ایک مدرسہ میں تشریف لے گئے اس دن یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم جس کا نام فنحاص تھا آیا ہوا تھا اور اس کی وجہ سے وہاں بہت سے یہودی جمع تھے، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے وہاں پہنچ کر فنحاص سے فرمایا اے فنحاص! اللہ سے ڈر اور مسلمان ہو جا، خدا کی قسم محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں جو حق لے کر آئے ہیں اور تم لوگ ان کی تعریف توریت و انجیل میں پڑھتے ہو لہٰذا تم مسلمان ہو جاؤ اور سچے رسول کی تصدیق کرو، نمازیں پڑھو زکوٰۃ دو اور اللہ کو قرضِ حسن دو تاکہ تم جنت میں جاؤ، فنحاص بولا اے ابوبکر! کیا ہمارا خدا ہم سے قرض مانگتا ہے؟ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ ہم غنی ہیں اور خدا فقیر ہے۔ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور فنحاص کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور فرمایا قسم بخدا! اگر ہم میں اور تم میں

معاہدہ نہ ہوتا تو اسی وقت تیری گردن الگ کر دیتا، فنحاص تھپڑ کھا کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور صدیق اکبر کی شکایت کی، حضور نے صدیق اکبر سے پوچھا تو صدیق اکبر نے عرض کیا، حضور اس نے یوں کہا تھا کہ ہم غنی ہیں اور اللہ فقیر ہے مجھے اس بات پر غصہ آیا تھا فنحاص اس بات سے پھر گیا اور کہنے لگا میں نے ہرگز ایسا نہیں کہا اسی وقت صدیق اکبر کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِیَآءُ

"یعنی اللہ نے ان لوگوں کا یہ قول سنا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔"

خدا تعالیٰ کی اس تصدیق و شہادت سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت واضح ہو گئی۔ (قرآن کریم پ ۴ ع ۱۰، روح البیان ص ۳۹۳ جلد ۱)

سبق: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دین کے معاملہ میں بڑے غیور تھے اور آپ کے جذبۂ صادقہ کی یہ نشان ہے کہ خدا تعالیٰ بھی آپ کے جذبۂ صادقہ کا مدّاح اور آپ کا مؤید ہے پھر جو شخص صدیق اکبر کا مداح نہیں وہ دراصل خدا ہی سے خفا ہے۔

حکایت نمبر ۱۳۲

بلال کی آزادی

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایک حبشی غلام تھے یہ مسلمان ہو گئے تو ان

کے مالک امیہ نے جو بڑا دشمنِ رسول کا فر تھا حضرتِ بلال کو بڑی سخت ایذائیں دینا شروع کیں، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے بہت بڑی قیمت کا سونا دے کر حضرتِ بلال کو آزاد کر دیا صدیق اکبر کا یہ ایثار اللہ کو بڑا پسند آیا اور قرآن میں ارشاد فرمایا کہ وہ (صدیق) محض اللہ کی رضا کے لئے مال خرچ کرتا ہے اور عنقریب وہ راضی ہو گا۔ (قرآن کریم پ۳۰ ع۱۸، روح البیان ص۶۶۱ جلد۴)

سبق: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا مال و زر سب کچھ اسلام پر قربان کر ڈالا اور خود اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں صدیق اکبر کی تعریف فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ ہم اسے راضی کریں گے پھر جو صدیق پر راضی نہیں تو خدا اس پر راضی نہیں۔

حکایت نمبر ۱۳۳
غزوۂ تبوک

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ یہ زمانہ نہایت تنگی اور قحط سالی کا تھا یہاں تک کہ دو، دو آدمی ایک کھجور پر بسر کرتے تھے سفر دور کا تھا اور دشمن کثیر اور قوی تھے حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں بڑی عالی ہمتی سے خرچ کیا دس ہزار مجاہدین کو سامان دیا اور دس ہزار دینار اس غزوے پر خرچ کیا ان میں سب سے پہلے حضرتِ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے اپنا کل مال حاضر کردیا، حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ اس دن اتفاقاً میرے پاس کچھ مال تھا میں نے سوچا کہ میں آج اس قدر ایثار کروں کہ ابوبکر سے بھی بڑھ جاؤں چنانچہ حضرتِ عمر نے اپنے کل مال کے دو حصّے کئے اور ایک حصہ گھر رکھ کر آدھا مال حضور کی خدمت میں لے آئے اور پھر اس خیال سے بہت خوش ہوئے کہ میں نے آج بہت ایثار کیا ہے آج ابوبکر آگے نہ بڑھ سکیں گے مگر کیا دیکھتے ہیں کہ پروانۂ شمعِ مصطفیٰ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اپنے گھر کا کل مال لئے حضور کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنی ساری پونجی بارگاہِ محبوب میں پیش کر دی حضرتِ عمر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ ان سے بڑھنا مشکل ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم حضرتِ صدیقِ اکبر کا یہ ایثار دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اے صدیق سب کچھ یہاں لے آئے ہو یہ تو بتاؤ کہ گھر کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ صدیق کا جواب یہ تھا کہ ؎

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس

تھوڑی دیر کے بعد جبریلِ امین حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالےٰ صدیق اکبر پر سلام فرماتا ہے اور فرماتا ہے یارسول اللہ! آپ صدیق اکبر سے پوچھئے کہ وہ اس عالمِ فقر میں مجھ (اللہ) سے راضی ہے یا ناراض؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغامِ خدا صدیقِ اکبر کو سنایا تو صدیق اکبر اس پیغام کی لذت سے عالمِ وجد میں آکر کہنے لگے :۔

اَسۡخَطُ عَنۡ رَبِّی ؟ اَنَا عَنۡ رَبِّی رَاضٍ، اَنَا عَنۡ رَبِّی رَاضٍ، اَنَا عَنۡ رَبِّی رَاضٍ کیا میں اپنے رب سے ناراض ہونگا؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں۔" (کنز الایمان ص ۵، ۲ ، تاریخ الخلفاء ص ۱۳۱)

سبق: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سارے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ قربانیاں فرمائی ہیں اور آپ نے راہ حق میں سب کچھ نچھاور کر دیا تھا اور آپ کا یہ مرتبہ ہے کہ خود خدا، وہ خدا جسکی رضا کی ساری خدائی طالب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں صدیق اکبر کی رضا چاہتا ہے صدیق کے لئے خاص اپنا سلام بھیجتا ہے پھر جو بدبخت صدیق اکبر کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن نہ ہوا تو اور کیا ہوا؟

حکایت نمبر ۱۳۴

دلیر و بہادر

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کھڑے ہو کر فرمایا بھلا تم جانتے ہو تمام لوگوں میں زیادہ بہادر اور شجاع کون ہے؟ حاضرین نے جواب دیا جناب آپ! فرمایا نہیں، بلکہ سب سے زیادہ دلیر و بہادر ابوبکر صدیق تھے اس کا امتحان یوں ہوا کہ جب بدر کا معرکہ پیش آیا تو ہم

نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چھپر تیار کیا اور حضور کو وہاں بٹھا کر کہا کہ حضور کی پاسبانی اور حفاظت کے لئے کون شخص کھڑا ہوگا؟ تاکہ بت پرستوں میں سے کوئی شخص آپ کے پاس نہ پہنچ سکے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس وقت صرف ابوبکر ہی آگے بڑھے اور اس بات کے متکفل ہو کر آپ کے سر مبارک پر ننگی تلوار لئے کھڑے رہے (نزہتہ المجالس ص ۳۱۰ ج ۲)

سبق: صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ سخی بھی اور سب سے زیادہ جری بھی تھے اور اس بات کے گواہ خود حضرتِ مولا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

حکایت نمبر ۱۳۵

خطبۂ خلافت

حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ جب تختِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے ایک مجمعِ عام میں یہ تقریر فرمائی:۔

فرمایا — بھائیو اور عزیزو! قرعۂ انتخاب میرے نام پڑا اور میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوگیا۔ گو میں تم سے بہتر و افضل نہ تھا مگر میں تمہارا سردار مقرر کردیا گیا ہوں لیکن میری سرداری قیصر و کسریٰ جیسی سرداری نہیں کہ کسی کو میرے کام میں مجال دم زدن نہ ہو، خوب سمجھ لو کہ تمہارے اندر جو قوی ہے میرے نزدیک اس وقت تک کمزور و ضعیف ہے جب تک کہ میں ضعیف کو اس سے حق نہ دلوادوں اور جو تم میں ضعیف ہے وہ

میرے نزدیک قوی ہے تا وقتیکہ میری اعانت سے اسے اس کا حق نہ مل جائے دیکھو ایک بات اور ہے جہاد سے کبھی تساہل نہ برتنا اس طریقہ کو ہرگز ترک نہ کرنا، یاد رکھو جو قوم جہاد کو چھوڑ دیتی ہے وہ دنیا میں خواریوں اور رسوائیوں کی نذر ہو جاتی ہے، راستی اور راست روی امانت ہے، کجروی اور کذب بیانی خیانت ہے۔ جب تک میں اللہ اور اللہ کے رسول کا فرمانبردار ہوں اسی وقت تک تم پر میری اطاعت واجب ہے، اور جب مجھے ایسا کرتے نہ دیکھو بلا تکلف میری اطاعت سے انکار کر دو اس وقت میری اطاعت تم پر واجب نہیں تمہارا فرض ہے کہ تم مجھے سیدھے راستے پر چلاؤ۔ (تاریخ اسلام صن۱۳)

سبق: صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باتفاق مسلمین خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے اور آپ کا مقصد محض اعلائے کلمۃ الحق اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کا نفاذ تھا کوئی دنیوی غرض نہ تھی اور وہ اپنے آپ کو اللہ، رسول کا غلام سمجھتے تھے اور رعایا کو آزادی دے دی تھی کہ وہ خلافِ شریعت حرکت اپنے خلیفہ میں دیکھیں تو اس کی اطاعت نہ کریں۔

حکایت نمبر ۱۳۶

پراسرار خادم

اطرافِ مدینہ منورہ میں ایک اندھی بڑھیا عورت رہتی تھی جس کا

کوئی عزیز نہ تھا، حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر روز رات کو اس کے گھر آتے اور اس کا پانی بھر دیتے اور بھی جو کچھ اس کا کام ہوتا کر دیتے ایک روز رات کو اس بڑھیا کے گھر آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کا سارا کام کوئی دوسرا شخص کر گیا ہے، دوسرے روز آئے تو اس روز بھی آپ سے پہلے ہی کوئی شخص اس کا سارا کام کر گیا تھا، اسی طرح حضرتِ عمر ہر روز اس کی خدمت کے لئے آتے تو آپ دیکھتے کہ اس بڑھیا کا کام کوئی دوسرا شخص کر گیا ہے آپ حیران رہ گئے کہ یہ کون ہے جو مجھ سے پہلے ہی یہاں پہنچ کر اس بڑھیا کا پانی بھی بھر جاتا ہے اور اس کا سارا کام بھی کر جاتا ہے چنانچہ آپ ایک روز بہت جلدی آئے اور اس انتظار میں رہے کہ دیکھیں یہ پراسرار خادم کون ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد آنے والا آیا اور اس بڑھیا کا کام کرنے لگا، فاروقِ اعظم یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ پراسرار خادم خلیفۃ المسلمین حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۵۹)

سبق: اتنا بلند مرتبت خلیفہ اور یہ تواضع وجذبۂ خدمت کہ ایک اندھی بڑھیا کی خدمت اپنے ذمہ لے لی، یہ اس بات کی نشانی ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سچے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ ہی خلافت کے حق دار تھے ورنہ دنیا پرست اور جاہ طلب بادشاہوں میں ایسی باتیں کب نظر آتی ہیں؟ اور معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا امیر اصل میں مسلمانوں کا خادم ہوتا ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی امیر غریب ساری رعایا کی خبر رکھے اور سب کے کام آئے۔

حکایت نمبر ۱۳۷

فراقِ محبوب

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبّت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد آپ فراقِ محبوب کے صدمہ سے بیچین رہنے لگے اور تھوڑی مدت کے بعد ہی آپ بیمار پڑ گئے آپ کے علاج کے لئے ایک طبیب کو بلایا گیا، طبیب نے بڑے غور سے دیکھا اور کہا کہ یہ مریض کسی کی محبت میں بیمار ہے اور ان کا محبوب ان سے جدا ہے اسی فراقِ محبوب کے غم میں یہ بیمار ہوئے ان کا علاج بجز دیدارِ یار کے اور کچھ نہیں جہاں تک ہو سکے ان کے محبوب کو انہیں دکھاؤ۔ (سیرت الصالحین ص : ۹۰)

سبق: صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سچے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے محبّ وطالب تھے۔

حکایت نمبر ۱۳۸

دیدارِ محبوب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک رات خواب دیکھا کہ حضور

صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے بدن مبارک پر دو سفید کپڑے تھے تھوڑی دیر بعد وہ دونوں سفید کپڑے سبز رنگ کے ہوگئے اور اس قدر چمکنے لگے کہ نگاہ ان پر نہ ٹھہر سکتی تھی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سامنے تشریف لاکر حضرت ابوبکر سے السلام علیکم فرمایا اور مصافحہ کیا اور اپنا نورانی ہاتھ حضرت ابوبکر کے سینہ پر رکھا جس کے سبب ساری قلب اور سینہ کی تکلیف دور ہوئی پھر فرمایا کہ اے ابوبکر! کیا ابھی ہم سے ملنے کا وقت نہیں آیا؟ حضرت ابوبکر یہ بات حضور سے سن کر اس قدر روئے کہ سارے گھر والوں کو خبر ہوگئی، پھر عرض کیا وَا شَوْقَاهُ اِلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ "یارسول اللہ! دیکھئے آپ کی ملاقات کا شرف کب مجھے حاصل ہوتا ہے"۔ حضرت ابوبکر کا فراق میں رونا سن کر حضور نے فرمایا، گھبراؤ نہیں اب ہماری تمہاری ملاقات کا وقت قریب ہے، اس خواب کو دیکھ کر حضرت ابوبکر بہت خوش ہوئے۔

(سیرۃ الصالحین ص ۹۲)

سبق .. صدیقِ اکبر کو حضور سے اور حضور کو صدیق سے بڑی محبّت تھی۔

حکایت نمبر ۱۳۹

وصیّت

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری مرض میں حضرت علی رضی اللہ عنہ

کو بلایا اور وصیت فرمائی کہ اے علی! جب میری وفات ہو جائے تو مجھے تم اپنے ہاتھوں سے غسل دینا کیونکہ تم نے ان ہاتھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا ہے پھر مجھے میرے پرانے کپڑوں میں کفن دے کر اس حجرہ شریف کے سامنے رکھ دینا جس میں حضور کا مزار ہے پھر اگر بغیر کنجیوں کے قفل خود بخود کھل جائے تو اندر دفن کر دینا ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں لیجا کر دفن کرنا

(سیرۃ الصالحین صد ۹۱)

سبق: صدیق اکبر جن کے وصال میں جان دے رہے ہیں چاہتے ہیں کہ وصال کے بعد مجھے اسی محبوب کی آغوشِ رحمت میں جگہ ملے۔ معلوم ہوا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے دل و جان سے چاہنے والے اور سچے محبّ تھے۔

حکایت نمبر ۱۴۰

ابو عبیدہ کا خواب

جس وقت صحابہ کرام کا لشکر ملک شام کے فتح کرنے میں مشغول تھا اور دمشق فتح کرنے کا منصوبہ درپیش تھا مگر دمشق کے فتح کرنے میں کسی قدر دقتیں پیش آ رہی تھیں اور صحابہ کرام کو ایک قسم کا تردد لاحق تھا ایسی حیرانی کے وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا

کہ میرے خیمہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ابو عبیدہ کو بشارت دی کہ اے ابو عبیدہ! مسلمانوں سے کہہ دو کہ آج یہ مقام فتح ہو جائے گا، اطمینان رکھو یہ فرما کر حضور نے بہت جلد واپسی کا عزم فرمایا حضرت ابو عبیدہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس وقت حضور کو جلدی اتنی کیوں ہے؟ فرمایا اے ابو عبیدہ! آج ابوبکر کی وفات ہو گئی ہے میں ان کا جنازہ تیار چھوڑ کر آیا ہوں مجھے ابھی ابوبکر کے جنازہ پر واپس جانا ہے یہ فرما کر حضور فوراً واپس تشریف لے گئے۔ (سیرۃ الصالحین ص ۹۲)

سبق: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے ایک خاص تعلق تھا اور حضور کی یہاں بھی اور وہاں بھی صدیقِ اکبر پر ایک خاص نظرِ رحمت رہی ہے۔

حکایت نمبر ۱۴۱

جنازہ

حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال مبارک سے پہلے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو فرما دیا تھا کہ میرے جنازہ کو تیار کر کے حجرہ شریف جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزارِ انور ہے کے سامنے رکھ کر عرض کرنا السلام علیک یا رسول اللہ، یہ ابوبکر آپ کے دروازے پر حاضر ہے پھر جیسا حکم ہو کرنا، چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جنازہ کو حجرہ کے

سامنے رکھ کر عرض کیا گیا یا رسول اللہ ! یہ آپ کے یارِ غار ابوبکر آپ کے دروازہ پر حاضر ہیں اور ان کی تمنا آپ کے حجرہ میں دفن ہونے کی ہے اگر اجازت ہو تو حجرہ شریف میں دفن کیا جائے، یہ سن کر حجرہ شریف کا دروازہ جو پہلے بند تھا خود بخود کھل گیا اور آواز آئی :-

اُدْخِلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ فَاِنَّ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ مُشْتَاقٌ - "حبیب کو حبیب سے ملا دو کیونکہ حبیب کو حبیب سے ملنے کا اشتیاق ہے۔"

جب حجرہ شریف سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دفن کرنے کی اجازت ہوئی تو جنازہ مبارک کو اندر لے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک کے قریب آپ کو دفن کر دیا گیا۔ (سیرۃ الصالحین صہ ۹۲)

سبق : صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بلند و بالا شان اسی بات سے ظاہر ہے کہ آپ ہی ثانی اثنین فی الغار ہیں اور آپ ہی ثانی اثنین فی المزار بھی ہوئے، معلوم ہوا کہ نبیوں کے بعد صدیق اکبر کا کوئی ثانی نہیں

حکایت نمبر ۱۴۲

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اللہ سے یہ دعا کی اے اللہ ! عمر بن خطاب کے وجود سے اسلام کو عزت دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

دعا ہو اور پھر قبول نہ ہو چنانچہ ادھر تو یہ دعا ہوئی اور ادھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینے کے ارادہ سے گھر سے نکلے راستے میں آپ کو ایک شخص نے مل کر پوچھا کہ عمر! تم کہاں جاتے ہو؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے۔ اس نے کہا، بھلا اگر تم نے ایسا کیا تو بنی ہاشم سے کس طرح امن میں رہ سکتے ہو؟ اور پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو، عمر! تمہاری بہن فاطمہ اور تمہارے بہنوئی سعید بن زید دونوں کے دونوں مسلمان ہو چکے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کی یہ گفتگو سن کر غصہ میں تھر تھر کانپنے لگے اور بولے اچھا تو میں پہلے ان ہی دونوں کا کام تمام کرتا ہوں، یہ کہہ کر آپ اپنی بہن کے گھر آئے اور تھوڑی دیر ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر اپنی بہن کی آواز کو سنا اور پھر دفعتہً گھر کے اندر چلے گئے اور بہن سے کہنے لگے کہ یہ آواز کیسی تھی جو اس وقت میں نے تم دونوں سے سُنی؟ اس وقت حضرت عمر کی بہن کے گھر میں ایک شخص بیٹھے ان کی بہن اور بہنوئی کو سورت طٰہٰ پڑھا رہے تھے انہوں نے جونہی حضرت عمر کی آہٹ پائی فوراً مکان کے ایک گوشہ میں چھپ گئے جب حضرت عمر نے غضب کے لہجہ میں یہ الفاظ کہے تو آپ کے بہنوئی سعید کہنے لگے، عمر! بھلا اگر ہم حق پر ہوں تو بھی آپ ہمیں برا سمجھیں گے؟ اس پر حضرت عمر کو اور زیادہ غصہ آیا اور آپ نے اپنے بہنوئی کو بڑے زور سے دھکا دیا اور دو چار زور سے گھونسے بھی مار دیئے، آپ کی بہن فاطمہ اپنے شوہر کی یہ کیفیت دیکھ کر بڑی بے تابی سے اٹھیں اور بھائی کو خاوند سے علیحدہ کیا مگر حضرت عمر نے انہیں بھی مار کر اپنے دل کا خوب غبار

نکلا یہاں تک کہ ان کا چہرہ لہولہان ہو گیا، جب حضرت عمر ان دونوں سے علیحدہ ہوئے تو بہن سے کہا لاؤ مجھے وہ صحیفہ تو دکھاؤ جسے تم پڑھ رہی تھیں، فاطمہ نے کہا بھائی اسے پاک لوگ چھو سکتے ہیں پہلے آپ پاک ہولیں، حضرت عمر اٹھے اور بہن کی ہدایت کے مطابق وضو کیا اور وضو کر کے اس صحیفہ کو ہاتھ میں لیا، اس میں لکھا تھا:

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى آپ ان آیتوں کو پڑھتے پڑھتے اِنَّنِىْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ

تک پہنچے تھے۔

کہ کلام الٰہی آپ پر اپنا اثر ڈال گیا اور آپ نے اسی وقت بچشم تر فرمایا مجھے فوراً محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو، حضرت عمر کی گفتگو سن کر ان صحابی کو جو آپ کے بہن بہنوئی کو تعلیم دے رہے تھے اطمینان ہوا اور اندر سے نکل کر کہا، عمر! تمہیں بشارت ہو کہ میں نے جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ آپ جناب الٰہی میں یوں دعا کرتے ہیں:۔

"الٰہی عمر بن الخطاب کے وجود سے اسلام کو عزت دے"۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہونے کو چلے دروازہ پر دیکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ اور چند آدمی کھڑے ہیں ان لوگوں نے حضرت عمر کو دیکھا تو ڈر گئے اور حضرت عمر کی دہشت ان پر طاری

ہوگئی، حضرت حمزہ نے کہا خدا تعالیٰ اگر حضرت عمر کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے اسلام کی ہدایت کرے گا اور اگر خدا نے اس کے علاوہ کوئی دوسری بات چاہی ہے تو عمر کو قتل کر ڈالنا ہم پر کوئی مشکل نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر کے آنے کی خبر پہنچی تو آپ باہر تشریف لائے اور ان کے کپڑے کو پکڑ کر فرمایا، عمر! کیا تم اب بھی باز نہ آؤ گے؟ اور پھر آپ نے وہی دعا مانگی اور فرمایا، "الٰہی عمر بن الخطاب کے وجود سے اسلام کو عزت دے"، جونہی حضرت کی زبان سے یہ کلمات نکلے، حضرت عمر بے ساختہ پکار اٹھے:۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعلان حق سنتے ہی موجودہ مسلمانوں نے ایسے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا کہ تمام مسجد والوں نے سن لیا۔

(تاریخ الخلفاء ص: ۹۷، نزہۃ المجالس ص ۳۱۳ ج ۲)

سبق: سارے صحابہ کرام علیہم الرضوان بہت بڑی شان، اور بڑے رتبے کے مالک ہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ ایک امتیازی شان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو اللہ سے مانگ کر لیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز خواہش و تمنا سے حاصل کی جائے وہ بڑی عزیز اور محبوب ہوتی ہے پھر جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوں وہ گویا مرضیٔ مصطفےٰ کے خلاف ہیں۔

حکایت نمبر ۱۴۳

اعلانِ حق

حضور علیہ السلام پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے اور مسلمان ہو گئے تو اسلام کی شوکت کو چار چاند لگ گئے اور کفر کے گھر صفِ ماتم بچھ گئی۔ مسلمانوں کی تعداد ابھی بہت تھوڑی تھی اور مسلمان اپنے فرائض کی ادائیگی علی الاعلان نہ کر سکتے تھے مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے داخلِ اسلام ہوتے ہی مسلمانوں میں ایک خاص جذبہ پیدا ہو گیا اور حضرت عمر نے ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دینِ حق پر ہیں اور کفار باطل پر تو ہم اپنے دین کو کیوں چھپائیں ؟ یا رسول اللہ ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دینِ برحق کے ساتھ بھیجا ہے مجھ سے وہ مجلس کبھی باقی نہیں رہ سکتی جس میں کفر کی مدد کے لئے نہ بیٹھا تھا مگر اب اسلام کے اظہار و امداد کے لئے ضرور بیٹھوں گا اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجلسِ نبوی سے باہر نکلے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا، آپ کعبہ کے ارد گرد گھوم رہے تھے اور کلمہ شریف زور زور سے پڑھ رہے تھے مشرکینِ مکہ یہ سن کر آپ پر جھپٹ پڑے اور سب نے مل کر حملہ کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تن تنہا سب کا مقابلہ کیا اور ان میں سے ایک مشرک کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ کر اپنی دونوں انگلیاں اس کی دونوں آنکھوں میں ڈال دیں جونہی وہ شخص

پہنچا تمام مشرکین حضرتِ عمر کے خوف سے بھاگ گئے اور پھر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے علی الاعلان ہر مجلس میں آوازِ حق بلند کی اور کفار کو چیلنج دے دیا کہ جو شخص نبیِ برحق اور دینِ حق کی مخالفت کرے گا میری تلوار اس کا فیصلہ کرے گی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! کوئی مجلس باقی نہیں رہی جس میں میں نے اعلانِ حق نہ کر دیا ہو، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور کعبہ کی طرف چلے آپ کے آگے آگے تو حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ چلے جاتے تھے اور پیچھے پیچھے حضرتِ حمزہ رضی اللہ عنہ، حتیٰ کہ آپ نے خانہ کعبہ کا علانیہ طواف کیا اور مسلمانوں نے کھلم کھلا نماز پڑھی۔ (نزہۃ المجالس صفحہ ۳۱۴ جلد ۲)

سبق: حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور یہ ساری برکتیں حضور ہی کی تھیں مگر ان کا ظہور حضرتِ عمر کے وجود سے ہوا پھر جسے حضرتِ عمر سے کوئی شکایت ہے تو اسے گویا غلبۂ اسلام ہی کی شکایت ہے۔

حکایت نمبر ۱۴۴

قفلِ جہنم

حضرتِ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرتِ عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا، اے قفلِ جہنم کے

بیٹے! حضرت عبداللہ اپنے والدِ ماجد کے متعلق یہ جملہ سن کر بڑے پریشان ہوئے اور گھر جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ابا جان! عبداللہ بن سلام نے آپ کو قفلِ جہنم کہا ہے۔ حضرت عمر نے یہ بات سنی تو عبداللہ بن سلام کے پاس پہنچے اور دریافت فرمایا کہ آپ نے میرے حق میں یہ لفظ کیوں استعمال فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن سلام کہنے لگے اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے میرے باپ نے اور انہیں ان کے آباؤ اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خبر دی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ پیغمبر آخر الزّمان حضرت محمدؐ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایک شخص پیدا ہوگا جسے عمر بن الخطاب کہا جائے گا وہ مبارک نفس جب تک امتِ محمدیّہ میں رہے گا تب تک جہنم کا دروازہ بند رہے گا گویا وہ جہنم کا قفل ہوگا لیکن جب اس کا انتقال ہو جائے گا تو جہنم کا دروازہ کھل جائے گا اور لوگ اپنی نفسانی خواہشوں میں مبتلا ہو کر ادھر ادھر پریشان ہو کر متفرق ہو جائیں گے (نزہتہ المجالس ص ۳۱۸ جلد ۲)

سبق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی پر گستاخانہ حملے کرنے والا اپنے لئے جہنم کا قفل کھولتا ہے۔

حکایت نمبر ۱۴۵

دبدبۂ فاروق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنگ سے واپس تشریف لائے تو ایک لڑکی

نے آکر عرض کی یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی تھی کہ اللہ تعالےٰ میدانِ جنگ سے آپ کو بخیریت واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی، حضور نے فرمایا، اچھا اگر تم نے یہی نذر مانی ہے تو اپنی نذر پوری کر لو چنانچہ وہ لڑکی دف بجانے لگی، اتنے میں حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور وہ لڑکی دف بدستور بجاتی رہی پھر حضرتِ علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو وہ لڑکی پھر بھی دف بجاتی رہی، پھر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے تو اس لڑکی نے فوراً دف کو رانوں کے نیچے چھپا لیا اور خود اس دف کے اوپر بیٹھ گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات دیکھ کر فرمانے لگے، عمر شیطان تجھ سے بہت ڈرتا ہے۔ یہ لڑکی میرے سامنے تو دف بجاتی رہی مگر تجھے دیکھ کر اس نے دف کو چھپا لیا

(مشکوٰۃ شریف ص۵۵۰)

سبق: یہ حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کا دبدبہ ہے کہ شیطان آپ کے وجود سے ڈرتا ہے بلکہ وہ آپ کا نام بھی سن لے تو کانپ اٹھتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مختار ہیں کہ جس کو چاہیں اور جس بات کی چاہیں اجازت دے دیں۔

حکایت نمبر ۱۴۶

غیرتِ فاروق

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے

تو فرمایا، میں نے جنت میں ایک بہت بڑا محل دیکھا جس کے صحن میں ایک عورت بیٹھی وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا یہ محل کس کا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ محل عمر کا ہے۔

اے عمر! میں محل کے اندر جاتا مگر تمہاری غیرت کو یاد کر کے میں اندر نہیں گیا اور واپس چلا آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں آپ پر غیرت کرتا؟ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! ایسا کب ہو سکتا ہے پھر حضرت عمر رونے لگے (مشکوٰۃ شریف صہ ۵۴۹ تاریخ الخلفاء ص: ۸۳)

سبق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیور تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سب کے آقا و مولیٰ ہیں آپ کی غیرت کی گواہی دے رہے ہیں پھر جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی پر گستاخانہ حملے کرے وہ کس قدر بے غیرت ہے۔

حکایت نمبر ۱۴۷

عدلِ فاروق

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدائن کسریٰ میں ایک لشکر بھیجا، جب لشکر دجلہ کے کنارے پر پہنچا تو وہاں کوئی جہاز اور کشتی نہ تھی جس کے ذریعہ پار ہوتے، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

جو اس لشکر کے جرنیل تھے اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر سے آگے بڑھ کر فرمایا کہ اے دریا! اگر تو حکمِ الٰہی سے چلتا ہے تو ہم تجھے حرمتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عدلِ عمر کا واسطہ دیتے ہیں کہ تو ہمیں رستہ دیدے تاکہ ہم باآسانی پار ہو جائیں یہ کہہ کر ان دونوں باہمت جرنیلوں نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اور جب جانثار اور وفادار لشکر نے اپنے سرداروں کے گھوڑے دریا میں دیکھے تو سب نے دفعتاً گھوڑوں کی باگیں چھوڑ دیں اور دریا میں کود پڑے، دریا نے ان پاک لوگوں کو رستہ دے دیا اور ان کے گھوڑوں کے کھر تک پانی سے تر نہ ہوئے۔ اور وہ صحیح سالم پار ہو گئے۔ (نزہتہ المجالس ص ۲۱۹ ج ۲)

سبق: حضرت رضی اللہ عنہ کے عدل کی برکت تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ظہور پذیر ہوئی اور بغیر کسی جہاز و کشتی کے سارا لشکر دریا سے پار ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سچے مسلمان اپنے نبی کی حرمت اور اپنے امیر کی عدالت پر اعتماد رکھتے ہیں اور بڑی سے بڑی رکاوٹ کو بھی خاطر میں نہیں لاتے۔

حکایت نمبر ۱۴۸

غیبی آواز

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ملک میں اپنا لشکرِ جہاد کے لئے

بھیجا اور اس لشکر کا افسر حضرتِ ساریہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، حضرتِ ساریہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر اس ملک میں گئے اور کافروں سے جہاد کرنے لگے، ادھر مدینہ منورہ میں ایک روز خطبہ دیتے ہوئے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے آواز دی، "اے ساریہ پہاڑ کے ساتھ رہو اور پہاڑ کو اپنے پیچھے رکھو"، لوگ حیران ہوئے کہ خطبہ کے اندر یہ بے جوڑ بات کیسی؟ ساریہ تو یہاں سے دور کسی ملک میں لڑ رہا ہے پھر یہاں سے آواز دینے کا کیا معنی؟ تھوڑے دنوں کے بعد میدانِ جہاد سے ایک قاصد آیا اور اس نے بتایا کہ ہمارا مقابلہ کافروں سے ہو رہا تھا اور کافر ہم پر غالب آ رہے تھے کہ ہمیں ایک غیبی آواز سنائی دی، "اے ساریہ پہاڑ کے ساتھ رہو اور پہاڑ کو اپنے پیچھے رکھو"، چنانچہ ہم نے اس ہدایت پر عمل کیا اور پہاڑ کو پیچھے رکھ کر ہم نے اپنی پشت کو محفوظ کر لیا اور پھر دشمن سے ڈٹ کر مقابلہ کیا تو دشمن شکست کھا گیا اور اللہ نے ہمیں فتح دی۔

سبق: فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فاروقِ اعظم کی برکت سے مسلمانوں کو بڑی فتوحات حاصل ہوئیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا کے مقبولوں کی نظر کے سامنے کوئی چیز حجاب نہیں بنتی اور وہ دور کی چیزیں بھی دیکھ لیتے ہیں اور اپنے بیکسوں کی مدد فرماتے ہیں اور ان کی امداد سے بگڑے ہوئے کام سنور جاتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے دور کی آواز بھی سن لیتے ہیں جیسے کہ حضرتِ ساریہ نے

حضرتِ عمر کی آواز سن لی۔

حکایت نمبر ۱۴۹

نظرِ ایمان

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک خواب دیکھا کہ مسجدِ نبوی میں خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھا رہے ہیں اور حضرتِ علی بھی حضور کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے ہیں، سلام پھیرنے کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسجد کی دیوار سے پشتِ انور لگا کر بیٹھ گئے اتنے میں ایک عورت کھجوروں کا ایک طباق لے کر حاضر ہوئی اور حضور کے سامنے وہ طباق رکھ دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک کھجور اٹھائی اور حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی اور باقی کھجوریں دوسرے نمازیوں میں تقسیم فرما دیں، حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی اور آپ نے دیکھا کہ زبان پر وہی کھجور کا ذائقہ اور شیرینی موجود ہے، ٹھیک صبح کے وقت آپ کی آنکھ کھلی آپ فوراً مسجد میں پہنچے، آپ نے دیکھا کہ حضرتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں آپ جماعت میں شامل ہو گئے، سلام پھیرنے کے بعد حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح مسجد کی دیوار سے تکیہ لگا بیٹھ گئے جس طرح حضرتِ علی نے رات کو خواب میں حضور کو دیکھا تھا،

تھوڑی دیر کے بعد ایک عورت بھی کھجوروں کا ایک طباق لے کر آ گئی اور فاروقِ اعظم کی خدمت میں پیش کر دیا، حضرتِ عمر نے بھی اس طباق سے ایک کھجور اٹھائی اور حضرتِ علی کو دے دی اور باقی سب کھجوریں دوسرے نمازیوں میں بانٹ دیں۔ حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیرالمومنین! ایک کھجور مجھے اور بھی دے دیتے تو کیا بات تھی حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے علی المرتضیٰ! اگر رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ کو دوسری کھجور عنایت فرماتے تو اس وقت میں بھی آپ کو دوسری کھجور دے دیتا جب سرکار نے نہ دی تو میں کیسے دوں؟

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ بولے اے عمر! یہ خواب کا واقعہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا؟ حضرتِ عمر نے فرمایا اے علی! بندہ مومن نورِ ایمان سے سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔ (نزہتہ المجالس صفحہ ۱۵۷ جلد ۲)

سبق: جس مصلّٰے پر حضرتِ علی نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں نماز پڑھاتے دیکھا اسی مصلّٰے پر حضرتِ فاروقِ اعظم کو جاگتے میں نماز پڑھاتے دیکھ لیا، گویا فاروقِ اعظم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کی نظر سے کوئی بات چھپی نہیں رہتی پھر جو بارگاہِ ایمان حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یوں کہے کہ ان کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ تھی کس قدر بے خبر اور بے علم ہے۔

حکایت نمبر ۱۵

فیصلہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک یہودی اور ایک منافق میں کسی بات پر جھگڑا پیدا ہوگیا، یہودی چاہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو میں اسے حضرتِ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلوں چنانچہ وہ کوشش کر کے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عدالت میں لے آیا اور حضور نے واقعات سن کر فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا۔ وہ منافق یہودی سے کہنے لگا کہ میں تو عمر کے پاس چلوں گا اور ان کا فیصلہ منظور کروں گا، یہودی بولا، عجب الٹے آدمی ہو، کوئی بڑی عدالت سے ہو کر چھوٹی عدالت میں بھی جاتا ہے؟ جب تمہارے پیغمبر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) فیصلہ دے چکے تو اب عمر کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر وہ منافق نہ مانا اور اس یہودی کو لے کر حضرتِ عمر کے پاس آیا اور حضرتِ عمر سے فیصلہ طلب کرنے لگا، یہودی بولا جناب! پہلے یہ بات سن لیجئے کہ ہم اس سے قبل محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) سے فیصلہ لے آئے ہیں اور انہوں نے فیصلہ میرے حق میں دیا ہے مگر یہ شخص اس فیصلہ پر مطمئن نہیں اور اب یہاں آپ کے پاس آ پہنچا ہے، حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو آپ نے فرمایا، اچھا ٹھہرو میں ابھی آیا

اور ابھی تمہارا فیصلہ کرتا ہوں، یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے اور پھر ایک تلوار لے کر نکلے اور اس منافق کی گردن پر یہ کہتے ہوئے ماری کہ، "جو حضور کا فیصلہ نہ ملانے اس کا فیصلہ یہ ہے"

حضور صلے اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا واقعی عمر کی تلوار کسی مومن پر نہیں اٹھتی اس کے بعد پھر اللہ تعالے نے بھی یہ آیت نازل فرمادی:۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

"تیرے رب کی قسم! یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمہیں یارسول اللہ اپنا حاکم نہ مانیں اور تیرا فیصلہ تسلیم نہ کریں"
(تاریخ الخلفاء ص ۸۸)

سبق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اس بات پر یقین تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم حاکم اعلےٰ ہیں اور ان کا فیصلہ ہی مومن کے لئے واجب العمل ہے اور ان کا فیصلہ تسلیم نہ کرے وہ مجرم ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی تائید فرماتے ہیں اور خود خدا بھی تائید فرماتا ہے۔

حکایت نمبر ۱۵۱
پانی پر حکومت

مصر کا دریائے نیل ہر سال خشک ہو جاتا تھا اور تا وقتیکہ ایک

ایک کنواری خوبصورت لڑکی کی بھینٹ نہ لے لیتا، اسی طرح خشک رہنا اور جاری نہ ہونا تھا جتنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مصر فتح ہوا اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں کے گورنر مقرر ہوئے، کچھ عرصہ کے بعد حضرت عمرو بن العاص نے سنا کہ دریا خشک ہوگیا ہے آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا ہر سال یہ دریا اسی طرح خشک ہوجاتا ہے، لوگوں نے بتایا کہ ہاں جناب! اسی طرح خشک ہوجاتا ہے اور جب تک ہم ایک کنواری خوبصورت لڑکی اس کی بھینٹ نہ چڑھائیں یہ جاری نہیں ہوتا، گورنر صاحب نے فرمایا کہ یہ سال بہ سال ایک بے گناہ لڑکی کا ناحق قتل و خون اسلام کو منظور نہیں، صبر کرو اور دیکھو خدا کو کیا منظور ہے اور پھر آپ نے اسی وقت ایک چٹھی مدینہ منورہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھی جس میں دریا کے خشک ہوجانے اور ہر سال ایک کنواری لڑکی کے خون کا مفصّل واقعہ لکھا۔ ان کا یہ خط جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور آپ نے کیفیت معلوم کی تو اسی وقت آپ نے ایک خط دریا کے نام اور ایک گورنر صاحب کے نام تحریر فرمایا، جو خط دریا کے نام تھا اس کا مضمون یہ تھا:۔

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اِلٰی نِیْلِ مِصْرَ اَمَّا بَعْدُ اِنْ كُنْتَ تَجْرِیْ بِاَمْرِ اللّٰهِ فَاِنَّا نَسْئَلُ اِجْرَاءَكَ مِنَ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتَ تَجْرِیْ مِنْ عِنْدِكَ فَلَا حَاجَةَ لَنَا بِكَ۔

"یہ خط اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے دریائے نیل کے نام ہے، اے دریا! اگر تو خدا کے حکم سے بہتا تھا تو ہم اب بھی خدا ہی سے تیرا جاری ہونا مانگتے ہیں اور اگر تو تو اپنی مرضی سے بہتا ہے اور اپنی ہی مرضی سے رک جاتا ہے تو ہمیں تیری کوئی پرواہ اور ضرورت نہیں ہے۔"

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گورنر مصر کے نام یہ حکم نامہ لکھا کہ بجائے کسی لڑکی کے میرا یہ خط دریا کے اندر خشک ریت میں جا کر ڈال دینا امیر المؤمنین کا یہ انوکھا ارشاد سن کر سارے مصر میں دھوم مچ گئی، لاکھوں آدمی یہ منظر دیکھنے کو دریا پر جمع ہو گئے، مجمع کثیر کے ساتھ گورنر مصر بھی حضرت فاروق کا خط لے کر دریا پر پہنچے اور پھر دریا کے اندر جا کر فاروق اعظم کا حکم نامہ دریا کو پہنچا کر وہاں سے باہر چلے آئے، چند لمحوں کے بعد دریائے نیل خود بخود اس زور وشور سے جاری ہوا کہ کبھی بھینٹ لے کر بھی ایسا جاری نہ ہوا تھا اور ہر سال سے اس سال چھ گز پانی زیادہ اونچا آیا پھر اس دن سے ایسا جاری ہوا کہ آج تک بند ہونے کا نام نہ لیا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۰)

سبق: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خدا و مصطفیٰ کے سچے تابعدار تھے اور اسی کمال اتباع کا یہ نتیجہ تھا کہ دریا تک آپ کے فرمانبردار تھے اور آپ کی حکومت پانی پر بھی جاری تھی اور ایک آج ہم بھی ہیں کہ خدا و رسول

سے منہ موڑ لیا جس کی پاداش میں یہ پانی سیلاب کی شکل میں ہمیں ہلاک کر رہا ہے۔

حکایت نمبر ۱۵۲

فقیر صفت بادشاہ

بزرجمہر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنا ایک قاصد بھیجا تاکہ وہ دیکھ کر آئے کہ مسلمانوں کے اتنے بڑے جلیل القدر بادشاہ کی صورت و سیرت کیسی ہے؟ چنانچہ وہ قاصد مدینہ منوّرہ میں پہنچا تو مسلمانوں سے پوچھنے لگا کہ اَیْنَ الْمَلِكُ یعنی تمہارا بادشاہ کہاں ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا وہ ہمارا بادشاہ نہیں بلکہ ہمارا امیر ہے ابھی ابھی گھر سے باہر تشریف لے گیا ہے، وہ قاصد بھی پیچھے گیا اور کیا دیکھتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جگہ دھوپ میں سوئے ہوئے ہیں دُرّہ سر کے نیچے رکھا ہے اور پیشانی نورانی سے ایسا پسینہ بہا ہے کہ زمین تر ہو گئی ہے، قاصد نے جب یہ حال دیکھا تو اس کے دل پر بڑا اثر ہوا اور سوچنے لگا کہ تمام دنیا کے بڑے بڑے بادشاہ جس کی ہیبت سے لرزہ براندام ہیں تعجّب ہے کہ وہ اس فقیرانہ صفت پر ہے پھر عرض کرنے لگا۔ اے امیر المومنین! آپ نے عدل کیا اس وجہ سے بے کھٹکے سوئے۔ اور ہمارا بادشاہ ظلم کرتا ہے اس لئے خواہ مخواہ ہراساں رہتا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا دین سچا ہے اگر میں قاصد بن کر نہ آیا ہوتا تو ابھی مسلمان

ہو جانا مگر اب میں پھر حاضر ہو کر مسلمان ہوں گا۔ (کیمیائے سعادت ص ۲۶۷)

سبق: فاروق اعظم رضی اللہ عنہ باوجود اتنی بڑی بلند شان کے اپنا مزاج زاہدانہ اور فقیرانہ رکھتے تھے اور اللہ والوں کی یہی سیرت ہوتی ہے

حکایت نمبر ۱۵۳

مقدس نقاب پوش

مدینہ منوّرہ کا مقدس و مطہر شہر رحمت ہے اور فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہیں سر انور پر خلافت نبوی کا تاج سج رہا ہے اور ہر طرف عدل و انصاف کا ڈنکا بج رہا ہے، آدھی رات کا وقت ہے، دیار حبیب کے خوش نصیب باشندے اپنے اپنے گھروں میں استراحت فرما ہیں اس آدھی رات کے وقت اس پاک شہر میں ایک نقاب پوش اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ شہر کا چکر لگا رہا ہے اور ہر گلی کوچہ اور ایک ایک مکان کو بغور دیکھتا ہوا جا رہا ہے اچانک اس نے ایک مکان سے دھندلی سی روشنی نکلتی دیکھی، نقاب پوش وہاں رک گیا اور ساتھی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:۔

نقاب پوش: تم نے دیکھا اس مکان سے روشنی آشکار ہے اور میرے خیال میں صاحب خانہ بھی بیدار ہے۔

ساتھی: ہاں حضور ایسا ہی ہے اور سینۂ نو بچوں کے رونے کی

بھی آواز آرہی ہے اور دیکھئے یہ غالباً بچوں کی ماں ہے جو انہیں سمجھا رہی ہے اور چُپ کرا رہی ہے۔

نقاب پوش : خاموش رہ کر سنو اور غور کرو، یہ قصہ کیا ہے؟ چنانچہ وہ نقاب پوش اور اس کا ساتھی ہمہ تن گوش ہو کر مکان کی آواز سننے لگے اور انہوں نے سنا کہ مکان کے اندر بچوں اور ان کی ماں میں یہ گفتگو ہو رہی ہے۔

ایک بچہ : امّی جان! کتنا وقت گذر گیا ہے؟ آدھی رات ہونے کو آئی اور ابھی تک نہ ہنڈیا پکی اور نہ ہم نے کچھ کھایا۔

دوسرا بچہ : امّی! یہ دیکھ تیرا بچہ بھوک سے مَر رہا ہے، خدا را کچھ کھانے کو دو، امّی جان! کچھ کھانے کو دو!

تیسرا بچہ : (روتے ہوئے) یا اللہ! رحم فرما اور ہماری اس ہنڈیا کو خوب پکا تاکہ ہم کچھ کھا سکیں اور اپنی جان بچا سکیں۔

ماں : میرے بچو! گھبراؤ نہیں صبر کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو، یہ دیکھو تمہارے سامنے ہی ہنڈیا چڑھا رکھی ہے خدا کو منظور ہوا تو ابھی اس صبر کا پھل پاؤ گے اور سب مل کر کھانا کھاؤ گے۔

یہ گفتگو سن کر وہ نقاب پوش مکان کے اندر پہنچ گیا بچے اور ان کی ماں ایک اجنبی نقاب پوش اور اس کے ساتھی کو دیکھ کر گھبرا گئے اور وہ عورت بولی۔

عورت : تم کون ہو اور میرے مکان کے اندر کیوں آئے ہو؟

نقاب پوش : بہن! میں اس وقت اپنے ایک مقصدِ عزیز کی خاطر تمہارے

مکان کے پاس سے گذر رہا تھا کہ میں نے تمہاری اور تمہارے بچوں کی دردناک گفتگو سنی میرا دل تمہاری اس گفتگو سے تڑپ کر رہ گیا معاف کرنا میں اصل قصہ معلوم کرنے اندر آگیا ہوں ۔

عورت : بھئی! تم اپنی راہ لو ، نہ جان نہ پہچان، مجھ بدنصیب کا قصہ سُن کر کیا کر لوگے ؟ اگر سن لوگے تو میرا کیا فائدہ اور اگر نہ سنوگے تو تمہارا کیا نقصان ؟

نقاب پوش : بہن تم مجھے اپنا دشمن نہ سمجھو اور نہ یہاں میرا پہنچنا بیکار جانو تم اپنا قصہ سناؤ اور مجھے اپنا ہمدرد یقین کرو ۔

عورت : میں غریب ہوں، غمزدہ ہوں اور حیران ہوں اور ان بچّوں کے لئے بڑی پریشان ہوں، چھوڑو اس قصہ کو اور میرے زخموں، دل کے ٹانکوں کو نہ ادھیڑو ۔

نقاب پوش : بہن میری التجا پر تمہیں کان دھرنا ہی ہوگا اور اصل واقعہ ظاہر کرنا ہی ہوگا ۔

عورت : اچھا تو سنو ! مجھے امیر المؤمنین عمر سے شکایت ہے وہ ہمارا امیر ہے خدا نے اسے ہماری حفاظت و خدمت کے لئے مسندِ خلافت پر بیٹھایا ہے مگر اس نے مجھ غریب بیوہ عورت کی خبر نہ رکھی دو روز سے میں اور میرے یتیم بچے فاقہ سے ہیں آج یہ بھوک سے نڈھال ہو گئے تو میں نے محض ان کا دل بہلانے کی خاطر اوّل شب سے اس ہنڈیا کو چولہے پر چڑھا رکھا ہے اور ہنڈیا میں بجز پانی کے اور

کچھ بھی نہیں ان کو یونہی تسلیاں دیتے دیتے صبح ہو جائے گی اور صبح پھر جو خدا کو منظور ہوا وہ ہوگا، افسوس! کہ امیر المومنین کو میرے ان یتیم اور بھوکے بچوں کا کچھ پتہ نہیں۔

نقاب پوش: (غمزدہ آواز میں) بہن! لیکن عمر کو کیا خبر کہ تم اس حال میں ہو؟ تم نے کیوں اس تک پہنچ کر اسے اپنے حالات سے آگاہ نہیں کیا؟

عورت: واہ صاحب واہ! خلیفۂ وقت کو جب خدا نے رعایا کی حفاظت وخیال کے لئے مقرر فرمایا ہے تو یہ خلیفہ کا اپنا فرض ہے کہ وہ اپنی ساری رعایا کے حالات سے باخبر ہو، اگر وہ اپنی رعایا کے حالات سے یونہی بے خبر ہے تو پھر اسے مسندِ خلافت پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں، آج اس نے میرے ان یتیم بچوں کی خبر گیری نہیں کی تو کل میں انشاء اللہ کملی والے آقا کے سامنے عمر کی شکایت کروں گی،

نقاب پوش یہ بات سن کر رونے لگا اور فوراً مکان سے نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد اپنی پیٹھ پر آٹے کی ایک بوری اٹھائے ہوئے اندر داخل ہوا اور بوری کو پیٹھ سے اتارا اور کپڑے جھاڑے اور اپنے ساتھی سے مخاطب ہوا۔

نقاب پوش: الحمدللہ! آٹے کی بوری میں خود اٹھا کر لے آیا۔

ساتھی: حضور میں نے عرض کی تھی کہ میں بوری اٹھاتا ہوں مگر آپ نے میری عرض کو قبول نہیں فرمایا۔

نقاب پوش : افلح ! (نقاب پوش کے ساتھی کا نام) کیا قیامت کے دن بھی میرا بوجھ اٹھا لو گے ؟ اگر نہیں تو پھر یہاں بھی یہ بوجھ مجھی کو اٹھانا مناسب تھا ۔

عورت : (یہ منظر دیکھ کر) بھئی ! خدا تم پر ہزار ہزار برکتیں نازل فرمائے تم تو کوئی فرشتہ خصلت انسان ہو ، میں تو اب بہت شرمندہ ہوں کہ اپنا قصہ تمہیں سنا کر تمہیں ناحق کوفت میں ڈالا ۔

نقاب پوش : ان باتوں کو رہنے دیجئے اور مجھے اپنا فرض ادا کرنے دیجئے ۔

نقاب پوش نے بھیر بوری سے آٹا نکالا ، خود ہی گوندھا اور خود ہی آگ سلگائی ، ساتھی کا بیان ہے کہ چولہے میں پھونک مارتے ہوئے میں نے نقاب پوش کی داڑھی سے دھواں نکلتے دیکھا روٹیاں بھی خود ہی اس فرشتہ خصلت انسان نے پکائیں اور پھر ان بچوں کو کھلائیں اور پھر ان روتے ہوئے یتیم بچوں کو کھانا کھلا کر خوش طبعی کی باتیں کر کے ہنسایا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ جن آنکھوں سے میں نے ان بچوں کو روتے ہوئے دیکھا ہے انہیں آنکھوں سے انہیں ہنستے ہوئے بھی دیکھوں ۔

نقاب پوش کا یہ سلوک رحمت دیکھ کر وہ عورت بڑی متاثر ہوئی اور بولی ۔

عورت : اے نیک دل انسان ! تم نے تو کمال کر دیا اور ہم غریبوں

کو خوشحال کر دیا۔

نقاب پوش: کیا واقعی تم پر خوش ہو بہن!

عورت: خدا گواہ ہے کہ میں تم پر بڑی خوش ہوں۔

نقاب پوش: تو پھر میری خاطر عمر کا قصور معاف کر دے بہن! کل قیامت کے دن اس کی شکایت کملی والے آقا سے نہ کرنا۔

عورت: مگر تمہیں امیر المؤمنین کی اتنی پاسداری کیوں ہے؟

نقاب پوش: تم پہلے اسے معاف کر دو پھر میں اس پاسداری کی وجہ بتاؤں گا۔

عورت: اچھا تو میں نے اسے تمہاری خاطر معاف کر دیا مگر یہ دعا ضرور کروں گی کہ خدا اسے مسندِ خلافت سے ہٹائے اور تمہیں اس پر بٹھائے۔

نقاب پوش: تو بہن سنو! تمہاری یہ دعا بھی رائیگاں نہیں گئی۔

عورت: وہ کیسے؟

نقاب پوش: (نقاب کو منہ سے ہٹاتے ہوئے) ادھر دیکھو۔

عورت: (حیران و ششدر رہ کر) اے امیر المؤمنین خود؟

(منتخب کنز العمال حکایات الصحابہ صفحہ ۳۵)

سبق: حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت اللہ کی ایک رحمت تھی جس سے سب نے فائدہ اٹھایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اللہ کے سچے بندے اور اللہ کے بندوں کے بہترین نگہبان تھے

پھر جو حضرتِ عمر سے راضی نہیں وہ گویا اللہ کی رحمت پر راضی نہیں۔

حکایت نمبر ۱۵۴

فاروقِ اعظم اور ایک بدّو

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں بسا اوقات رات کو چوکیدار کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرماتے تھے ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گزر ہوا تو دیکھا کہ ایک خیمہ بالوں کا لگا ہوا ہے جو پہلے وہاں نہیں تھا اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہیں اور خیمہ سے کچھ کراہنے کی آواز آرہی ہے، سلام کرکے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں، امیرالمؤمنین کے سامنے کچھ اپنی ضرورت پیش کرکے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں، دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ سے آواز کیسی آرہی ہے؟ ان صاحب نے کہا میاں جاؤ اپنا کام کرو، آپ نے اصرار فرمایا کہ نہیں بتا دو کچھ تکلیف کی آواز ہے، ان صاحب نے کہا کہ میری بیوی ہے اور ولادت کا وقت قریب ہے دردِ زہ ہو رہا ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے؟ انہوں نے کہا کوئی نہیں، آپ وہاں سے اٹھے اور اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرتِ ام کلثوم سے فرمایا

کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمہارے لئے آئی ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہے، فرمایا ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے اس کو دردِ زہ ہو رہا ہے انہوں نے کہا ہاں ہاں! آپ کی صلاح ہے تو میں تیار ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولادت کے وقت جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو تیل گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو، وہ لے کر چلیں، حضرت عمرؓ خود پیچھے پیچھے ہو لئے، وہاں پہنچ کر حضرت ام کلثومؓ تو خیمہ میں چلی گئیں اور آپ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے ابالے، گھی ڈالا، اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی، اندر سے حضرت ام کلثومؓ نے آواز دے کر عرض کیا، امیر المؤمنین! اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے، امیر المؤمنین کا لفظ جب ان صاحب کے کان میں پڑا تو وہ گھبرائے، آپ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں، وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلا دیں، حضرت ام کلثومؓ نے اس کو کھلایا اس کے بعد ہانڈی باہر دیدی حضرت عمرؓ نے اس بدو سے کہا کہ تو تم بھی کھاؤ، رات بھر تمہاری جاگنے میں گذر گئی اس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لائے اور ان صاحب سے فرما دیا کہ کل آنا تمہارے لئے انتظام کر دیا جائے گا۔

(اشہر المشاہیر حکایات الصحابہ ص ۶۲)

سبق: قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے، اور اس حقیقت کا اظہار خلفائے راشدین کے عہد میں خوب ہوا حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

اتنی بڑی بلند شان کے باوجود ایک غریب بدّو کی رات بھر خدمت کرتے ہیں بھلا اس زمانہ میں کوئی بادشاہ یا رئیس نہیں کوئی معمولی حیثیت کا مال دار بھی ایسا ہے جو غریب کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے واسطے اس طرح بیوی کو جنگل میں لے جائے اور خود چولہا دھونک کر پکائے۔ مسلمانوں کو اپنے ان بزرگوں کی سیرت کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

حکایت نمبر ۱۵۵

فاروقِ اعظم اور ایک بڑھیا

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنی رعیّت کے حالات کا مطالعہ فرمانے گشت لگا رہے تھے کہ ایک بڑھیا عورت کو اپنے خیمہ میں بیٹھے دیکھا۔ آپ اس کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا اے ضعیفہ! عمر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ بولی خدا عمر کا بھلا نہ کرے، حضرتِ عمر بولے یہ تم نے بد دعائیں کی، عمر سے کیا قصور سرزد ہوا ہے؟ وہ بولی، عمر نے آج تک مجھ غریب بڑھیا کی خبر نہیں لی اور مجھے کبھی کچھ نہیں دیا، حضرتِ عمر بولے مگر عمر کو کیا خبر کہ اس خیمہ میں امداد کی مستحق ایک ضعیفہ رہتی ہے، وہ بولی سبحان اللہ! ایک شخص لوگوں پر امیر مقرّر ہو اور پھر وہ اپنی مملکت کے مشرق و مغرب سے ناواقف ہو؟ تعجب کی بات ہے۔ یہ بات سن کر حضرتِ عمر رو پڑے اور اپنے آپ کو مخاطب فرما کر بولے،

اے عمر! تجھ سے تو یہ بڑھیا ہی دانا نکلی پھر آپ نے اس بڑھیا سے فرمایا اے اللہ کی بندی! یہ تکلیف جو تمہیں عمر سے پہنچی ہے تم میرے ہاتھوں کتنے داموں پر بیچو گی میں چاہتا ہوں کہ عمر کی یہ لغزش تم سے قیمتاً خرید لوں اور عمر کو بچا لوں، بڑھیا بولی بھئی مجھ سے مذاق کیوں کرتے ہو، فرمایا، نہیں میں مذاق ہرگز نہیں کرتا سچ کہہ رہا ہوں کہ تم یہ عمر سے پہنچی ہوئی اپنی تکلیف بیچ دو ہیں، جو مانگو گی اس کی قیمت دے دوں گا، بڑھیا بولی، تو پچیس دینار دے دو، یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور آکر کہا، السّلام علیک یا امیر المؤمنین! بڑھیا نے جب "امیر المؤمنین" کا لفظ سنا تو بڑی پریشان ہوئی اور اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھ کر بولی، غضب ہو گیا یہ تو خود ہی امیر المؤمنین عمر ہے اور میں نے انہیں منہ پر ہی کیا کچھ کہہ دیا، حضرت عمر نے بڑھیا کی یہ پریشانی دیکھی تو فرمایا، ضعیفہ! گھبراؤ مت، خدا رحم فرمائے تم بالکل سچی ہو، پھر آپ نے ایک تحریر لکھی جس کی عبارت بسم اللہ کے بعد یہ تھی کہ "یہ تحریر اس امر کے متعلق ہے کہ عمر بن خطاب نے اس ضعیفہ سے اپنی لغزش اور اس ضعیفہ کی پریشانی جو عمر کے عہدِ خلافت سے لے کر آج تک واقع ہوئی پچیس دینار پر خرید لی، اب یہ بڑھیا قیامت کے دن اللہ کے سامنے عمر کی کوئی شکایت نہ کرے گی اب عمر اس لغزش سے بری ہے اس بیع پر علی ابن طالب اور ابن مسعود گواہ ہیں"۔ یہ تحریر لکھ کر بڑھیا کو پچیس دینار دے دیئے اور اس قطعۂ تحریر

کو حضرت عمر نے اپنے صاحبزادے کو دے دیا اور فرمایا، جب میں مر دل تو میرے کفن میں اس تحریر کو رکھ دینا۔ (جلوۃ الحیوان ص ۴۳۲ جلد ا)

سبق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو قطعی جنتی ہیں ان کا مبارک حال دیکھ کر ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے اور سوچنا چاہیئے کہ کل قیامت کے دن جب ہمارا اعمال نامہ ظاہر ہوا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ اور آج کل دنیا کے سربراہوں کو بھی غور کرنا چاہیئے کہ وہ اپنی رعایا کا کہاں تک خیال رکھتے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۵۶

نفیس حلوہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ کے دور میں جب آذربائیجان فتح ہوا اور مسلمانوں کو مختلف چیزیں ملیں ایک شخص عتبہ نامی کو نہایت نفیس حلوہ دستیاب ہوا جو اس نے حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تحفۃً بھیج دیا۔ حضرتِ فاروق اعظم نے اس حلوہ کو دیکھ کر اور چکھ کر فرمایا، کیا یہ حلوہ سب نے کھایا ہے یا میرے ہی لئے آیا ہے؟ لانے والے نے کہا حضور! صرف آپ ہی کے لئے آیا ہے، آپ نے اسی وقت بھیجنے والے کے نام حسبِ ذیل خط لکھا:۔

"اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی جانب سے عتبہ بن مرقد کے نام، امابعد! یاد رکھو کہ یہ حلوہ نہ تو تمہاری کوشش

سے حاصل ہوا اور نہ ہی تمہاری ماں یا تمہارے باپ کی کوشش سے حاصل ہوا ہے، ہم تو صرف وہی چیزیں کھائیں گے جسے تمام مسلمان اپنے گھروں میں پیٹ بھر کر کھاتیں۔"

(فتوح البلدان، مغنی الواعظین ص ۴۷۳)

سبق: یہ تھے ہمارے اسلاف جنہیں رعایا کے ہر فرد کا خیال تھا اور وہ کوئی ایسی چیز نہ کھاتے جو رعایا کو میسّر نہ آسکے اور وہ رعایا کو اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔

حکایت نمبر ۱۵۷

اسکندریہ کی فتح

اسکندریہ کی فتح میں تاخیر ہوئی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تم وہاں جا کر شاید عیش و عشرت میں مشغول ہو گئے ہو تمہیں چاہیئے کہ شہر پر سب کے سب ایک دم حملہ کر دو اور فتح کر کے ہی دم لو، چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق کیا گیا تو اسکندریہ فتح ہو گیا، اسکندریہ کی فتح کی بشارت لے کر قاصد دوپہر کے وقت مدینہ منورہ پہنچا اور یہ سوچ کر کہ فاروق اعظم اس وقت آرام فرماتے ہوں گے سیدھا مسجد نبوی کی طرف چل دیا ایک عورت کے دریافت کرنے پر بولا کہ اسکندریہ فتح ہو گیا ہے اور میں یہ مژدہ پہنچانے

اسکندریہ سے آرہا ہوں، عورت نے جھٹ یہ خبر فاروقِ اعظم کو پہنچادی حضرتِ فاروقِ اعظم قاصد سے ملنے باہر تشریف لانے لگے کہ اتنے میں قاصد بھی پہنچ گیا، حضرتِ فاروق نے فرمایا تم سیدھے میرے پاس کیوں نہ چلے آئے؟ عرض کی اس خیال سے کہ آپ کے آرام میں خلل نہ ہو فرمایا تم نے میری نسبت ایسا خیال کیوں کیا اگر میں دن میں آرام کی خاطر سو جایا کروں تو خلافت کا کام کون سرانجام دے گا؟ پھر اس کے بعد اسکندریہ کی فتح کا مژدہ سن کر آپ سجدہ میں گر پڑے۔

(فتوح البلدان مِغنی الواعظین ص ۴۴)

سبق: معلوم ہوا کہ قوم کی امارت عیش وعشرت اور خوابِ غفلت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ اس میں بیدار وہوشیار رہنا پڑتا ہے۔

حکایت نمبر ۱۵۸

رعیّت اور قیامت

حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اس قدر محنتِ شاقہ کیوں اٹھاتے ہیں کہ نہ دن کو چین نہ رات کو آرام فرماتے ہیں، فرمایا کہ اگر دن کو آرام کروں تو رعیّت بے آرام ہو اور اگر رات کو چین کروں اور خدا کا ذکر نہ کروں تو قیامت میں کیا منہ دکھاؤں۔ (کتاب مذکور)

سبق: مسلمان حاکم رعایا کی ہمدردی اور خدا کی بندگی میں مشغول رہتے ہیں

حکایت نمبر ۱۵۹

روم کا ایلچی

(منظوم حکایت)

خدمتِ فاروق میں اک ایلچی — روم سے لایا پیامِ قیصری
وہ مدینے میں پھرا یہ پوچھتا — دو خلیفہ کے محل کا کچھ پتا
لوگ جب سنتے تھے اس کا یہ کلام — ہنس کے کہتے تھے کہ اے فرخندہ نام
صبر و شکر اس کے ہیں دو حصن حصین — قصر کی اس شیر کو حاجت نہیں
ہے امیر المومنین گرچہ عمر — پر نہیں رکھتا غریبوں سا بھی گھر
سن کے لوگوں سے عجب یہ ماجرا — شوقِ قاصد دم بدم بڑھنے لگا
ہر طرف کرتا رہا وہ جستجو! — کر رہا تھا اپنے دل سے گفتگو
ہے تعجب فاتحِ ملکِ شہاں — جانِ روشن کی طرح ہو یوں نہاں
آخر اک بڑھیا یہ بولی دیکھ کر — نخلِ خرما کے تلے ہے وہ عمر
ظلِ حق سایہ میں ہے سویا ہوا — یہ عمر ہے جس کا تو جویا ہوا!!
ڈیل میں تھا ایلچی گو پیل تن — لیکن اس کا کانپ اٹھا تن بدن
دل میں کہتا تھا الٰہی کیا ہوا — قیصر و کسریٰ کو دیکھا بارہا
میں نے مارے بیسیوں شیر و پلنگ — پر کبھی بدلا نہ اس چہرہ کا رنگ

کانپتا ہے اب تو میرا جوڑ جوڑ　　آ کے یاں نکلی ہے اب ساری مروڑ

اتسمانی رعب ہے اس شخص کا
ہے خدائی بھید گدڑی میں چھپا

(مونیوں کا ہار ترجمہ مثنوی شریف ص ۴۴)

سبق :-

جو ڈرے حق سے ہر اک اس سے ڈرے
اس سے سب دیو و پری بھاگیں پرے

حکایت نمبر ۱۶۰
فاروق اعظم اور ایک چور
(منظوم حکایت)

چوری کرنے ایک دن دِ بے حیا　　عہد میں فاروق کے پکڑا گیا
لائے جب اس کو حضور دیں پناہ　　اور ثابت ہو گیا اس کا گناہ
اس مجسّم عدل نے فتوا دے دیا　　ہاتھ کا ٹو ہے یہی اس کی سزا
سن کے یہ چلا اٹھا وہ بے شعور　　رحم کیجے ہے مرا پہلا قصور
پاس والوں نے سفارش کی بہت　　عفو و رحمت کی ستائش کی بہت
اک نہ مانی اور کہا فاروق نے　　حد کرو جاری ہمارے سامنے
جھوٹ بکتا ہے یہ مجھ کو ہے یقین　　پہلی اس کی یہ خطا ہرگز نہیں!

ہے مرے رب کی یہ ستاری سے دور
یوں فضیحت اپنے بندے کو کرے

اس غنی کی ہے یہ غفاری سے دور
اور تو یہ کی نہ دے مہلت اسے
(موتیوں کا ہار صنا)

سبق:

یہ سمجھ بندہ کہ ٹل جائے گا اب
چشم پوشی بار ہا کرتا ہے رب!
باز آتا ہی نہیں جب بے حیا
رسوا کرتا ہے اسے پھر برملا!

حکایت نمبر ۱۶۱

فاروق اعظم کی شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک سرخ رنگ کے مرغ نے آپ کے بدن میں دو تین ٹھونگیں ماری ہیں، آپ نے یہ خواب خطبۂ جمعہ میں بیان فرمایا، اس خواب کی یہ تعبیر بیان کی گئی کہ کوئی کافر عمر کو شہید کر دے گا چنانچہ جمعہ کے روز یہ خواب بیان کیا گیا اور بدھ کے دن صبح کی نماز میں آپ زخمی کئے گئے، آپ کی یہ عادت تھی کہ نماز شروع کرنے سے پہلے صفوں کو سیدھا کیا کرتے تھے جب صفیں سیدھی ہو جاتیں تب اللہ اکبر

کہہ کر نیّت باندھتے تھے، بدھ کے دن جب آپ نے صفیں سیدھی کرنے کے بعد نیّت باندھی تب فیروز نامی ایک آتش پرست مشرک غلام نے آپ کو دودھاری چھری سے زخمی کردیا، فاروق اعظم کے شکم پر زخم آیا، آپ کو گرا کر وہ کافر فیروز بھاگا، رستہ میں جماعت کے اندر اور بھی صحابہ کے شدید زخم لگائے آخر ایک انصاری نے اس پر اپنے کمبل کو ڈال کر اسے پکڑ لیا جب اس ظالم نے جان لیا کہ اب میں پکڑا گیا ہوں اور میرا حشر برا ہوگا تو وہ کافر اپنے ہاتھ سے چھری مار کر مر گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کے لئے حکم دیا اور خود وہیں بیٹھ کر نماز پڑھتے رہے اور زخمی ہو کر بھی وہیں حاضر رہے جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابن عباس سے فرمایا، اے ابن عباس! دیکھو تو مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ ابن عباس نے عرض کیا کہ ایک آتش پرست مشرک غلام نے جس کا نام فیروز ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا، الٰہی تیرا شکر ہے میری موت کسی کلمہ گو شخص کے ہاتھوں نہیں ہوئی، آپ کو شدید زخم آیا تھا حتیٰ کہ آپ کو جو شربت پلایا گیا وہ زخم کے راستے سے باہر نکل آیا، لوگ آپ کے پوچھنے کے لیئے آتے تھے، ایک نوجوان آیا اور حال پوچھکر لوٹا تو حضرت عمر نے دیکھا کہ اس کا تہ بند زمین سے لگتا ہے، فرمایا اس نوجوان کو میرے پاس واپس لاؤ، جب وہ دوبارہ حاضر ہوا تو فرمایا، میاں! اپنے تہ بند کو اونچا کرلو یہ عمل اللہ کے

نزدیک اچھا ہے اور تمہارا کپڑا ابھی زمین پر خراب ہونے سے محفوظ رہیگا
جب آپ کی حالت زیادہ خراب ہوگئی تب آپ نے اپنے صاحبزادے
عبداللہ سے فرمایا بیٹا! تم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے میرا سلام کہہ کر عرض کرنا کہ عمر نے آپ
سے اذن چاہا ہے کہ آپ اپنے حجرہ میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے
پیروں میں دفن ہونے کی اجازت فرمائیں چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ
عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، کیا دیکھتے
ہیں کہ ام المومنین بھی حضرت عمر کے غم میں رو رہی ہیں، حضرت عبداللہ
نے حضرت عمر کا سلام و پیغام عرض کیا تو ام المومنین نے فرمایا کہ یہ جگہ خاص
میں نے اپنے لئے رکھی تھی مگر میں اپنی جان سے عمر کی جان کو زیادہ پسند
کرتی ہیں اور اجازت دیتی ہوں کہ شوق سے اس مبارک جگہ میں دفن کئے
جائیں جب حضرت عبداللہ یہاں سے اجازت لے کر واپس آئے اور
حضرت عمر کو ان کا اجازت دے دینا سنایا تو حضرت عمر نے فرمایا الحمد للہ
اجازت مل گئی مگر اے عبداللہ! تم ایک کام کرنا، جس وقت میں مر جاؤ
میرے جنازہ کو تیار کر کے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے
لے جا کر رکھنا اور یہ کہنا کہ اس وقت عمر کا جنازہ حاضر ہے اور آپ سے
اجازت چاہتا ہے اگر اس وقت بھی اجازت فرمائیں تو اندر دفن
کردینا مجھے اندیشہ ہے کہ شاید کچھ میرے لحاظ سے اجازت دی ہو اس
لئے بعد وفات پھر اجازت لے لینا اور پھر فرمایا بیٹا! میرا سر تکیہ سے

ہٹا کر زمین پر ڈال دے تاکہ میں اپنا سر خدا کے سامنے زمین پر ڈال کر رگڑوں تاکہ میرا رب مجھ پر رحم فرمائے، اے بیٹا میں مر جاؤں تو میری آنکھیں بند کر دینا اور میرے کفن میں میانہ روی کرنا، اسراف نہ کرنا کیونکہ میں اگر خدا کے نزدیک کچھ اچھا ٹھہروں گا تو مجھے دنیا کے کفن سے بہت بہتر کفن مل جائے گا اور اگر میں بُرا قرار دیا گیا تو یہ بھی میرے پاس نہ رہے گا، بیٹا! اگر سارے جہان کی دولت اور سامان اس وقت میرے پاس ہوتا تو میں اسے قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے نجات پانے کے لئے خیرات کر دیتا، یہ سن کر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم اللہ کی میں تو آپ کے متعلق یہ یقین رکھتا ہوں کہ آپ تو برائے نام ہی قیامت کی ہولناک چیزیں دیکھیں گے کیونکہ آپ امیر المؤمنین ہیں، امین المؤمنین ہیں سید المؤمنین ہیں، آپ کتاب اللہ سے اور نہایت انصاف سے فیصلہ کرنے والے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابنِ عباس کی یہ تقریر بہت پسند آئی اور سخت تکلیف کے باوجود جوش و شوق میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے ابنِ عباس! کیا تو ان باتوں کی شہادت قیامت کے دن اللہ کے سامنے دے گا؟ حضرت ابنِ عباس نے فرمایا، ہاں دوں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر کو اطمینان ہوا، اس کے بعد بہت سی نصیحتیں اور وصیتیں فرمائیں اور انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر آپ کے جنازہ کو تیار کر کے حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریف کے سامنے لاکر

رکھا گیا اور باآواز بلند عرض کیا کہ اے ام المؤمنین! یہ جنازہ عمر کا حاضر ہے اور اب پھر آپ سے اجازت مانگتا ہے کہ اگر حکم ہو تو حجرہ شریف میں دفن کیا جائے، حضرت ام المؤمنین روتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں خوشی سے آج پھر حضرت عمر کو اجازت دیتی ہوں، چنانچہ آپ کو حجرۂ شریف میں حضور کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

جس دن حضرت عمر کا انتقال ہوا اس دن سورج کو گہن لگا سارے مدینہ میں اندھیرا ہوا، اس طرف لوگوں کا رونا، ادھر سورج کا سیاہ ہونا ایک معرکہ قیامت کا نظر آتا تھا۔ مدینہ کے بچے اپنی ماؤں سے پوچھتے تھے اے ماں کیا آج قیامت ہے؟ مائیں کہتی تھیں کہ نہیں آج امیر المؤمنین عمر کا انتقال ہوا ہے۔

بعد از وفات حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا:۔
وَجَدْتُ رَبِّیْ رَحِیْمًا "میں نے اپنے رب کو بڑا رحم والا پایا۔"
(سیرۃ الصالحین ص ۹۴)

سبق: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قطعی جنتی ہونے کے باوجود خوف الٰہی دیکھئے کہ کس طرح اللہ کے حضور حاضر ہونے سے خشیت کا اظہار فرماتے تھے اور نزع کا عالم ہے مگر خلاف شرع بات نہیں دیکھ سکتے اور نوجوان کو تہبند اونچا باندھنے کی نصیحت فرماتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کو بہر حال شریعت کا پابند اور شریعت کے خلاف ہر

بات سے بیزار رہنا چاہیئے اور اللہ کے حضور حاضر ہونے سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیق اکبر کی طرح فاروق اعظم بھی بڑے ہی خوش قسمت تھے کہ انہیں بھی حضور کے ساتھ ہی دفن ہونے کو جگہ ملی۔

حکایت نمبر ۱۶۲

حضرتِ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں، زینب، رُقیہ اُمِّ کلثوم اور فاطمہ (رضی اللہ عنہن) حضرتِ رقیہ کی شادی حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی، حضرتِ رقیہ کا انتقال ہو گیا اور حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کو اس بات کا رنج پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرتِ اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا بھی نکاح حضرتِ عثمان سے کر دیا اور فرمایا اے عثمان! اگر میری سو لڑکی بھی ہو اور ان کا یکے بعد دیگرے انتقال ہوتا جائے تو میں یکے بعد دیگرے تمہارے نکاح میں دیتا جاؤں۔ (مواہبِ لدنیہ ص ۱۹۶، ج ۲)

سبق: یہ خصوصیّت صرف حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے کہ نبی کی دو بیٹیاں آپ کے نکاح میں آئیں جب سے دنیا شروع

ہوئی اس وقت سے لے کر قیامت تک بجز حضرتِ عثمان کے نہ کوئی ہوا نہ ہوگا جس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں آئی ہوں اس لیئے آپ کا لقب "ذوالنورین" ہے۔

حکایت نمبر ۱۶۳

حیاءِ عثمان

ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ میں لیٹے ہوئے تھے اور آپ کی ران مبارک یا پنڈلی مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا اتنے میں حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی، حضور نے اجازت دے دی، آپ اندر آئے اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسی طرح بدستور لیٹے رہے اور ران مبارک یا پنڈلی مبارک سے کپڑا بدستور ہٹا رہا اور آپ گفتگو فرماتے رہے پھر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی، حضور نے انہیں بھی اجازت دے دی اور وہ بھی اندر آ گئے اور حضور پھر بھی بدستور لیٹے رہے اور ران یا پنڈلی مبارک سے کپڑا مبارک بدستور ہٹا رہا اور آپ گفتگو فرماتے رہے، پھر حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور آپ نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اُٹھ بیٹھے اور اپنا کپڑا برابر فرماتے ہوئے ران یا پنڈلی مبارک

کو ڈھانپ لیا اور پھر حضرتِ عثمان کو اندر آنے کی اجازت دی، حضرتِ صدّیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب وہ لوگ چلے گئے تو میں نے حضور سے دریافت کیا، یا رسول اللہ! یہ کیا بات کہ صدیق اکبر آئے تو آپ بدستور لیٹے رہے، فاروقِ اعظم آئے تو بھی بدستور لیٹے رہے مگر جب عثمان آئے تو آپ فوراً اٹھ بیٹھے اور کپڑا برابر فرما لیا۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۳)

سبق: حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی یہ شان ہے کہ فرشتے اور خدا کا رسول بھی ان سے حیا فرماتا ہے پھر جو شخص حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کی ذاتِ والا میں بے ادبی اور گستاخی کرے کس قدر بے حیا ہے۔

حکایت نمبر ۱۶۴
عثمان غنی سخاوت کا دھنی

جنگ تبوک کے موقع پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دے رہے تھے کہ حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ اٹھے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ساز و سامان سمیت ایک سو اونٹ میں دیتا ہوں حضور علیہ السلام نے پھر ترغیب دی تو حضرتِ عثمان

نے عرض کیا، یارسول اللہ! ساز و سامان سمیت دو سو اونٹ میں دیتا ہوں، حضور نے پھر ترغیب دی تو حضرتِ عثمان نے پھر عرض کیا، حضور ساز و سامان سمیت تین سو اونٹ میں دیتا ہوں اور پھر ان تین سو اونٹوں کے علاوہ حضرتِ عثمان نے ایک[1] ہزار دینار بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عثمان کی یہ سخاوت دیکھی تو حضرتِ عثمان کے پیش کردہ دیناروں میں اپنا ہاتھ مبارک ڈال کر فرمایا، عثمان کے اس نیک عمل کے بعد اب اسے کوئی بات ضرر نہ دے گی۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۳)

سبق: حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ بہت بڑے غنی تھے اور پھر سخاوت کے دھنی بھی تھے خدا اور رسول کے ارشاد پر اپنا سب کچھ لٹا دینے والے تھے۔

حکایت نمبر ۱۶۵

جنت کا چشمہ

جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے تو

---

[1] ایک روایت کے مطابق حضرتِ عثمان نے ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور دس ہزار روپے اس جنگ میں خرچ کئے۔ (مواہب لدنیہ ص ۷۲، جلد ۱)

یہاں کا پانی پسند نہ آیا جو کھاری تھا، مدینہ منورہ میں ایک شخص کی ملک میں چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا وہ شخص اپنے چشمے کا پانی قیمتاً دیتا تھا، حضور صلی اللہ نے اس سے فرمایا کہ تم اپنا یہ چشمہ میرے ہاتھ جنت کے چشمے کے عوض بیچ دو اور جنت کا چشمہ مجھ سے لے لو، اس نے عرض کیا یارسول اللہ! میری اور میرے بال بچوں کی معاش اسی سے ہے، مجھ میں طاقت نہیں، یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ نے ۳۵ ہزار روپے نقد دے کر اس شخص سے وہ چشمہ خرید لیا اور پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ! جس طرح آپ اس شخص کو جنت کا چشمہ عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو کیا حضور وہ جنت کا چشمہ مجھے دے دیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں دے دوں گا، عرض کی تو میں نے وہ چشمہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں پر میں اسے وقف کرتا ہوں۔

(طبرانی شریف، الامن والعلی ص ۲۶۲)

حکایت نمبر ۱۶۶

مبارک ہاتھ

ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے بقصدِ عمرہ مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے صحابۂ کرام بھی ساتھ تھے، راستے میں ایک مقام حدیبیہ پر ٹھہرے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قریشِ مکہ

کے پاس مکہ معظمہ بھیجا اور فرمایا، جا کر ان سے کہنا کہ ہمارا ارادہ کسی جنگ کا نہیں ہے، ہم صرف زیارت بیت اللہ کے لئے آئے ہیں اور جو مسلمان مکہ معظمہ میں ہیں ان سے کہنا کہ گھبراؤ مت، مکہ معظمہ عنقریب فتح ہو جائیگا چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پیام بر بن کر مکہ معظمہ پہنچے اور قریش مکہ کو ارشادِ نبوی سنایا، قریش مکہ نے جواب دیا کہ اس سال تو ہم محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو مکہ میں نہ آنے دیں گے اور حضرت عثمان سے کہا کہ اگر آپ کعبہ کا طواف کرنا چاہیں تو شوق سے کر لیں، حضرت عثمان نے جواب دیا، ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں بغیر رسول کریم صلی اللہ علیہ کے طواف کر لوں اور پھر وہاں سے اٹھ کر مکہ کے ضعیف مسلمانوں کے پاس پہنچے اور ان کو مکہ کی فتح کی بشارت سنائی۔

ادھر مقامِ حدیبیہ میں صحابۂ کرام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا کہ عثمان بڑے خوش قسمت ہیں جو کعبۂ معظمہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کے طواف سے مشرف ہو گئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان بغیر میرے کبھی طواف نہ کریں گے۔

پھر جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس آنے میں کچھ دیر ہوئی تو آپ کے متعلق یہ بات مشہور ہو گئی کہ قریش مکہ نے حضرت عثمان کو شہید کر دیا ہے، اس بات سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے کافروں کے مقابلہ میں جہاد میں ثابت قدم رہنے کی بیعت لی، اس بیعت میں چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ موجود

نہ تھے اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا بایاں ہاتھ اپنے ہی دائیں ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمان کا ہے اور میں عثمان سے بھی بیعت لیتا ہوں۔ (تفسیر خزائن العرفان صہ۷۲۲ و تاریخ الخلفاء ص۱۰۷)

سبق: حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا گویا حضرت عثمان کو حضور سے ایک خاص نسبت حاصل ہے پھر جو لوگ حضرت عثمان کے مخالف ہیں وہ لوگ گویا اس نسبت کے پیش نظر حضور ہی کے مخالف ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور اتنے پیارے تھے اور آپ کے دل میں حضور کا اس قدر احترام و وقار تھا کہ بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت اللہ شریف کے طواف کو بھی نظر انداز کر دیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ عثمان شہید نہیں ہوئے اور وہ بخیریت ہیں جبھی تو آپ نے اپنے ہاتھ کو ان کا ہاتھ قرار دے کر ان کی بیعت لی۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن جو حضرت عثمان کے ہاتھوں جمع ہوا اس نسبت سے اللہ ہی کے ہاتھ سے جمع ہوا کیونکہ حضرت عثمان کا ہاتھ، حضور کا ہاتھ اور حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے تو حضرت عثمان کا ہاتھ وسیلہ مصطفےٰ سے اللہ کا ہاتھ ہوا تو عثمان کے ہاتھ سے جمع شدہ قرآن اللہ کے ہاتھ سے ہی جمع شدہ ہے۔

....

حکایت نمبر ۱۶۷

بے نظیر ضیافت

ایک مرتبہ حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کی اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے غریب خانہ پر اپنے دوستوں سمیت تشریف لائیں اور ماحضر تناول فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعوت قبول فرمائی اور وقت پر مع صحابہ کرام کے حضرتِ عثمان کے گھر تشریف لے چلے، حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ حضور کے پیچھے پیچھے چلنے لگے اور حضور کا ایک ایک قدم مبارک جو ان کے گھر کی طرف چلتے ہوئے زمین پر پڑ رہا تھا گننے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اے عثمان! یہ میرے قدم کیوں گن رہے ہو؟ حضرتِ عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں چاہتا ہوں کہ حضور کے ایک ایک قدم کے عوض میں آپ کی تعظیم و توقیر کی خاطر ایک ایک غلام آزاد کروں، چنانچہ حضرت عثمان کے گھر تک حضور کے جس قدر قدم پڑے اسی قدر غلام حضرتِ عثمان نے آزاد کیئے۔ (جامع المعجزات ص ۶۵)

سبق: حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ بڑے غنی اور بڑے ہی سخی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے محبّ اور طالب تھے

حکایت نمبر ۱۶۸

مہر کی گمشدگی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک تھی جس پر "محمد رسول اللہ" کندہ تھا، ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک کنویں پر بیٹھے تھے کہ اتفاقاً وہ مہر مبارک آپ کے ہاتھ سے کنویں میں گر گئی، اس کنویں میں انسان کی کمر تک پانی تھا حضرت عثمان نے حکم دیا کہ جو شخص اس مہر کو کنویں سے نکال دے گا، ایک لاکھ روپیہ اسے انعام دوں گا، لوگوں نے ہر چند کوشش کی اور اس کنویں کی مٹی تک نکال ڈالی مگر مہر نہ ملی، اس مہر کی برکت سے حضرت عثمان کے سب مطیع تھے مگر جب وہ مہر گم ہوگئی تو لوگوں کا خیال کچھ دگرگوں ہو گیا اور طرح طرح کی بے بنیاد شکایتیں حضرت عثمان کی کرنے لگے اور معمولی معمولی باتوں پر آپ کی گرفت کرنے لگے، ایک شخص نے مدینہ منورہ میں کبوتر اڑانے شروع کر دیئے، حضرت عثمان نے ان کبوتروں کے پر کاٹ ڈالے اب وہ کبوتر باز حضرت کے دشمن ہو گئے، پھر کسی نے غلیل بنائی اور غلہ اڑانے لگا آپ نے فرمایا کہ اس سے کسی کو تکلیف ہو گی وہ غلیل تڑوادی غلیل باز بھی آپ کے دشمن ہو گئے، مہر کی گمشدگی سے اسی طرح لوگ بلا وجہ

آپ کے خلاف ہونے لگے۔ (سیرت الصالحین ص ۹۹)

سبق: چونکہ شرف شہادت سے آپ نے مشرف ہونا تھا اور اس کی خبر حضور نے پہلے ہی سے دے دی تھی چنانچہ ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم مع ابوبکر و عمر اور عثمان کے ایک پہاڑ پر تشریف لے گئے اور وہ پہاڑ ہلا تو حضور نے اپنا پیر مبارک اس پہاڑ پر مار کر فرمایا، ٹھہر جا اے پہاڑ! کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۵۴)

یہ دو شہید کون تھے؟ ایک حضرت عمر اور دوسرے حضرتِ عثمان، حضرتِ عمر تو شہید ہو گئے تھے اور اب حضرتِ عثمان کی باری تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کے کان میں بھی آپ کے شہید ہونے کا سارا قصہ بیان فرما دیا تھا۔ (نزہۃ المجالس ص ۱۴۳ جلد ۲) اس لئے حضرت عثمان کی اس مقدر شہادت کی ابتدا اس مہر کی گمشدگی سے ہو گئی۔

حکایت نمبر ۱۶۹

ایک فتنے باز یہودی

عبداللہ بن سبا ایک شریر اور مفتن یہودی تھا جو حضرتِ عثمان کے وقت میں منافق بن کر مسلمان ہو گیا تھا، کچھ دن مکہ و مدینہ میں

رہا مگر یہاں اس کا داؤ نہ چلا تو پھر یہ مسافر شہر بصرہ میں گیا، کچھ وہاں نقص پھیلایا، پھر کوفہ میں گیا مگر کہیں پورے طور سے اس کو موقع نہ ملا، جب مصر میں آیا تو اہلِ مصر کو یہ بات تعلیم دی کہ بتاؤ محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کا مرتبہ زیادہ ہے یا عیسیٰ (علیہ السلام) کا؟ سب نے کہا ہمارے حضرت کا مرتبہ زیادہ ہے، کہا، تو بڑا افسوس ہے کہ عیسیٰ تو قیامت سے پہلے دنیا میں آویں اور کافروں کو ہلاک کریں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نہ آویں اور آپ کے دشمن جو چاہیں کیا کریں، یہ بات کب ہو سکتی ہے؟ بعض اہلِ مصر نے یہ رجعت کا مسئلہ مان لیا، جب اس یہودی کا یہ داؤ چل گیا تو پھر وہ ایک قدم اور آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ ہیں، خلافت کا حق وصی کا ہوتا ہے، عثمان نے خلافت کو غضب کر لیا ہے، تم کسی طرح عثمان کو خلافت سے الگ کرو اور علی کو بٹھاؤ یہ بے دین یہودی حضرتِ علی کا بھی خیر خواہ نہ تھا وہ تو محض مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا چاہتا تھا چنانچہ کئی لوگ اس کے اس داؤ میں بھی آ گئے اور کہنے لگے کہ ہم عثمان کو کس طرح خلافت سے الگ کریں۔ وہ بولا کہ تم پہلے جو حاکم حضرت عثمان کی طرف سے مصر پر مقرر ہیں ان کی شان میں اعتراض کرو اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرو اور جگہ جگہ مصر میں اور بصرہ میں خط روانہ کرو چنانچہ جگہ جگہ سے خط

حاکموں کے متعلق شکائیتوں کے لکھے جانے لگے اور رائے عامہ کو اس طرف کیا جانے لگا کہ عثمان کے حاکم ظلم کرتے ہیں بہت سے کوفہ اور بصرہ کے لوگ بھی اس سازش میں شریک ہوگئے یہاں تک کہ اہلِ مصر و اہلِ کوفہ و بصرہ نے حضرتِ عثمان کی طرف لکھا کہ اور تو ہم ہر طرح چین سے ہیں مگر آپ کے حاکم ہم پر بڑا ظلم کرتے ہیں آپ انہیں موقوف کر دیں۔ حضرتِ عثمان نے جواب میں لکھا کہ جس جس پر میرے عاملوں نے ظلم کیا ہے وہ اس مرتبہ ضرور حج کرنے آئے، میرے عامل بھی آئیں گے اس وقت سب کے ظلم کا بدلہ دلواؤں گا، حضرتِ عثمان نے ادھر اپنے سب عاملوں کو طلب کر لیا چنانچہ حکام تو سب آ گئے مگر شکایت کرنے والوں میں سے کوئی نہ آیا، حضرتِ عثمان نے ان حاکموں سے پوچھا کہ تم ظلم کیوں کرتے ہو؟ تو ان سب نے عرض کیا کہ یہ بات بالکل غلط اور بناوٹی ہے ہم نے کبھی کوئی ظلم نہیں کیا چنانچہ حضرتِ عثمان نے بھی معلوم کر لیا کہ یہ محض شرارت اور جھوٹ ہے۔ (سیرت الصالحین ص ۱۰۰)

سبق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف یہ سازش یہودیوں کی تھی اور یہودیوں کی یہ دلی خواہش تھی کہ مسلمانوں کی آپس میں پھوٹ پڑے اور ہمارا دل ٹھنڈا ہو۔

حکایت نمبر ۱۷۰

حاکم کی تبدیلی

ابن سبا یہودی کی سازش سے اہل مصر و کوفہ اور بصرہ والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے اور بصرہ والوں نے ایک مرتبہ بے بنیاد شکایات کے خط لکھے جن کا جواب حضرت عثمان نے دیا مگر انہوں نے جب دوسری مرتبہ بے بنیاد شکائیتوں کے خط لکھے تو حضرت عثمان نے پھر کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد پھر ابن سبا یہودی کے اکسانے پر ایک ہزار مصری اور اسی قدر کوفی اور پانچسو بصرہ کے لوگ حج کے نام سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ کو گھیر لیا، جب حضرت عثمان نے دیکھا کہ لوگ میرے قتل کے درپئے ہیں تو آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور یہ کہا کہ میری اور تمہاری قرابت ہے لوگ تمہاری بات مان لیں گے ان لوگوں کو منع کرو کہ میرے خون میں ہاتھ رنگین نہ کریں اور جو کچھ ان کا مطلب ہے بیان کریں، میں پورا کروں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس گئے اور سختی سے ان کو روکا اور دریافت فرمایا کہ تمہارا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مصر سے پہلے حاکم کو موقوف کیا جائے اور محمدؒ بن ابی بکر کو مصر کا حاکم بنایا جائے حضرت عثمان نے ان کی اس

بات کو تسلیم کر کے پہلے حاکم کو موقوف کر دیا اور محمدؐ بن ابی بکر کو حاکم بنا دیا اہلِ مصر اس وقت واپس چلے گئے۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۱۱ سیرۃ الصالحین ص ۱۱۱)

سبق: یہ باغی برائے نام طرف داران حضرت علی تھے اور دراصل ابنِ سبا یہودی کی سازش کا شکار تھے اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے طرف دار تھے چنانچہ آپ نے ان باغیوں کو سختی سے روکا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! آپ مجھے اجازت دیجئے میں آپ کی طرف سے ان باغیوں کے ساتھ جنگ کروں مگر حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی! میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے لوگوں کا خون بہے (حیوٰۃ الحیوان ص ۴۶ ج ۱)

حکایت نمبر ۱۷۱

جعلی خط

حضرتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک رشتہ دار تھا جس کا نام مروان تھا، یہ شخص بڑا نکما اور فتنہ باز تھا، حضرت عثمان نے جب مصر کے حاکم کو معزول کر کے محمدؐ بن ابی بکر کو مقرر کیا تو چونکہ مصر کا سابق حاکم مروان کا رشتہ دار تھا اس لئے اسے یہ بات بری معلوم ہوئی اور اس نے ایک جعلی خط مصر کے حاکم کے نام لکھا کہ یہ خط عثمان امیر المؤمنین کی طرف سے

ہے جس وقت محمدؐ بن ابی بکر تمہارے پاس آئے تو اسے قتل کر دینا، اور فلاں فلاں سات آدمیوں کو بھی قتل کر دینا، خفیہ طور پر حضرتِ عثمان کی مہر لگا کر حضرتِ عثمان کے غلام کو اونٹ پر سوار کر کے مصر کو روانہ کیا، راستہ میں وہ لوگ اور یہ غلام باہم مل گئے، اس غلام سے پوچھا کہ تم کہاں جاتے ہو، کہا کہ میں مصر جاتا ہوں، پوچھا کیوں جاتے ہو؟ کہا کہ امیر المؤمنین کا ایک پیغام بنام حاکمِ مصر لے کر جاتا ہوں، لوگوں نے کہا حاکمِ مصر تو ہمارے ساتھ ہے جو پیغام ہے ان سے کہو، کہا یہ نہیں وہ حاکم جو مصر میں ہے، کہا تمہارے پاس کوئی خط ہے؟ غلام نے کہا کہ نہیں کوئی خط نہیں، لوگوں کو شبہ ہوا اس غلام کی تلاشی لی تو دیکھا کہ حضرتِ عثمان کی طرف سے پہلے حاکمِ مصر کے نام خط ہے اس میں لکھا ہے کہ محمد بن ابی بکر کو لوگوں نے زبردستی حاکم مقرر کروایا ہے جس وقت یہ لوگ مصر میں آویں تو محمد بن ابی بکر کے ہاتھ پیر کاٹ دینا اور ان سب کو دائم الحبس کرنا، یہ خط دیکھ کر سب غصے میں آگ ہو گئے اور پھر واپس مدینہ منورہ میں آئے اور مدینہ میں تمام لوگوں کو جمع کیا اور وہ خط سنایا، مدینہ کے لوگ وہ خط لے کر حضرتِ عثمان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط دکھایا اور پوچھا کہ یہ خط آپ نے لکھوایا ہے؟ حضرت عثمان وہ خط دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمایا، میں نے یہ خط ہرگز نہیں لکھوایا، لوگوں نے کہا کہ سواری کا اونٹ آپ ہی کا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! اونٹ تو

میرا ہی ہے اور جو اس پر غلام بیٹھ کر خط لئے جا رہا تھا وہ غلام بھی آپ ہی کا ہے؟ فرمایا ہاں! وہ غلام میرا ہی ہے، یہ مہر آپ کی ہے جو خط کے اوپر لگی ہوئی ہے؟ فرمایا ہاں! مہر بھی میری ہے، پھر خط آپ کا کیونکر نہیں؟ فرمایا واللہ! نہ میں نے خط لکھا نہ لکھوایا، میری مہر کسی نے چرائی ہے اور میری طرف سے لگائی ہے اب تو سب نے کہا کہ یہ ایسے بوڑھے ہو گئے ہیں کہ ان کو مہر اور خط کی بھی خبر نہیں رہی تو ان کو بہر حال خلافت سے معزول کرنا ہی پڑے گا ورنہ انہیں ہم قتل کر دیں گے۔ (تاریخ الخلفاء صـ۱۱۱، سیرت الصالحین صـ۱۰۲)

سبق: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ابن سبا نے سازش کی اور مروان نے شرارت کی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت قریب آپہنچا۔

حکایت نمبر ۱۷۲

حضرت عثمان کی شہادت

ابن سبا یہودی کی سازش اور مروان کی شرارت سے اہل بصرہ کوفہ اور مصر والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بے گناہ خون سے ہاتھ رنگے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں بلوہ کر کے آ گئے اس وقت صحابہ کرام نے عرض کیا، یا امیر المؤمنین! آپ ہم کو

لڑائی کا حکم دیجئے تاکہ ہم ان کو مار بھگائیں، آپ نے فرمایا کہ تم کو قسم ہے اللہ کی! میرے لئے کسی مسلمان کا ایک قطرہ خون نہ گرانا، میں قیامت کے دن خدا کو کیا جواب دوں گا؟ صحابۂ کرام نے کہا آپ مکہ معظمہ چلے جایئے یا ملکِ شام چلے جایئے وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کا لشکر ہے آپ نے فرمایا دوستو! میں آخری وقت میں اپنے نبی کے مزار کو کس طرح چھوڑ کر چلا جاؤں؟ ہاں! مسجدِ نبوی میں چلتا ہوں اور ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ تم بلا وجہ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہو۔

چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور ان بلوائیوں سے خطاب فرمایا کہ اے مصری لوگو! تم مجھ کو کیوں قتل کرتے ہو، میری عمر تھوڑی سی رہ گئی ہے میں خود بخود ہی انتقال کر جاؤں گا قسم ہے خدا کی جب کبھی لوگوں نے کسی نبی کو ناحق قتل کیا ہے تو ہزارہا آدمی اس نبی کے بدلہ میں قتل ہوئے اور میں خلیفہ سید المرسلین ہوں میرے بدلہ میں اسی ہزار قتل ہوں گے اگر مسلمان میرے قاتلوں سے بدلہ نہ لیں گے تو آسمان سے اللہ تعالےٰ پتھر برسا کر میرے قاتلوں کو ہلاک کر دے گا، دیکھو ایسا نہ کرنا، خدا کی قسم اس وقت تو تم میری موت چاہتے ہو اور میرے قتل ہونے کے بعد یوں تمنا کروگے کہ کاش عثمان کا ایک ایک سانس ایک ایک برس کی برابر عمر کا ہوتا، اس وقت ایک بلوائی نے آپ کے ہاتھ کا عصا جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا تبرک تھا، حضرت عثمان کے ہاتھ سے

چھین کر اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا، فوراً اس کے گھٹنے میں ایک پھوڑا پیدا ہوا اور شام تک اس کا سارا بدن گل کر مر گیا، اب بلوائی سینکڑوں کی تعداد میں حضرتِ عثمان کے گرد آکر جمع ہو گئے اور مکان کو گھیر لیا اور یہ کہا کہ اب ہم آپ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے، سب کا آنا جانا اندر کا بند کیا، حضرتِ عثمان کو نماز کے واسطے بھی گھر سے نہ نکلنے دیا کوئی چیز کھانے کی بھی اندر نہ جانے دی یہاں تک کہ آپ کا پانی بھی بند کیا جو کچھ گھر میں تھا وہ سب ختم ہوا پھر سارا گھر پیاسا مرنے لگا جب سات دن برابر اسی طرح گزرے اور کسی کو ایک قطرہ بھی پانی کا نہ ملا تب حضرتِ عثمان نے اپنے مکان کی کھڑکی سے سر باہر نکالا اور آواز دی کہ یہاں علی ہیں؟ کسی نے جواب نہ دیا، فرمایا یہاں سعد ہیں؟ پھر کسی نے جواب نہ دیا، حضرتِ عثمان نے فرمایا کہ اے امتِ محمدیہ! روم و فارس کے بادشاہ بھی اگر کسی کو قید کرتے ہیں تو ضرور قیدی کو دانہ پانی دیتے ہیں اے لوگو! میں تمہارا ایسا گنہ گار قیدی ہوں کہ مجھ کو پانی بھی نہیں دیتے ہے کوئی جو اللہ واسطے عثمان کو ایک پیالہ پانی کا دے اس کے بدلہ میں پہلا پیالہ جو مجھ کو میرے نبی سے حوض کوثر پہ ملے گا اس کو دوں گا، وہاں حوض کوثر کی کس کو پرواہ تھی مگر جب حضرتِ علی کو خبر ہوئی، تین مشکیں آپ نے بھر کر کمر سے تلوار باندھی اور سر پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ باندھ کر پانی لے کر چلے اور لوگوں سے کہا کہ یہ کام تو کافر بھی نہیں کرتے جو کام تم نے کیا ہے پانی بند نہ کرو، دیکھو غضبِ الٰہی

نازل ہوجائے گا مگر ان ظالموں نے مشکوں میں برچھے مار کر پانی نکال دیا انتے میں جناب ام حبیبہ ام المؤمنین ایک خچر پر سوار ہوکر اور ایک پانی کی مشک ساتھ لے کر آئیں اور یہ خیال کیا کہ کم بخت میرا تو ادب کریں گے اور لوگوں سے کہا کہ بنی امیہ کی کچھ امانتیں عثمان کے پاس ہیں ذرا میں ان کے پاس جانا چاہتی ہوں تاکہ وہ امانت لے آؤں، یہ سن کر بلوائی بولے کہ او جھوٹی! یہ کہہ کر خچر کے منہ پر لکڑی ماری اور چار جامہ کا بند کاٹ دیا خچر آپ کو لے بھاگا حضرت ام المؤمنین گرتے گرتے بچیں۔ یہ واقعہ دیکھ کر لوگ گھبرائے اور یہ کہا، خدا تمہارا ناس کرے ازواجِ نبی کے ساتھ بھی ایسی بری طرح پیش آنے لگے، اہلِ مدینہ کو بہت غصہ آیا اور تلواریں لے کر حضرتِ عثمان سے عرض کیا کہ اب تو ازواجِ نبی کی بھی بے حرمتی ہونے لگی اے عثمان! اب تو لڑنے کی اجازت دیجئے، حضرت عثمان نے فرمایا، تم میرے لئے اپنی جانیں ضائع نہ کرو مجھے اگر لڑنا منظور ہوتا تو اب تک ہزارہا فوج شام اور عراق سے منگواتا، میں لڑنا ہرگز نہیں چاہتا، سب کو قسمیں دے کر واپس کر دیا پھر جب کچھ دن گزرے اور حضرتِ عثمان کو پیاس کی بہت سخت تکلیف ہوئی تو آپ نے پھر اپنا منہ کھڑکی سے باہر نکالا اور فرمایا تم جانتے ہو جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آئے تھے تو یہاں پانی مسلمانوں کو مول ملتا تھا اور کنواں یہود کے قبضہ میں تھا حضور نے فرمایا کون ہے جو اس کنوئیں کو خرید دے اور اس کے بدلے میں جنت کا چشمہ لے لے، میں نے وہ کنواں ۳۵ ہزار کو خرید کر تمہارے

اوپر وقف کردیا وہی آج میں ہوں کہ چالیس دن سے پانی کے لئے عثمان کے بچے روتے ہیں اور انہیں پانی نہیں ملتا، لوگو! تم کو معلوم ہے کہ مسجدِ نبوی ابتداء میں نہایت تنگ تھی میں نے پچیس ہزار روپیہ دے کر مکان اور زمین دے کر مسجدِ نبوی میں شامل کی، آج میں ایسا ہو گیا کہ تم مجھ کو اسی مسجد میں دو رکعتیں پڑھنے سے روکتے ہو لوگو! قیامت کے روز کیا عذر کرو گے؟

پچاس دن تک حضرتِ عثمان اسی مکان میں قید رہے، اس عرصہ میں برابر روزے رکھتے رہے ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مزار شریف سے باہر تشریف لائے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ ہیں حضرتِ عثمان کے پاس آئے اور فرمایا، اے عثمان! کیا تمہیں پیاس بہت لگی ہے؟ تم نے چالیس دن تک روزہ رکھا، اے عثمان! کل روزہ تم ہمارے پاس آکر کھولو گے، ہم حوض کوثر سے تمہارا روزہ کھلوائیں گے، اے عثمان! کل تم شہید کئے جاؤ گے اور تمہارے خون کا پہلا قطرہ آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پر پڑے گا۔

یہ خواب دیکھ کر حضرتِ عثمان نے اپنے مکان کا دروازہ کھول دیا اور فرمایا، آنے دو آج تو میری دعوت حضور حوض کوثر پر کر گئے ہیں دروازہ کھولتے ہی بلوائی اندر گھس آئے اور اس خیال سے کہ کوئی دروازہ پھر بند نہ کر دے کواڑوں میں آگ لگا دی، دروازہ کے اوپر

چھپر پڑا تھا اس کو بھی آگ لگ گئی، گھر والے گھبرا گئے مگر حضرت عثمان اس وقت نماز پڑھتے تھے اور سورۂ طٰہٰ شروع تھی گھر میں آگ لگ رہی تھی مگر جناب کی نماز یا قرأت پڑھنے میں ذرا بھی فرق یا لکنت نہ تھی یہاں تک کہ نماز سے آپ فارغ ہوئے، قرآن منگایا، کھولا سامنے رکھا وہی آیت نکلی، ایک آدمی آپ کے قتل کے ارادے سے آپ کے پاس آیا، آپ نے فرمایا، تو مجھ کو قتل نہ کر کیوں کہ نبی علیہ السلام نے تیرے لئے دعا کی تھی کہ اللہ تجھ کو عثمان کے خون میں ہاتھ رنگنے سے بچائے کیا تو میرے نبی کی دعا کے خلاف کرے گا؟ اس شخص کو تو یہ بات سنتے ہی پسینہ آیا اور شرمندہ ہو کر گھر سے نکل گیا، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس موقع پر آئے اور فرمایا، ظالمو! خبردار! عثمان کا خون نہ کرو، دیکھو اللہ تعالےٰ ایک عثمان کے بدلے اسی ہزار کو قتل کرے گا، اس وقت تک مدینہ منوّرہ کی حفاظت فرشتے کرتے ہیں جس وقت تم عثمان کو قتل کرو گے فرشتے چلے جائیں گے ایک ظالم بولا، او یہودی کے بچے! تو کیا جانے، جا اپنا کام کر، حضرت عثمان نے فرمایا کہ تم صبر کرو۔

اتنے میں سودان بن حمران ایک شخص آیا اور کہنے لگا، او عثمان تو کس دین پر ہے؟ آپ نے فرمایا میں دین محمدی پر ہوں، اس نے بڑے زور سے آپ کا گلا گھونٹا، پھر ایک اور ظالم آپ کے پاس آیا اور آپ کے چہرے پر طمانچہ مارا اور تلوار آپ کی جانب اٹھائی آپ نے ہاتھ

سے تلوار کو روکا، ہاتھ کٹ گیا، فرمایا یہ وہ ہاتھ تھا جو وحی لکھا کرتا تھا آج یہ راہِ مولیٰ میں کٹا ہے، یہ وہ ہاتھ ہے جس نے سید المرسلین کے ہاتھ پر بیعت کی جس دن سے یہ ہاتھ نبی کے ہاتھ سے ملا تھا کسی گندی چیز کو اس ہاتھ نے نہ چھوا تھا، لوگو! ذرا اس ہاتھ کو اچھی طرح دفن کرنا، اس ظالم نے کہا لو بلاؤ اپنے مددگاروں کو، فرمایا میرا جو مددگار ہے میرے پاس ہے، پھر ایک اور ظالم آیا اس نے تین زخم آپ کے ماتھے پر اور تین چھاتی پر برچھی کی نوک سے کئے اس وقت جو قرآن شریف سامنے رکھا تھا اور اسے آپ پڑھ رہے تھے اس پر پہلا قطرہ آپ کے خون کا جو پڑا وہ اس آیت پر پڑا فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ "اے عثمان! تیرا بدلہ لینے کو تیرا اللہ کافی ہے"۔ آپ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے ہوئے زمین پر گرے، اس ظالم نے آپ کی پسلیوں پر کودنا شروع کیا آپ کی تین پسلیاں ٹوٹ گئیں ظالموں نے آپ کے ازواج کا زیور اتارا اور گھر کا سب اسباب لوٹ لیا۔ (تاریخ الخلفاء صـ ۱۱۲، سیرۃ الصالحین صـ ۱۰۱)

سبق: عبداللہ ابن سبا یہودی کی سازش رنگ لائی اور اہل مصر اس کے منصوبہ کا شکار ہو کر مسلمانوں میں ایک عظیم فتنے کے ظہور کا موجب بن گئے، یہ فتنہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں اور بھی زیادہ پھیلا اور یہودیت مختلف روپوں میں ظاہر ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے نبی کریم صلے اللہ

علیہ وسلم سے اپنی شہادت کا سارا قصہ معلوم ہو چکا تھا اور آپ راضی برضائے الٰہی تھے اسی واسطے آپ نے صحابہ کرام کو ان سے لڑنے کی اجازت نہ دی اور نہ ہی شام و عراق سے کوئی فوج منگوائی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابن سبا یہودی کی تعلیم سے بلوائیوں کے دل میں نہ صحابہ کی عزت رہی اور نہ ازواج النبی کی حرمت اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت شریفہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی کچھ کم نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ دردناک ہے کربلا میں ظالموں نے چند دن پانی بند کیا تھا مگر یہاں چالیس روز سے بھی زیادہ پانی بند رہا، اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مظلوم ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سے بھی بڑھ کر مظلوم ہیں۔ رضی اللہ عنہما۔

حکایت نمبر ۱۷۳

حضرت علی مرتضےٰ کرّم اللہ وجہہ،

حضور صلے اللہ کے ایک چچا تھے جن کا نام عمران کنیت ابوطالب تھی، ابوطالب کی بہت سی اولاد تھی جن میں سے ایک حضرت علی رضی

اللہ عنہ بھی تھے ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں قحط پڑگیا اور لوگ اس مصیبت میں بری طرح گھر گئے، ابوطالب جو کثیر العیال تھے اپنی محدود آمدنی اور کثیر اولاد کی وجہ سے اس قحط سے بہت متاثر ہوئے اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دوسرے چچا حضرت عباس سے فرمایا کہ چلیئے میرے ساتھ ابوطالب کے گھر چلیں اور ان کے عیال کا بار کچھ ہلکا کریں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ابوطالب کے پاس پہنچے اور حضرت عباس نے اپنی کفالت میں جعفر کو لے لیا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں حضرت علی کو لے لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ابھی سات یا آٹھ سال ہی کے تھے کہ آپ نے اسلام قبول فرمالیا۔ (نزہۃ المجالس ص ۳۴۳ ج ۲)

سبق: حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور کی تربیت میں رہے اور تھوڑی عمر کے لوگوں میں سب سے پہلے آپ ہی حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

حکایت نمبر ۱۷۴

ابو تراب

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کی دیوار کے پاس زمین پر آرام فرما تھے اور آپ کی پشت الور مٹی سے لگ رہی تھی اتنے میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور حضرتِ علی کو زمین پر لیٹے ہوئے دیکھ کر آپ کو اٹھایا اور آپ کی پشت انور سے اپنے دست انور سے مٹی جھاڑتے ہوئے فرمایا اِجْلِسْ اَبَا تُرَابٍ مٹی والے اٹھ بیٹھ، حضرتِ علی کو حضور کے منہ سے "ابوتراب" کا لفظ کچھ ایسا پسند آیا کہ آپ کو اپنے اصلی نام سے زیادہ یہی نام پسند آنے لگا اور علی کہنے سے آپ اتنا خوش نہ ہوتے جتنا ابوتراب کہنے سے خوش ہوتے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۱۸)

سبق: حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کنیتی نام "ابوتراب" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہوا تھا اور اس نام میں ایک خاص محبت جلوہ فرما ہے، اسی لئے حضرتِ علی کو یہ نام بڑا پیارا تھا کہ یہ نام پیارے کا رکھا ہوا پیارا نام ہے۔

حکایت نمبر ۱۷۵

حیدر کرّار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے مقدس لشکر کو لے کر خیبر کے یہودیوں کی سرکوبی کے لئے نکلے اور خیبر پہنچ کر یہودیوں کے سب قلعوں کو محصور کر لیا، یہودیوں نے جب اپنے آپ کو قلعوں میں محصور پایا تو مجبور ہو کر قلعوں کے اندر بیٹھ کر ہی مدافعت کرنے لگے۔

یہودیوں کو اپنے ان قلعوں پر بڑا ناز تھا لیکن اسلامی شیروں نے ان کے تیروں اور پتھروں کی زد میں رہتے ہوئے آگے بڑھ کر قلعۂ ناعم کے ساتھ اور بھی دو ایک قلعے فتح کر لئے پھر قلعہ قموص پر دھاوا کیا چنانچہ یہ قلعہ بھی دو تین دن میں فتح ہو گیا اور اسی طرح مصعب، طلیح اور سلالم نام کے قلعے بھی فتح ہو گئے اب قلعہ خیبر کی باری تھی یہ قلعہ سب سے زیادہ مضبوط تھا اس کی فتح کے لئے بڑی کوشش کی گئی مگر یہ قلعہ فتح ہونے میں نہ آیا، جب کئی روز گزر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم! کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جو اپنی خداداد قوت سے قلعہ کو فتح کرے گا چنانچہ دوسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا اور فرمایا جاؤ تم اس قلعہ کو فتح کرو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جھنڈا اور لشکر لے کر قلعہ خیبر کی طرف بڑھے تو قلعہ خیبر کا مالک مرحب حضرت علی کے مقابلہ میں آیا اور یہ شعر پڑھنے لگا:۔ ؎

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٗ
شَاكِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٗ

مطلب ان شعروں کا یہ ہے کہ تمام خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، کون مرحب؟ وہ جو مسلح اور تجربہ کار بہادر ہے۔

حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے مرحب کا یہ شعر سنا تو آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَهْ　　　كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

یعنی سن او مرحب! ''میں وہ ہوں جس کا نام میری ماں نے شیر رکھا ہے جو جنگل کے شیروں کی طرح مہیب ہے۔''

اس کے بعد مرحب اور حضرت علی کا مقابلہ شروع ہوگیا، آخر حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ کی تلوار مرحب کی سپر کو کاٹتے ہوئے اس کے سر پر پہنچی اور سر کے دو ٹکڑے کرکے اس کے بدن کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے ؎

سر خود سر کو کاٹا چیر کا تا حلق سے نکلی ندائے الحذر ہر سو زبان خلق سے نکلی

مرحب خاک پر لوٹنے لگا، مرحب کو اس حالت میں دیکھ کر اس کے دوسرے ساتھیوں نے قلعہ سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا لیکن بہادران اسلام نے جان پر کھیل کر ایسا دھاوا کیا کہ یہودی ہمت ہار کے بھاگے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ قلعہ کے پھاٹک پر پہنچ گئے اور قلعہ کے دروازہ کو پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ پل بھر میں اسے اکھاڑ کے الگ پھینک دیا اور سب مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہوگئے مسلمانوں کی اس یلغار سے یہودیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور قلعہ فتح ہوگیا۔ (تاریخ اسلام ص ۲۲۳ ج ۱)

سبق: حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت بڑے بہادر تھے اور شیر خدا تھے اور یہ سب کچھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی عطا اور آپ کا صدقہ تھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ مغرور کافروں کے مقابلہ میں ان کا تکبر و غرور توڑنے کے لئے اپنے اوصاف کو فخریہ طور پر بیان کرنا جائز ہے اور یہ بھی معلوم

ہوا کہ ان اللہ والوں میں بہت بڑی طاقت ہوتی ہے جو دروازہ کئی آدمی مل کر کھولتے تھے حضرت علی نے اتنا بڑا دروازہ اپنے ایک ہاتھ سے اکھاڑ کر پرے پھینک دیا۔

حکایت نمبر ۱۷۶

زرہ کی چوری

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ چوری ہو گئی اور ایک یہودی سے برآمد ہوئی حضرت علی نے اس سے فرمایا کہ یہ تو میری زرہ ہے، یہودی نے کہا اگر آپ کی ہے تو دعویٰ کیجئے اور کوئی گواہ پیش کیجئے۔

چنانچہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے حضرت قاضی شریح رضی اللہ عنہ کی عدالت میں دعوائے دائر کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور وہ یہودی مدعی اور مدعا علیہ کی صورت میں عدالت میں پیش ہوئے، قاضی نے بغیر کسی رعایت کے دونوں کے بیان لئے اور حضرت علی سے گواہ طلب کئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ اور اپنے غلام قنبر کو گواہی کے لئے پیش کیا، بیٹے اور غلام کی گواہی حضرت علی کے نزدیک جائز تھی مگر قاضی صاحب کے نزدیک جائز نہ تھی، یہ مسئلہ امیر المؤمنین اور قاضی صاحب کے مابین مختلف فیہ تھا اسی لئے قاضی صاحب نے اپنے اجتہاد پر عمل کر کے حضرت علی کا دعویٰ خارج کر دیا۔

کمرۂ عدالت سے باہر نکلنے پر یہودی نے حضرت علی کے چہرے کو بغور دیکھا تو اسے کوئی رنج و ملال نظر نہ آیا، یہودی دل میں سوچنے لگا کہ حضرت علی نے خلیفۂ وقت اور اسداللہ ہونے کے باوجود اپنا دعوےٰ خارج ہوتے ہوتے دیکھ کر کوئی غصہ نہیں منایا اور آپ مطلق برہم نہیں ہوئے آخر کس چیز نے انہیں اس بات سے روکا ہے؟ اس سوال کا جواب یہودی کے دل ہی نے دیا کہ اسلام نے، چنانچہ یہودی فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قدموں میں گر گیا اور عرض کی:-

حضور میں نے آپ کی زرہ لی، آپ نے میرا دل لے لیا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(مغنی الواعظین صـ۵۲۶)

سبق: اسلام نے عدل و انصاف کا درس دیا ہے اور ہمارے اسلاف نے ہر حال میں عدل و انصاف کا ساتھ دیا ہے، اسلام کی نظر میں قانون چھوٹے بڑے، راعی رعایا اور امیر غریب سب کے لئے برابر ہے، ہمارے بزرگوں نے اسی عدل و انصاف اور اسلامی اخلاق کی تلوار سے دنیا کو فتح کیا۔

حکایت نمبر ۱۷۷

عجیب فیصلہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عہدِ خلافت ہے ایک نوجوان

گھبرایا ہوا اور یہ کہتا ہوا کہ اے احکم الحاکمین مجھ میں اور میری ماں میں فیصلہ فرما، حاضر ہوا اور آ کر عرض کی اے امیر المؤمنین! میری ماں نے نو ماہ تک مجھے شکم میں رکھا پھر وضع کے بعد دو سال تک مجھے دودھ پلایا جب میں جوان ہو گیا تو اس نے مجھے گھر سے نکال دیا اور میری فرزندی کا انکار کر بیٹھی اور اب کہتی ہے کہ وہ پہچانتی بھی نہیں۔

امیر المؤمنین ! تیری والدہ کہاں ہے ؟

نوجوان : فلاں قبیلہ کے فلاں مکان میں رہتی ہے ۔

امیر المؤمنین : اس نوجوان کی ماں کو میرے پاس لایا جائے ۔

آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور فوراً اس عورت کو اس کے چار بھائیوں اور چالیس مصنوعی گواہوں سمیت لایا گیا جو اس بات کی قسم کھاتے تھے کہ یہ عورت اس نوجوان کو جانتی بھی نہیں بلکہ یہ نوجوان جھوٹا اور ظالمانہ دعوے کر رہا ہے، اس کا مطلب اس بات سے یہ ہے کہ وہ اس عورت کو اس کے قبیلے میں ذلیل کرے حالانکہ اس عورت کا ابھی نکاح ہی نہیں ہوا، پھر بچہ کہاں سے جنتی، یہ تو اس وقت تک پاک دامن ہے ۔

امیر المؤمنین : اے نوجوان! تو کیا کہتا ہے ؟

نوجوان : اے امیر المؤمنین! خدا کی قسم، یہ میری ماں ہے اس نے مجھے جنا اور دودھ پلایا اور پھر گھر سے نکال دیا ۔

امیر المؤمنین : اے عورت یہ لڑکا کیا کہتا ہے ؟

عورت: اے مومنوں کے سردار! مجھے خدا کی قسم! نہیں اسے پہچانتی ہوں اور نہ یہ جانتی ہوں کہ یہ کن لوگوں میں سے ہے، یہ مجھے خوامخواہ ذلیل کرنا چاہتا ہے، میں ایک قریشی لڑکی ہوں اور ابھی تک کنواری ہوں۔

امیرالمومنین: تو کیا اس معاملہ میں تیرے پاس گواہ ہیں؟

عورت: ہاں! یہ ہیں، اس کے بعد فوراً چالیس گواہ قسم کھانے والے آگے بڑھے جنہوں نے قسمیں کھا کر عورت کے حق میں گواہی دی اور نوجوان کو جھوٹا بتلایا۔

امیرالمومنین: اچھا تو آج میں تمہارے درمیان ایسا فیصلہ نافذ کروں گا جس کو مالکِ عرش بالائے عرش پسند فرمائے گا، کیوں اے عورت تیرا کوئی ولی ہے؟

عورت: کیوں نہیں، یہ میرے بھائی ہیں۔

امیرالمومنین: (اس کے بھائیوں سے مخاطب ہو کر) کیا میرا حکم تمہارے لئے اور تمہاری بہن کے لئے قابلِ قبول ہوگا؟

چاروں بھائی:۔ ہاں ہاں! کیوں نہیں! امیرالمومنین جو فرمائیں ہمیں منظور ہے۔

امیرالمومنین: میں خدا کو اور حاضرین کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے بلاشک اس عورت کو اس نوجوان کے ساتھ بیاہ دیا، چار سو نقد درہموں کے مہر پر اپنے مال سے، اے قنبر! میرے پاس چار سو درہم لاؤ، قنبر نے فوراً

تعمیل کی اور ان درہموں کو نوجوان کے ہاتھ میں رکھ دیا۔

امیرالمؤمنین : اے نوجوان! ان درہموں کو اپنی عورت کی گود میں ڈال دے اور جاؤ اب میرے پاس اس حالت میں آنا کہ تجھ میں نہانے کا اثر ہو (یعنی بعد مباشرت و غسل کے حاضر ہونا)

نوجوان یہ ارشاد سن کر اٹھا اور درہم عورت کی گود میں ڈال دیئے

عورت : (چلّا کر) اے امیرالمؤمنین! جہنم! جہنم! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ مجھے میرے فرزند سے بیاہ دیں، بخدا یہ میرا فرزند ہے، میرے بھائیوں نے ایک کمینے آدمی سے میرا عقد کر دیا تھا جس میں سے میں نے یہ فرزند جنا، پھر جب یہ بالغ ہوا تو بھائیوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں اس کی فرزندی سے انکار کر دوں اور اسے گھر سے نکال دوں، بخدا یہ میرا لخت جگر ہے۔

امیرالمؤمنین: اچھا جاؤ، اپنے فرزند کو گھر لے جاؤ۔

(معنی الواعظین ص ۵۷۷)

سبق : حضرت علی رضی اللہ عنہ باب مدینۃ العلم تھے اور یہ اس پاک علم کا نتیجہ تھا کہ ایسے ایسے مشکل مسائل بڑی آسانی سے حل فرما لیتے تھے اور اس قسم کی مشکلات علم دین ہی سے حل ہوتی ہیں۔

حکایت نمبر ۱۷۸

آٹھ روٹیاں

دو آدمی ہم سفر تھے ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین، کھانے کا وقت آیا تو راستے میں ایک جگہ دونوں ٹھہرے اور وہ روٹیاں اکٹھی کر کے دونوں مل کر کھانے کو بیٹھے اتنے میں ایک تیسرا شخص بھی آ گیا، انہوں نے اس سے کہا آؤ بھئی! کھانا حاضر ہے اس شخص نے یہ دعوت قبول کر لی اور وہ بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا اور پھر تینوں نے مل کر وہ روٹیاں کھائیں، کھانا کھا لینے کے بعد وہ تیسرا شخص آٹھ روپے ان کو دے گیا اور کہہ گیا کہ آپس میں بانٹ لینا چنانچہ جب وہ دونوں ان آٹھ روپوں کو بانٹنے لگے تو پانچ روٹی والے نے کہا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں میں پانچ روپے لیتا ہوں اور تیری تین تھیں، تو تین لے، تین روٹی والا کہنے لگا، ایسا ہرگز نہ ہو گا بلکہ یہ آدھے روپے تیرے اور آدھے میرے، ہم دونوں نے مل کر روٹی کھائی ہے اس لئے دونوں کا حصہ بھی برابر ہو گا، دونوں میں تکرار بڑھ گئی اور پھر دونوں اپنے اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سارا قصہ سن کر تین روٹی والے سے فرمایا کہ

تمہیں اگر تین روپے ملتے ہیں تو تین ہی لے لو، تمہارا فائدہ اسی میں ہے ورنہ اگر حساب کرکے لوگے تو تمہارے حصہ میں صرف ایک روپیہ آتا ہے، وہ حیران ہو کر بولا، ایک روپیہ؟ بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ مجھے یہ حساب سمجھا دیجئے تو میں ایک ہی لے لوں گا۔

حضرت علی نے فرمایا، اچھا تو سنو! تمہاری تین روٹیاں تھیں اور اس تمہارے ساتھی کی پانچ، کل آٹھ روٹیاں تھیں اور تم کھانے والے تین تو ان آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کرو تو چوبیس ٹکڑے بنتے ہیں اب ان چوبیس ٹکڑوں کو تین کھانے والوں پر تقسیم کرو تو آٹھ آٹھ ٹکڑے سب کے حصے میں آئے یعنی تینوں نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے، آٹھ تم نے آٹھ تمہارے ساتھی نے اور آٹھ تمہارے مہمان نے، اب سنو کہ تمہاری تین روٹیاں تھیں، ان تین روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو نو ٹکڑے بنتے ہیں اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں، ان پانچ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں تو پندرہ ٹکڑے بنتے ہیں تو تم نے اپنے نو ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور تمہارا صرف ایک ٹکڑا بچا جو مہمان نے کھایا لہذا تمہارا ایک روپیہ، تمہارے ساتھی نے اپنے پندرہ ٹکڑوں میں سے آٹھ خود کھائے اور اس کے سات ٹکڑے بچے جو مہمان نے کھائے لہذا سات روپے اس کے، یہ فیصلہ سن کر وہ شخص حیران رہ گیا اور مجبوراً اسے ایک ہی روپیہ لینا پڑا اور دل میں کہنے لگا کہ تین ہی لے لیتا تو اچھا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶)

سبق: حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ نے جو باب مدینۃ العلم ہیں بڑے بڑے مشکل مسائل کو حل فرمایا اور واقعی آپ مشکلکشا ہیں۔

حکایت نمبر ۱۷۹

جنگلی درندہ

ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ جناب! میرا ارادہ سفر کا ہے مگر میں جنگلی درندوں سے ڈرتا ہوں آپ نے اسے ایک انگوٹھی دے کر فرمایا، جب تیرے نزدیک کوئی خوفناک جانور آئے تو فوراً کہہ دینا کہ یہ علی بن ابی طالب کی انگوٹھی ہے، ازاں بعد اس شخص نے سفر کیا اور اتفاق سے راہ میں ایک جنگلی درندہ اس پر حملہ کرنے دوڑا، اس نے پکار کر کہا اے درندے! یہ دیکھ میرے پاس علی ابن طالب کی انگوٹھی ہے، درندے نے جب حضرت علی کی انگوٹھی دیکھی تو اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور پھر وہاں سے دوڑتا ہوا کہیں چلا گیا، یہ مسافر جب سفر سے واپس آیا تو اس نے یہ سارا قصہ حضرت علی کو سنایا تو آپ نے فرمایا، اس درندے نے آسمان کی طرف منہ کر کے یہ قسم کھائی تھی اور کہا تھا کہ مجھے ربِّ سما کی قسم! میں اس علاقہ میں بالکل ہرگز نہ رہوں گا جس میں لوگ علی ابن طالب کے سامنے میری شکایت کریں۔

(نزہۃ المجالس ص ۳۵۱ ج ۲)

سبق: شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ جنگلی شیروں اور درندوں پر بھی تھا۔

حکایت نمبر ۱۸۰

جبریل کی تلاش

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ جبریل ایک آدمی کی شکل میں حاضر ہوا اور آکر کہنے لگا اے علی! آپ باب مدینۃ العلم ہیں ذرا جبریل کی تلاش تو کیجئے اور بتائیے اس وقت جبریل کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے تو دائیں بائیں دیکھا پھر زمین کی طرف دیکھا، پھر اوپر دیکھا اور فرمایا، اس وقت جبریل نہ تو آسمانوں میں نظر آیا ہے اور نہ زمین میں کہیں لہٰذا میرے خیال میں جبریل تو ہی ہے۔

(نزہۃ المجالس ص ۳۵۲)

سبق: یہ نظر ہے حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی جو مدینۃ العلم کے دروازہ ہیں پھر جو مدینۃ العلم ہیں اور مولا علی کے بھی مولا ہیں یعنی حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم، ان کے علم و نظر کی وسعت کا جو انکار کرے اور یوں کہے کہ حضور کو دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہ تھی کس قدر جاہل و بے خبر ہے۔

حکایت نمبر ۱۸۱
لڑکے کی ماں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دو عورتوں نے بچے جنے رات اندھیری تھی، ایک کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اور ایک کے ہاں لڑکی، دونوں میں جھگڑا اس بات کا پیدا ہوا کہ ہر ایک کہتی تھی کہ لڑکا میں نے جنا ہے، آخر کار دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لائی گئیں ہر ایک ان میں سے یہ کہتی تھی کہ لڑکے کی ماں میں ہوں، حضرت علی نے فرمایا کہ تم دونوں تھوڑا تھوڑا دودھ چھاتیوں سے نکال کر دو برتنوں میں رکھو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ نے دونوں دودھوں کو تولا تو ایک وزنی اترا فرمایا جس کا دودھ وزنی ہے لڑکا اسی کا ہے، یہ فیصلہ سن کر لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا، فرمایا آیت لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ سے، اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے مرد کو ہر چیز میں فضیلت دی ہے حتیٰ کہ غذا میں بھی، پس میں نے اسی حقیقت کے پیشِ نظر سوچا تھا کہ لڑکے کی ماں کا دودھ ضرور وزنی ہوگا۔

(نزہتہ المجالس ص ۳۵۵ جلد ۲)

سبق: اس قسم کی عقدہ کشائی علمِ دین ہی کی بدولت ہو سکتی ہے اور قرآن پاک کا صحیح علم رکھنے والا قرآنِ پاک سے ہر مشکل کا حل پالیتا ہے۔

حکایت نمبر ۱۸۲

مشکل سوالات

تورات کے ایک عالم نے جس کا نام مصر تھا ایک مرتبہ حضرت علی سے پوچھا کہ میرے چند سوالوں کا جواب دیجئے، حضرت علی نے فرمایا پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ اس نے پوچھا۔

بتائیے وہ کون سا مرد ہے جس کا نہ باپ ہے نہ ماں اور وہ کونسی عورت ہے جس کا نہ باپ ہے نہ ماں؟ اور وہ کون سا مرد ہے جس کی ماں تو ہے لیکن باپ نہیں اور وہ کون سا پتھر ہے جس نے جانور جنا ہے اور وہ کونسی عورت ہے جس نے ایک ہی دن میں صرف تین گھڑیوں میں بچہ جن دیا اور وہ کون سے دو دوست ہیں جو آپس میں کبھی دشمن نہ بنیں گے اور وہ کون سے دو دشمن ہیں جو آپس میں کبھی دوست نہ بنیں گے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، لو اب سنو! وہ مرد جس کا نہ باپ ہے نہ ماں آدم علیہ السلام ہیں اور وہ عورت جس کا نہ باپ ہے نہ ماں حوا علیہا السلام ہیں اور وہ مرد جس کی ماں ہے لیکن باپ نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور وہ پتھر جس نے جانور جنا ہے وہ وہ پتھر ہے جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پیدا ہوئی اور وہ عورت

جس نے ایک ہی دن میں تین گھڑیوں میں بچہ جنا، مریم علیہا السلام ہیں جن کو ایک گھڑی میں حمل ٹھہر گیا اور دوسری گھڑی میں دردِ زہ پیدا ہوئی اور تیسری گھڑی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو گئے اور وہ دوست جو کبھی آپس میں دشمن نہ بنیں گے جسم اور روح ہیں اور وہ دو دشمن جو کبھی آپس میں دوست نہ بنیں گے موت اور حیات ہیں۔ مضر نے سن کر کہا واقعی اے علی! تم نے صحیح جواب دیئے اور واقعی تم باب مدینۃ العلم ہو۔

(جامع المعجزات ص ۲۳)

سبق: مدینۃ العلم کے باب کے علم سے پتہ چلتا ہے کہ مدینۃ العلم صلے اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی شئے نہیں جو نہ ہو۔

حکایت نمبر ۱۸۳

یہودی کی داڑھی

ایک یہودی کی داڑھی بہت مختصر تھی ٹھوڑی پر چند ایک گنتی کے بال تھے اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی مبارک بڑی گھنی اور بھری ہوئی تھی، ایک دن وہ یہودی حضرت علی سے کہنے لگا، اے علی! تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن میں جمیع علوم ہیں اور تم باب مدینۃ العلم ہو تو بتاؤ کہ قرآن میں کیا تمہاری گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی ذکر ہے؟ حضرت علی نے فرمایا، ہاں ہے تو سنو! قرآن میں آتا ہے:-

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا

"یعنی جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے خوب نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا مشکل۔"

تو اے یہودی! وہ اچھی زمین میری ٹھوڑی ہے اور خراب زمین تیری ٹھوڑی۔

سبق: قرآن پاک میں جمیع علوم موجود ہیں مگر کوئی سمجھنے والا ہونا چاہئے۔

حکایت نمبر ۱۸۴

حضرت علی اور اخلاص

(منظوم حکایت)

کہتے ہیں شیر خدا نے ایک بار
ایک دشمن پر کیا خنجر کا وار

بھاگا ایسا زخم کھا کے پشت پر
کی نہ مارے خوف کے پیچھے نظر

کب بھلا ممکن تھا کر کے کوئی چھل
شیر کے پنجے سے یوں جائے نکل

کر تعاقب جا گرایا خاک پر!
تھے جدا کرنے کو سر سے اسکا تن

ناگہاں اس مشرک بے عقل نے
چاند سے چہرے پہ تھوکا جہل سے

مرتضیٰ نے ہاتھ سے خنجر کو چھوڑ
منہ لیا اس کافر بے دیں سے موڑ

چھوڑ کر اس کو ہوئے یکسو کھڑے
یہ کہا بخشا تجھے ہٹ جا پرے

در گزر تھی یہ خلافِ دابِ جنگ
رہ گیا کافر کھڑا حیران و دنگ

دست بستہ عرض کی اے باکمال
گر اجازت ہو کروں میں اک سوال

موت تھی میری شرارت کی سزا
عفو میں مجھ کو تب حکمت ہے کیا

مسکرا کر وہ ولیِّ انس و جان
یوں ہوئے اپنی زباں سے در فشاں

تجھ کو مجھ سے تھی نہ ذاتی دشمنی
جو عداوت تجھ سے تھی للّٰہ تھی

مارتا اس وقت میں تجھ کو اگر
نفس کہتا دل میں اپنے پھول کر

انتقام اس سے لیا اچھا کیا
تھوکنے کا اس نے کچھ پایا مزا

مارتا تجھ کو اگر میں اس طرح
منہ دکھاتا پھر خدا کو کس طرح

شیرِ حق ہوں حق پہ ہے میرا یقیں
نفس کے کہنے پہ میں چلتا نہیں

دیکھ کر اخلاص شاہِ دین کا
مشرکِ بے دیں مسلمان ہو گیا

مرتضیٰ کا دیکھ کر اخلاص تام
قوم بھی اس کی ہوئی مومن تمام

شیرِ حق سے لے سبق اخلاص کا
یوں ادا کرتے ہیں حق اخلاص کا

(مثنوی شریف کا ترجمہ، موتیوں کا ہار ص ۸۱)

سبق:

حلم کی تلوار کرتی ہے وہ کام
چھوڑتی ہرگز نہیں دشمن کا نام

حکایت نمبر ۱۸۵

علی المرتضیٰ کی شہادت

جس طرح ابن سبا کے گروہ کو صحابہ کرام سے عداوت تھی اسی طرح خارجی گروہ کو اہل بیت سے عداوت تھی اور یہ دونوں گروہ ہی اسلام اور مسلمانوں کے لئے بے حد خطرناک ثابت ہوئے چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان خارجیوں کو سخت عداوت تھی اور ایک خارجی ملعون نے جس کا نام ابن ملجم تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دینے کا پروگرام بنایا اور ایک تلوار کو خاص اسی ناپاک مقصد کے لئے زہر میں بجھایا اور موقع کا منتظر رہا، حضرت علی رضی اللہ کا دارالخلافہ کوفہ تھا اور آپ ایک روز صبح کی نماز پڑھنے مسجد کو جا رہے تھے کہ ابن ملجم خارجی نے جو راستے میں چھپ کر بیٹھا ہوا تھا، حضرت پر حملہ کر دیا اور آپ کے ماتھے پر تلوار ماری، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تلوار کا زخم کھا کر ایک نعرہ مارا فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ "خدا کی قسم امیں اپنی مراد کو پہنچا" اور پھر آپ زمین پر گر گئے اور حکم فرمایا کہ میرے قاتل کو پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ یہ حکم سن کر لوگ ابن ملجم خارجی کو پکڑ کر لے آئے، حضرت علی نے فرمایا اس میرے مہمان کے لئے نرم بستر بچھاؤ، اچھا خوش ذائقہ کھانا پکا کر اسے کھلاؤ اور اسے ٹھنڈا پانی بھی پلاؤ، زخم سے خون زیادہ نکل جانے

سے پھر آپ کو بہت زیادہ ضعف لاحق ہوا اور آپ کو شدت سے پیاس لگی، گھر والے آپ کے لئے شربت بنا کر لائے، حضرت نے فرمایا کہ پہلے میرے قاتل کو یہ شربت پلاؤ، گھر والے جب شربت ابن ملجم کے پاس لائے تو وہ بد بخت بولا، میں جانتا ہوں کہ تم نے اس میں میرے لئے زہر گھول رکھا ہے یہ کہہ کر پینے سے انکار کر دیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ بات سن کر روئے اور فرمایا اے بدنصیب! اگر تو اس وقت یہ میرا شربت پی لیتا تو میں قیامت کے دن جامِ کوثر ہرگز نہ پیتا جب تک پہلے تجھے نہ پلاتا مگر میں کیا کروں کہ تو نے میرے ساتھ رہنا پسند نہیں کیا، اس کے بعد آپ کی حالت بہت نازک ہوگئی اور فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت بڑی جماعت فرشتوں کی ہے ان کے ساتھ بہت بڑے قافلے نبیوں کے ہیں سب سے آگے سالارِ قافلہ حضور سیّد المرسلین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ اے علی! خوش ہو جاؤ کہ اب تم بڑے چین اور راحت میں بلائے جاتے ہو، اس کے بعد آپ نے کچھ وصیتیں فرمائیں پھر کچھ مشک بطور تبرک نکالا اور روئے، پوچھا گیا کہ یہ مشک کیسا ہے؟ فرمایا حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مبارک جنازہ کو اس مشک سے بسایا گیا تھا اس وقت تھوڑا سا مشک بطور تبرک میں نے آج کے دن کے لئے رکھ لیا تھا جب مجھے غسل دے کر کفن پہناؤ تو یہ مشک میرے بدن پر لگا دینا پھر السّلام علیکم کہا، اس کے بعد کلمہ شریف کا ورد فرمایا اور اپنی جان راہِ حق میں قربان کر دی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ (سبزۃ الصالحین ص ۱۱۱)

سبق: ان اللہ والوں کی یہ سیرت ہے کہ اللہ کی راہ میں زخم کھاتے ہیں اور ستم کھاکر فرماتے ہیں کہ ہم اپنی مراد کو پہنچے اور اپنے قاتل کی خاطر و مدارات کرتے ہیں اور ان پر بڑے بڑے مصائب و آلام نازل ہوتے ہیں اور وہ ہر حال میں خدا کی مرضی پر راضی رہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ان پاک لوگوں کی موت محض ایک انتقالِ مکانی ہوتی ہے اور وہ بڑے اطمینان کے ساتھ السلام علیکم فرماکر اور کلمۂ شریف کا ورد فرماتے ہوئے اپنے محبوبِ حقیقی کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔

حکایت نمبر ۱۸۶

نبی کے چار یار

ایک دن حضرت جبریل ایک طباق لے کر آئے جو جنت کے سیبوں سے لبریز تھا، طباق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس میں سے اس شخص کو عنایت کیجئے جو آپ کو پیارا ہو، یہ طباق ایک نورانی خوان پوش سے ڈھکا ہوا تھا حضور نے اپنا دستِ انور اس میں داخل کر کے ایک سیب نکالا دیکھتے کیا ہیں کہ اس کی ایک جانب تو لکھا ہوا ہے هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ مِّنَ اللّٰهِ لِاَبِيْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ یعنی یہ خدا کا تحفہ ہے ابوبکر صدیق کے لئے

اور اس کی دوسری جانب یہ عبارت لکھی ہوئی ہے، مَنْ اَبْغَضَ الصِّدِّیْقَ فَھُوَ زِنْدِیْقٌ " یعنی صدیق سے بغض رکھنے والا بے دین ہے۔"
پھر آپ نے دوسرا سیب اٹھایا، اس کے ایک طرف تو یہ لکھا تھا: ھٰذِہٖ ھَدِیَّۃٌ مِّنَ الْوَھَّابِ لِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ "یعنی یہ خدائے وہاب کا تحفہ ہے عمر بن خطاب کے لئے۔" اور دوسری جانب یہ لکھا ہے مَنْ اَبْغَضَ عُمَرَ فَھُوَ فِیْ سَقَرَ " یعنی عمر کے دشمن کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔" ازاں بعد ایک اور سیب اٹھایا جس کے ایک جانب یہ لکھا تھا ھٰذِہٖ ھَدِیَّۃٌ مِّنَ اللّٰہِ الْحَنَّانِ الْمَنَّانِ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ "یعنی یہ خدائے منّان وحنّان کا تحفہ ہے عثمان بن عفان کے لئے۔" اور دوسری طرف یہ لکھا تھا مَنْ اَبْغَضَ عُثْمَانَ فَخَصْمُہُ الرَّحْمٰنُ "یعنی عثمان کا دشمن کا رحمٰن دشمن ہے۔" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طباق میں سے ایک اور سیب اٹھایا جس کے ایک جانب تو یہ لکھا تھا ھٰذِہٖ ھَدِیَّۃٌ مِّنَ اللّٰہِ الْغَالِبِ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ "یعنی یہ خدائے غالب کا تحفہ ہے علی ابن ابی طالب کے لئے۔" اور دوسری جانب یہ لکھا ہے، مَنْ اَبْغَضَ عَلِیًّا لَمْ یَکُنْ لِلّٰہِ وَلِیًّا "یعنی علی کا دشمن خدا کا دوست نہیں۔"
حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان عبارات کو پڑھ کر اللہ کی بے حد حمد وثناء کی۔ (نزہتہ المجالس ص ۳۶۱ جلد ۲)

سبق: حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے یہ چار یار جن کی بعض حکایات آپ نے پڑھیں بڑے مرتبوں اور درجوں کے مالک ہیں اور ان چار

یارانِ نبی کا دشمن اللہ کا دشمن ہے لہٰذا ہر مسلمان کو ان "چار یار" سے محبت رکھنا لازم ہے اور ان کی عداوت سے بچنا واجب ورنہ ایمان کی خیر نہیں۔

حکایت نمبر ۱۸۷

پنجتن پاک

ایک دن نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے ایک دروازے سے اس طرح برآمد ہوئے کہ آپ کے دائیں طرف حضرت ابو بکر، بائیں طرف حضرت عمر، آگے حضرت علی اور پیچھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہم تھے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن لو کہ ہم جنت میں بھی یوں ہی داخل ہوں گے تو جو کوئی ہم میں ذرا بھی تفریق ڈالے اس پر خدا کی مار۔ (نزہتہ المجالس ص ۳۶۲، ج ۲)

سبق: حضور کے چار یار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بھی ساتھی تھے اور جنت میں بھی ساتھی ہوں گے۔

حکایت نمبر ۱۸۸

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اعلان حق

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر اوّل تو خدا کی حمد و ثنا

کی پھر فرمایا، ابوبکر کہاں ہیں؟ حضرت ابوبکر بولے یا رسول اللہ، میں حاضر ہوں، فرمایا میرے پاس آؤ، حضرت ابوبکر حضور کے پاس آئے حضور نے انہیں سینے سے لگا لیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور پھر بلند آواز سے فرمایا، اے مسلمانوں کے گروہ! یہ ابوبکر صدیق ہیں، مہاجرین و انصار کے بزرگ و شیخ ہیں یہ میرے سچے دوست اور ہمدرد ہیں، جس وقت لوگوں نے مجھے جھٹلایا انہوں نے میری تصدیق کی، انہوں نے جان و مال سے میری خیر خواہی کی، میری خاطر بلال کو خریدا اور اسے آزاد کیا تو سن لو کہ ان کے دشمن پر خدا کی پھٹکار ہو، خدا ایسے شخص سے بیزار ہے اور میں بھی بیزار ہوں، تم لوگوں کو چاہیئے کہ میرا یہ اعلان سب کو سنا دو۔

پھر فرمایا، عمر کہاں ہیں؟ حضرت عمر بولے میں حاضر ہوں، فرمایا میرے پاس آؤ، آپ حضور کے پاس پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی سینے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور پھر بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! یہ عمر بن خطاب مہاجرین و انصار کے شیخ و بزرگ ہیں، یہی وہ ہیں جن کے دل اور زبان پر خدا نے حق نازل فرمایا اور جو سچی بات کہنے سے نہیں رکتے تو سن لو کہ جو ان کا دشمن ہے خدا اور اس کا رسول اس سے بھی بیزار ہیں اور اس پر خدا کی مار ہو، اس کے بعد فرمایا، عثمان کہاں ہیں، حضرت عثمان بولے حضور! میں حاضر ہوں فرمایا، میرے پاس آؤ، حضرت عثمان حضور کے پاس گئے تو حضور نے

انہیں بھی چھاتی سے لگایا اور پیشانی کو چوم کر بلند آواز سے فرمایا، یہ عثمان مہاجرین وانصار کے شیخ و بزرگ ہیں یہی وہ شخص ہیں جن سے آسمان کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں، یہی وہ ہیں جن کے نکاح میں میں نے خدا کے حکم سے دو بیٹیاں دیں اور ان کو اپنا داماد بنایا، تو سن لو کہ ان کے دشمن پر بھی خدا کی لعنت!

اس کے بعد فرمایا علی کہاں ہیں؟ حضرت علی بولے یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں، فرمایا، میرے پاس آؤ، حضرت علی حضور کے پاس گئے تو حضور نے انہیں بھی سینے سے لگایا، پیشانی کو چوما اور پھر بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ! یہ علی ابن ابی طالب ہیں، مہاجرین وانصار کے شیخ و برگزیدہ ہیں یہ میرے بھائی اور میرے چچا کے بیٹے اور میرے داماد بھی ہیں، یہ میرے گوشت اور خون ہیں یہ اللہ کے دشمنوں کے لئے تلوار ہیں، یہی شیر خدا ہیں، سو سن لو کہ ان کے دشمن پر خدا کی لعنت اس سے میں بھی بری ہوں اور خدا بھی بری ہے جو شخص خدا اور رسول سے بیزاری چاہے وہ علی سے بیزار ہو۔ (نزہۃ المجالس ص ۳۶۵ ج ۲)

سبق: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے علی الاعلان اپنے چار یاروں کے مدارج بیان فرما دیئے اور مسلمانوں کو خبردار کر دیا کہ ان سے محبت رکھنا ضروری ہے اور ان سے عداوت و بیزاری موجب لعنت ہے لہذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے

چار یاروں سے محبّت رکھے۔

حکایت نمبر ۱۸۹

جزیرے کا جن

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے ایک شخص کو مکّہ میں دیکھا جو پہلے عیسائی تھا اور اب مسلمان ہو چکا تھا۔ امام شافعی نے اس سے پوچھا کہ تیرے مسلمان ہونے کا سبب کیا ہے؟ وہ بولا، میں ایک بحری سفر میں تھا کہ ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور پانی کی موجوں نے اسے ایک ایسے جزیرے میں لے جا کر ڈال دیا جس میں پھل پھول اور صاف ستھرے پانی کی نہریں جاری ہیں، میں نے اس جزیرے پر سارا دن گزارا، رات ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چوپایہ جس کا سر شتر مرغ کے سر جیسا تھا اور چہرہ آدمی کا سا، اس کے ہاتھ پاؤں اونٹ کے سے تھے اور دم مچھلی کی سی، وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ خدا کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں اور محمّد اس کے برگزیدہ رسول ہیں اور ابوبکر ان کے یارِ غار، عمر فتوحات کے مالک، عثمان شہید اور علی کافروں پر خدا کی تلوار ہیں، ان کے دشمنوں پر خدا کی مار ہو۔ میں یہ منظر دیکھ کر ڈر کر بھاگنے لگا تو اس نے کہا، ٹھہر جا اور ایک قدم بھی آگے مت رکھنا ورنہ ابھی ہلاک ہو جائے گا، پھر میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، تیرا دین

کیا ہے؟ میں نے کہا، عیسائی، اس نے بڑی نرمی سے کہا تو مسلمان ہو جا، تمام آفتوں سے محفوظ رہے گا، چنانچہ میں مسلمان ہو گیا، پھر اس نے کہا خوب یاد رکھ کہ تیرا اسلام ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کی محبت رکھنے کی وجہ سے تکمیل کو پہنچے گا، میں نے اس سے پوچھا کہ یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں؟ وہ بولا، میں جن ہوں اور ہماری ایک جماعت ہے جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکی ہے، یہ سب باتیں ہماری اس جماعت نے حضور کی زبانی سنتی ہیں۔ (نزہۃ المجالس ص۳۶۷ ج ۲)

سبق: حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے چار یاروں کی محبت والفت انسانوں اور جنوں کے دل میں بھی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسلام موجود ہو۔

حکایت نمبر ۱۹۰

صدیق و فاروق کا دشمن

ایک دن حضور صلے اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کی معیت میں اپنی مسجد میں رونق افروز تھے کہ ایک منافق جو بظاہر مسلمان تھا آیا اور اس کی پنڈلیوں سے خون بہہ رہا تھا، حضور نے دریافت فرمایا یہ کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ فلاں محلے کی فلاں گلی سے گزر رہا تھا کہ وہاں ایک کتا نے مجھے کاٹ لیا ہے، تھوڑی دیر کے بعد ایک اور منافق

آیا اس کی پنڈلیوں سے بھی خون بہہ رہا تھا، اس نے بھی یہی بتایا کہ اس کتیا نے مجھے بھی کاٹ کھایا ہے، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے فرمایا، چلو تو اس کتیا کو دیکھیں ممکن ہے وہ دیوانی ہو گئی ہو۔ چنانچہ حضور صحابہ کرام کی معیّت میں وہاں پہنچے تو اس کتیا نے حضور کو دیکھتے ہی آپ کے قدموں پر لوٹنا شروع کر دیا اور جب حضور نے اس سے پوچھا کہ تو نے ان دونوں کو کیوں کاٹا؟ تو وہ بزبان فصیح بولی، یارسول اللہ! یہ دونوں منافق ہیں اور یہ دونوں آپ کے یارِ غار صدیق اکبر اور فاروق اعظم کو گالیاں دے رہے تھے مجھے غصہ آیا تو میں نے انہیں کاٹ کھایا، حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر ان دونوں آدمیوں سے پوچھا تو انہوں نے اقرار کیا اور توبہ کی۔

(جامع المعجزات لرہادی مطبوعہ مصر ص ۱۹)

سبق: صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو جو گالیاں دیتا ہے اس سے تو جانور بھی اچھے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام کو گالیاں دینے والے سے کتے بھی عداوت رکھتے ہیں پھر جو دشمنانِ صحابہ سے دوستی رکھے سوچئے کہ وہ کون ہے؟

حکایت نمبر ۱۹۱

ایک بے دین کمہار

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک بے دین کمہار رہتا تھا جس نے اپنے ایک گدھے کا نام ابوبکر اور ایک کا عمر رکھ کر اپنی دلی خباثت کا اظہار کر رکھا تھا، ایک دن ان دونوں گدھوں میں سے ایک نے اس کمہار کو ایسی لات ماری کہ وہ ملعون وہیں ڈھیر ہو گیا، یہ خبر جب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تو آپ نے فرمایا، جاکر دیکھ لو جس گدھے کا نام ملعون نے عمر رکھا تھا یہ اسی سے مارا گیا ہو گا، چنانچہ تحقیق کی گئی تو وہ واقعی اسی گدھے کی ضرب سے مارا گیا تھا جس کا نام اس نے عمر رکھا تھا۔ (روح البیان ص ۸۵۹ ج ۱)

سبق: صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی بے ادبی و گستاخی بہت خطرناک ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کے کچھ ایسے مظہر تھے کہ آپ کا نامِ پاک بھی جہاں آیا کفر پر حملہ آور ہو گیا۔

حکایت نمبر ۱۹۲

خطرناک درندہ

جعفر خدری فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسے قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا جس کے سب افراد صحابہ کرام کے دشمن تھے وہ سب کے سب حضرت صدیق و حضرت فاروق کے متعلق مجھ سے مناظرہ کرتے ہوئے چل رہے تھے میں حتی الامکان ان کے ہر اعتراض کا جواب دے رہا تھا، اتنے میں ایک خطرناک جنگل آگیا جس سے ایک خطرناک درندہ نکلا، اتفاق دیکھئے کہ وہ درندہ سیدھا میری ہی طرف آیا اور مجھ پر حملہ کر کے مجھے اٹھا کر چل دیا، یہ دیکھ کر وہ قافلے والے بڑے خوش ہوئے اور مجھے اس خیال سے بڑی کوفت ہوئی کہ وہ کہتے ہوں گے کہ محبّت شیخین کا مزہ چکھ لیا اس نے، اس درندہ نے مجھے اپنے بھوکے بچوں کے آگے لاکر ڈال دیا تاکہ وہ بچّے کھا جائیں، اس وقت میرے منہ سے بے ساختہ نکلا اَغِثْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بِحُرْمَۃِ الشَّیْخَیْنِ اب جو اس درندے کے بھوکے بچے میرے قریب آئے تو مجھے سونگھ کر سب کے سب پیچھے ہٹ گئے، یہ دیکھ کر وہ درندہ خوفناک آواز میں بولا میری سمجھ میں وہ کہہ رہا تھا کہ کھاتے کیوں نہیں؟ پیچھے کیوں ہٹ گئے؟ اس کے بچّوں نے بزبانِ فصیح جواب دیا:

لَقَدْ جَوَّعْتَنَا ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ثُمَّ جِئْتَنَا بِمَنْ یُحِبُّ اَصْحَابَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

"تو نے ہمیں تین دن بھوکا رکھا اور آج اس شخص کو لے آئے ہو جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے محبّت رکھتا ہے۔" (بھلا ہم اسے کیسے کھائیں)

میں نے خود ان کا یہ جواب سنا اور مسرت میں اٹھا اور چل دیا، خدا کی قسم! مجھے انہوں نے کچھ بھی ایذا نہ دی۔ (جامع المعجزات ص:۱۲)

سبق: یاران نبی کی محبت کا جنگلی درندوں کو بھی پاس ہے اور اس محبّت سے جیسے جعفر کی جان بچ گئی اسی طرح اس محبّت سے ایمان بھی بچتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے مسلمان بھی مصیبت کے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا کرتے تھے اور یَا رَسُوْلَ اللہ کا نعرہ لگا کر حضور سے مدد مانگا کرتے تھے۔

فقیہِ اعظم حضرت مولانا ابو یوسف محمد شریف محدث کوٹلوی کا خاص عطیہ

دافعِ اٹھراہ

جس عورت کے ہاں مردہ بچے پیدا ہوتے ہوں یا کمزور ہو کر مر جاتے ہوں یا وقت سے پہلے حمل ساقط ہو جاتا ہو یا لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوتی ہوں اسے مرض اٹھراہ ہے اس نامراد مرض کے ازالہ کے لیے حضرت فقیہِ اعظم گولیاں اور تعویذات دیا کرتے تھے جس سے ہزاروں عورتیں بامراد ہو گئیں۔ اطباء حکماء اور ڈاکٹروں نے تسلیم کیا ہے کہ اس مرض کیلئے

یہ روحانی علاج سو فیصد کامیاب ہے

الحمد للہ! یہ خاص عطیہ والد گرامی مجھے عطا فرما گئے ہیں ضرورتمند اصحاب مجھ سے

آٹھ ماہ کے لیے تعویذات اور گولیاں طلب فرمائیں،

نوٹ: یہ دوا حمل کے پہلے دوسرے یا پھر تیسرے ماہ تک شروع کر دینا لازم ہے۔ پھر بچہ پیدا ہونے تک دوائی جاری رکھی جاتی ہے۔ ترکیب استعمال ساتھ روانہ کی جائے گی؛

ہدیہ مع محصول ڈاک سیٹ -/۱۰۰

بچوں کے سوکڑے کا سو فیصد مفید روحانی علاج

ثمینی

بچہ اگر سوکھ کر کانٹا بن چکا ہو، اس میں خون یا کیلشیم کی کمی ہو تو اس کے لیے ثمینی منگوا کر قدرت کا کرشمہ دیکھیے گلے میں ڈالنے کا ایک تعویذ اور ۲۱ عدد گولیاں ہیں ہر روز ایک گولی پیس کر دہی کے چمچہ بھر پانی میں گھول کر پلائی جاتی ہے۔ بچہ ہفتہ بھر بس ہی موٹا تازہ پہلوان نظر آتا ہے آزمائش شرط ہے۔

ہدیہ مع محصول ڈاک سیٹ -/۲۰ روپے

صاحبزادہ ابو النور محمد بشیر
دربار شریف کوٹلی لوہاراں
ضلع سیالکوٹ

نشر و اشاعت کے محاذ پر اہلسنّت کے لیے

فرید بُک سٹال کی مطبوعات کی فہرست

فاضلِ شہیر مولانا ابو النور محمد بشیر کوٹلوی کی مندرجہ ذیل تصانیف نئے سرے سے آفسٹ کتابت
نفیس چھپائی و بہترین جلدوں میں پیشِ خدمت کی جا رہی ہیں تفصیل حسبِ ذیل ہے:

خطبات اوّل (مجلد فوم پلاسٹک)
" دوم "
خطیب "
واعظ اوّل "
" دوم "
" سوم "
" چہارم "
نماز مدلل (مجلد پارچہ)
سچی حکایات اوّل (مجلد ڈسٹ کور)
" دوم "
" سوم "
" چہارم "
" پنجم "
عورتوں کی حکایات (مجلد فوم پلاسٹک)

مثنوی کی حکایات (مجلد ڈسٹ کور)
شیطان کی حکایات "
عجائب الحیوانات
مفید الواعظین حصہ اوّل

دیگر مطبوعات جو دستیاب ہیں:
الفاروق شبلی نعمانی
طب روحانی
مسند امام اعظم
سنی بہشتی زیور
مثنوی مولانا روم مکمل ۶ جلد
فتاوٰی عالمگیری اردو مکمل ۱ "
دیوانِ حافظ مجلد
دلی کے بائیس خواجہ مجلد
توضیح البیان از مولانا علامہ
غلام رسول سعیدی (مجلد فوم پلاسٹک)

ناظرین شائقین اور تاجران کتب پتہ ذیل پر رابطہ قائم کریں اور تبلیغ و اشاعت میں تعاون کریں،

ناشر: فرید بُک سٹال، ۳۸ اردو بازار لاہور